www.KitaboSunnat.com

اُردو ترجمہ القول السدید شرح کتاب التوحید

نورِ توحید

شرح الشیخ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ

مکتبہ احمد بن حنبل

ترجمہ وحواشی وتعلیقات پیرزادہ سید شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنِ دل

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. أَمَّا بَعْدُ:

قارئین محترم! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ؛ و بعد!

مولائے کریم سبحانہ وتعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے کہ اس مہربان ہستی کے فضل وکرم سے آج آپ بھائیوں کی خدمت میں کتاب ''نورتوحید'' پیش کی جارہی ہے؛ جو کہ القول السدید کا اردو ترجمہ ہے۔اور یہ کتاب دراصل عقیدہ کی مشہور کتاب ''کتاب التوحید'' کی عربی شرح ہے۔

شارح شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ عالم اسلام کے مشہور علمائے دین میں سے ہوگزرے ہیں۔آپ کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ آپ ایک باب مکمل کرنے کے بعد اس کی مختصر سی شرح کردیتے ہیں؛ جو کہ عوام کے لیے بہت مفید ہے۔بعض جگہ پر دو دو ابواب کو ملا کر ان کی شرح یکجا کردی گئی ہے۔اور کچھ ابواب ایسے ہی ہیں جن پر شیخ رحمہ اللہ نے کوئی شرح نہیں۔

اردو قارئین کی ضرورت اور سہولت کے پیش نظر اس کتاب کا مکمل ترجمہ کردیا گیا ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ احادیث اور آیات کا عربی متن باقی رہے؛ اور اس متن پر اعراب بھی لگادیے گئے ہیں۔ایسے ہی احادیث مبارکہ کی تخریج بھی کردی ہے۔اور ساتھ ہی جا بجا احادیث کی شرح اور وضاحت میں مفید حواشی کا اضافہ بھی کردیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں؛ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں پر کوئی غلطی نظر آئے؛ خواہ وہ ترجمہ میں ہو یا طباعت یا اعراب میں؛ تو خیر خواہی کے جذبہ کے تحت وہ ضرور اس سے آگاہ کریں۔آپ کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اصل میں یہ کتاب ہمارے ادارہ ''مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا'' میں عوام الناس کو پڑھانے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جدہ شہر میں قائم یہ ادارہ گزشتہ پندرہ سال سے اپنی شبانہ روز محنتوں میں اللہ کے دین کی خدمت میں مصروف ہے۔ہم نہ صرف معمر افراد کو دین کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہیں؛ بلکہ بچوں کے لیے بھی ہمارے اسکول قائم ہیں۔جہاں پر ان کی تعلیم وتربیت اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کے مطابق کی جاتی ہے۔

حج اور عمرہ کے مواسم میں ہمارے داعی حضرات اور داعیات زائرین بیت اللہ کی خدمت میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ان کی مناسب رہنمائی کرنا؛ان تک اچھی کتاب پہنچانا اوران کے مسائل کے حل میں مدد دینا ہماری اولین ترجیح ہوتی ہے۔

ہمارے اداراہ سے فارغ طالبات امریکہ؛یورپ؛کینیڈا اور دنیا کے دیگر کئی ممالک میں اپنی خدمات پیش کررہی ہیں۔

آپ بھی ہمارے مرکز میں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی کریں؛اوراپنے مفید مشوروں سے آگاہ فرمائیں۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔آمین

والسلام

ادارہ

مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما

جدہ

جامعہ احیاء العلوم لبنات الاسلام؛مظفرآباد آزاد کشمیر

مترجم

پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی

00966501253804

face book: dadapota2003

email: dadapota2003@yahoo.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ :

اس سے پہلے ہم شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتاب ''کتاب توحید'' پر انتہائی لطیف تعلیقات [تبصرے] لکھ چکے ہیں۔ جس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا؛ اور یہ تعلیقات اس فن میں مشغول لوگوں اور معلمین کے لیے بڑی مددگار ثابت ہوئیں۔ کیونکہ اس میں کچھ صاف اور واضح اور نفع بخش تفصیلات تھیں۔ امام پریس (چھاپہ خانہ) میں اس کتاب کی طباعت کا کام ہوا۔ پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ کتاب تو ختم ہوگئی مگر اس کی مانگ میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ اس وجہ سے ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کو دوبارہ طبع کروا کر شائع کیا جائے۔ اس بار میں نے مناسب سمجھا کہ اس کے شروع میں ایک مقدمہ بھی لکھ دیا جائے جس میں اصول اور اس کے توابع میں اجمالی طور پر اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کر دیے جائیں۔ تو میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں:

- ''بیشک اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ پر؛ اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کے رب اور معبود برحق ہیں؛ وہ اپنے کمال میں وحدہ لاشریک ہیں۔ اور وہ صرف اس ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی خالق و باری اور مصور ہیں؛ وہ رازق؛ معطی؛ اور مانع اور تمام امور کے مدبر ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہ اکیلے معبود برحق ہیں جو کہ مطلوب ہیں؛ اور سب سے پہلے تھے؛ کوئی چیز اس سے پہلے نہیں تھی؛ اور وہ ہی سب سے آخری ہیں؛ ان کے بعد کوئی چیز نہیں رہے گی۔ وہی غالب ہیں؛ ان سے اوپر کوئی چیز نہیں۔ اور وہی باطن ہیں جن کے علاوہ کوئی چیز نہیں/[کوئی چیز ان پر مخفی نہیں]۔
- اور وہی ''علی''، یعنی بلند مقام و مرتبہ والے ہیں جو ہر اعتبار سے اعلیٰ شان والے ہیں؛ ان کی ذات بھی عالیشان ہے؛ اور ان کا مقام بھی۔ اور انہیں ہر ایک پر غلبہ اور تسلط حاصل ہونے کی وجہ سے بھی ان کی شان بلند ہے۔ اور وہ اپنے عرش پر مستوی ہیں؛ یہ استواء بالکل ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی شان جلال اور عظمت کے لائق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علو اور فوقیت مطلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام ظواہر اور بواطن اور عالم علوی اور عالم سفلی کو محیط ہے۔ اور وہ اپنے علم کے لحاظ سے اپنے بندوں کے ساتھ ہے؛ اور ان کے تمام تر احوال سے آگاہ؛ اور قریب و مجیب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- وہ اپنی ذات میں غنی اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں۔اور تمام تر مخلوقات اپنے وجود اور تخلیق میں اور دیگر تمام تر ضروریات میں ہر وقت اور ہر لمحہ اس کی محتاج ہیں۔کوئی ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔اور اللہ پاک رؤوف رحیم ہیں؛ بندوں پر جتنی بھی دینی یا دنیاوی نعمتیں ہیں؛ سب اسی کی طرف سے ہیں۔اور کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ چیز کو اس کے حکم کے بغیر نہیں ٹال سکتا۔پس اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کے عطا کرنے والے ہیں اور پریشانیوں کو ختم کرنے والے/ ٹالنے والے ہیں۔
- یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ہر رات کے آخری تہائی پہر میں اپنی شان اور جلال و جمال کے مطابق دنیاوی آسمان پر تشریف لاتے ہیں۔اور لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔اور فرماتے ہیں: میں اپنے بندوں سے اپنے علاوہ کسی کے متعلق سوال نہیں کرتا۔پس کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔اور کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے نواز دوں؛ اور کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے؛ اور میں اس کے گناہ معاف کردوں۔یہ سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا نزول ان کی مرضی اور شان کے مطابق ہوتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ ویسے ہی کرتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں۔ان کی مانند کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔وہ سننے اور دیکھنے والے ہیں۔
- اور اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں؛ شرع اور قدر [یعنی تقدیر] میں ان کی پوری پوری حکمت پائی جاتی ہے۔کوئی بھی چیز عبث اور بیکار نہیں پیدا کی۔اور نہ ہی شریعت میں کوئی حکم بغیر کسی مصلحت اور حکمت کے دیا گیا ہے۔
- اور یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے؛ اور بخشنے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں۔وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں؛ ان کی برائیوں کو معاف کرتے ہیں؛ اور ان کی طرف رجوع کرنے والے بخشش کے طلبگاروں اور توبہ کرنے والوں کے بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف کردیتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ شکور [قدردان] ہیں؛ جو کہ تھوڑے سے عمل کی بھی قدردانی کرتے ہیں۔اور شکرگزاروں کو اپنے فضل وکرم سے بہت زیادہ نوازتے ہیں۔
- اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات بیان کرتے ہیں جو خود اللہ نے اپنی ذات کے لیے بیان کی ہیں؛ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات جیسے: حیات کاملہ؛ سمع و بصر؛ کمال قدرت؛ عظمت اور کبریائی؛ بزرگی؛ جلال و جمال اور مطلق حمد۔
- جو صفات اللہ تعالیٰ کی مشئیت اور قدرت سے تعلق رکھتی ہیں؛ جیسے: رحمت؛ رضامندی؛ ناراضگی؛ کلام؛ اور یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اور جیسے چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے کلمات نہ ہی ختم ہوسکتے ہیں اور نہ ہی مٹ سکتے ہیں۔
- اور ان کا ایمان ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؛ مخلوق نہیں ہے۔اللہ کی جانب سے ہی آیا ہے؛ اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا۔اور اللہ تعالیٰ یہ صفت ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی کہ وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔وہ جیسے چاہتے ہیں کلام کرتے ہیں۔وہ اپنے بندوں پر کئی ایک تقدیری احکام جاری کرتے ہیں؛ اور ایسے ہی شرعی اور جزائی احکام کا فیصلہ بھی کرتے ہیں۔وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاکم اور مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو بھی ہے؛ وہ سب مخلوق اور محکوم اور مملوک ہیں۔ پس بندے کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اس کے حکم سے باہر نہیں ہو سکتے۔

- اور ان باتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو کچھ کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے؛ یا متواتر سنت سے ثابت ہے؛ جیسے یہ کہ: اہل ایمان بروز قیامت اپنے رب کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت اور اس کی رضامندی کی کامیابی سب سے بڑی نعمت اور لذت ہے۔
- اور یہ کہ جس انسان کی موت کفر اور شرک پر ہوئی وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور اگر کبیرہ گناہ کے مرتکب لوگ بغیر توبہ کئے مر گئے؛ اور ان کے ایسے اعمال نہ ہوئے جو ان گناہوں کا کفارہ بن سکیں؛ اور نہ ہی انہیں کسی کی شفاعت نصیب ہوئی؛ تو وہ بیشک جہنم میں ڈالے جائیں گے؛ مگر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ اور کوئی ایک بھی ایسا آدمی جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو؛ مگر اسے وہاں سے نکالا جائے گا۔
- اور یہ کہ بیشک ایمان دل کے عقائد اور اعمال؛ اعضاء کے اعمال اور زبان سے نکلنے والے اقوال سب کو شامل ہے۔ پس جو کوئی یہ امور صحیح طرح سے بجالائے تو وہ کامل ایمان والا ہے جو کہ ثواب کا مستحق ہے؛ اور اسے سزا سے بچا لیا جائے گا۔ اور جو کوئی ان میں سے کسی چیز میں کمی کرے گا تو اس کا ایمان بھی اسی قدر کم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کام کرنے سے ایمان بڑھ جاتا ہے؛ اور نافرمانی اور برائی کے کام کرنے سے ایمان کم ہو جاتا ہے۔
- اور ان کا یہ بھی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے دین اور دنیا کے نفع بخش امور میں سنجیدہ کوششیں بروئے کار لائی جائیں۔ وہ ہر اس کام کے بڑے حریص ہیں جو انہیں نفع دے سکتا ہو؛ اور اس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہتے ہیں۔
- ایسے ہی وہ اپنے تمام امور کو پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لیے بجالاتے ہیں؛ اور اس اخلاص اور عمل میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اتباع رسول پر کاربند رہتے ہوئے تمام اہل ایمان اور ان کی راہ پر چلنے والوں کی خیر خواہی چاہتے ہیں۔
- اور اہل سنت والجماعت اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں؛ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دیکر اس لیے مبعوث کیا تھا تا کہ آپ کا دین باقی تمام ادیان پر غالب آجائے۔ اور آپ اہل ایمان کو ان کی اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر عزیز ہیں۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر تمام جنات اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ آپ اللہ کے حکم سے اس کے دین کے داعی اور ایک روشن چراغ ہیں جنہیں دین و دنیا کی اصلاح اور بھلائی کے ساتھ اس لیے مبعوث کیا گیا تا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی بندگی درست طور پر بجالائے اور اس کے لیے وہ اپنے رزق حلال سے مدد حاصل کریں۔
- اور ان کا ایمان ہے کہ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے بڑھ کر علم والے؛ سب سے بڑھ کر سچے؛ اور سب سے بڑی مخلص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیرخواہ اور واضح بیان والی ہستی ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہیں؛ اور آپ سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ کی محبت کو تمام مخلوق کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دین کے اصول و فروع میں آپ کی اتباع و اطاعت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی بات اور طریقہ کو ہر ایک کے طریقہ پر مقدم رکھتے ہیں۔

- ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہستی میں وہ کمالات اور فضائل اور خصوصیات جمع کر دی تھیں جو کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی۔ آپ کا مقام تمام مخلوق سے بڑا اور آپ کی شان ان سب سے اعلیٰ اور بلند ہے۔ اور آپ ہر ایک فضیلت میں کامل ہیں۔ کوئی خیر و بھلائی کا کام ایسا باقی نہیں رہا جس کی طرف آپ نے اپنی امت کی رہنمائی نہ کی ہو؛ اور برائی کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس سے آپ نے انہیں ڈرایا اور خبردار نہ کیا ہو۔
- ایسے ہی اہل سنت والجماعت ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں؛ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں؛ اور ہر اس رسول پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے۔ ان کے مابین کوئی کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے۔
- وہ ہر طرح کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ بندوں کے تمام تر اعمال: خواہ وہ اچھے ہوں یا برے؛ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں؛ اور ان پر اس کا قلم چل چکا ہے؛ اور اس کی مشئیت میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی حکمت ان امور کے ساتھ معلق ہے۔ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے قدر اور ارادہ کی تخلیق کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ان کی منشاء کے مطابق ان سے ان کے اقوال اور افعال صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک چیز پر انہیں مجبور نہیں کیا گیا؛ بلکہ انہیں اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن اہل ایمان کو یہ خصوصیت بخشی ہے کہ ان کے لیے ایمان کو محبوب بنا کر ان کے دلوں میں مزین کر دیا گیا ہے۔ اور کفر و فسق اور نافرمانی کو اپنے عدل و حکمت کے تحت ان کے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔
- اور اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ: وہ اللہ تعالیٰ؛ اور اس کی کتاب؛ اس کے رسول اور مسلمان حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے لیے نصیحت اور خیرخواہی کو اپنا دین سمجھتے ہیں۔ اور ایسے ہی نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں جیسے شریعت ان پر واجب کرتی ہے۔ اور والدین کے ساتھ بھلائی اور خونی رشتہ داروں کے لحاظ اور خیال کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ کہ اپنے پڑوسیوں؛ غلاموں؛ اور ملازمین کے ساتھ احسان کیا جائے اور اپنے محسن کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اور تمام مخلوق کے ساتھ احسان اور بھلائی کا سلوک کیا جائے۔ اور اعلیٰ اور کریمانہ اخلاقیات کی دعوت دیتے ہیں اور برے اخلاقیات سے منع کرتے ہیں۔
- ان کا عقیدہ ہے کہ اہل ایمان میں سب سے زیادہ کامل ایمان و یقین والا انسان وہ ہے جس کے اعمال اور اخلاق اچھے ہوں اور سچی بات کرنے والے ہوں؛ جو ہر خیر و بھلائی کی راہ دیکھانے والے اور ہر برائی سے دور رہنے والے ہوں۔ جو شرائع دین کو ویسے ہی قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں جیسے وہ اپنے مواصفات اور مکملات کے ساتھ ان کے نبی کریم ﷺ سے منقول ہو کر آئے ہیں۔ اور ان چیزوں سے منع کرتے ہیں جس سے ان میں خرابی یا نقص پیدا ہوتا ہو۔
- ان کا عقیدہ ہے کہ ہر نیک اور فاسق و فاجر امیر/ حاکم کے ساتھ مل کر جہاد کرنا جائز ہے۔ اور جہاد دین اسلام کی کوہان ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔ جہاد علم اور حجت سے بھی ہوتا ہے؛ اور اسلحہ سے بھی جہاد ہوتا ہے۔ اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ہر ممکن اور مقدور طریقہ سے دین اسلام کا دفاع کرے۔

- ان کے ہاں ایک اصول یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق کو ان کی عزت و آبرو اور جان و مال میں اور دیگر تمام تر حقوق میں تکلیف دہی/ ایذا رسانی سے منع کرتے ہیں اور تمام تر معاملات میں عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ اور احسان و مہربانی اور کرم گستری کی تعلیم دیتے ہیں۔
- ان کا ایمان ہے کہ تمام امتوں سے افضل محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہے۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام؛ اور ان میں سے بھی بالخصوص خلفائے راشدین؛ اور پھر عشرہ مبشرہ [جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے] اور اہل بدر؛ اہل بیعت رضوان؛ اور مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین؛ اور وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں؛ اور ان سے محبت رکھنے کو اللہ تعالیٰ کا دین [اور اس کی قربت کا ذریعہ] سمجھتے ہیں۔ اور ان کے محاسن اور اچھائیاں لوگوں میں بیان کرتے ہیں؛ اور ان کی کوتاہیوں پر اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں۔
- اور اہل سنت والجماعت علمائے حق اور عادل حکمرانوں کی عزت و احترام کو اللہ کے دین کا حصہ سمجھتے ہیں۔ انہیں دین میں بلند مقام اور عام مسلمانوں پر مختلف امور میں فضیلت اور سبقت حاصل ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مہربان ہستی انہیں شک و شرک اور شقاق و نفاق اور برے اخلاق سے محفوظ رکھے۔ اور مرتے دم تک محمد ﷺ کے دین پر ثابت قدم رکھے؛ آمین۔

یہ وہ بنیادی کلیات اور اصول ہیں جن پر وہ ایمان اور عقیدہ رکھتے ہیں؛ اور ان کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كِتَابُ التَّوْحِيْدِ

کتاب توحید

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذّٰریٰت : ۵۶)

''میں نے جن اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں''[1]۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل : ۳۶)

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ ''اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو''[2]۔

---

[1] علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہاں پر خبر دے رہے ہیں کہ انہوں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت بجالائیں ؛ عبادت بجالانا اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کی دلیل ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو جیسے یہ بات پسند ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ؛ ایسے ہی اسے یہ بات بھی پسند ہے کہ اس کی حمد وثناء بیان کی جائے ؛ اور اس کے عالیشان اوصاف اور اچھے اچھے اسماء گرامی کے بیان سے اس کا ذکر کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تعریف ومدح سرائی کو پسند کرنے والا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ثناء بیان کی ہے۔ اور مسند میں حضرت اسود بن سریع سے روایت ہے کہ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! بیشک میں کئی اچھے اچھے کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں''۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف بیان کی جائے''۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے محبت ہے ؛ اسی لیے وہ اپنی ذات کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں ؛ تقدیس بیان کرتے ہیں ؛ اور ان لوگوں سے بھی محبت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تقدیس بیان کرتے ہیں''۔ [طریق الهجرتین ص ۲۳۹۔]

نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں: ''بیشک اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ اس نے مخلوق اس لیے نہیں پیدا کی کہ اسے ان کی کوئی ضرورت تھی۔ اور نہ ہی ان سے کوئی فائدہ حاصل کرنا مقصود تھا۔ بلکہ اس نے مخلوق پر اپنا فضل کرم کرتے ہوئے انہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ اور یوں وہ ہر قسم کا فائدہ حاصل کر سکیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ﴾ [اسراء ۷] ''اگر تم اچھائی کرو گے تو اپنے نفس کے لیے اچھائی کرو گے''۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴾ [الروم ۴۴] ''اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔''

[2] علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''اعلام الموقعین میں ۱/ ۴۹ پر طاغوت کی ایک ایسی تعریف کی ہے جو بڑی جامع ومانع ہے، وہ فرماتے ہیں: طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان حد سے تجاوز کر جائے، خواہ عبادت میں ہو، یا تابعداری میں، یا اطاعت میں۔ ہر قوم کا طاغوت وہی ہے جس کی طرف وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بجائے فیصلہ کے لئے رجوع کرتے ہیں، یا اللہ کے سوا اس کی پرستش کرتے ہیں، یا بلا دلیل/ بلا بصیرت اس کی اتباع کرتے ہیں، یا اس کی اطاعت بغیر اس علم کے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اگر آپ دنیا بھر کے لوگوں کا ان کے ساتھ [جاری ہے.....]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً 0 وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل:۲۳، ۲۴)۔

''آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو؛ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو؛ بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور نرمی کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ ''پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَآ تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾ (النساء: ۳۶)۔

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلاَّ تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ 0 وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ 0 وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ 0 ﴾ (الانعام: ۱۵۱۔ ۱۵۳)۔

''اے محمد (ﷺ)! ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ ۱۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ۲۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ ۳۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دینگے۔ ۴۔ اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔ ۵۔ اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو، مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت

[گزشتہ سے پیوستہ:] ''برتاؤ غور سے دیکھیں؛ تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر طاغوت کی عبادت پر لگ چکے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو چھوڑ کر طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کو ترک کر کے طاغوت کی اتباع واطاعت پر راضی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی راہ پر نہیں چل رہے جو اس امت میں سے کامیاب لوگ ہیں۔ اور یہ کامیاب لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے سچے پیروکار ہیں۔ اور ان کا مقصد بھی وہ چیز نہیں ہے جو ان کا مقصد تھا۔ بلکہ مقصد اور راہ دونوں میں ان کے خلاف چل رہے ہیں''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ ۶۔ اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ابھلے طریقہ سے؛ یہاں تک کہ وہ اپنے سن رُشد کو پہنچ جائے۔ ۷۔ اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اس کے اِمکان میں ہو۔ ۸۔ اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتے دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ ۹۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ ۱۰۔ بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے، یہ وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص محمد ﷺ کی سربمہر (بند کر کے مہر لگائی ہوئی) وصیت ملاحظہ کرنا چاہتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ....الی قولہ تعالی..... وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ....﴾ (الانعام: ۱۵۱۔۱۵۳)۔

''فرما دیجیے: آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ .....آگے یہاں تک..... بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو.....''[1]۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ فَقَالَ لِيْ: يَا مُعَاذُ! اَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ .

قَالَ : ((حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَ لَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْـًٔا .))

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ ؟

قَالَ :((لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا)) [اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ ؛ البخاری ۱۲۸ مسلم ۳۲ .]

''ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے گدھے پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک

---

[1] سنن ترمذی (۳۰۷۰)۔ یہ حدیث روایت کرنے میں امام ترمذی منفرد ہیں۔ اور اسے حسن غریب کہا ہے۔ جب کہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے، اور جہنم سے دور رکھے؟ آپ نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے۔ اور بیشک یہ عمل اس شخص کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان کردے۔ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو.....''۔ [ترمذی ۲۶۱۶؛ ابن ماجہ ۳۹۷۳؛ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع ۵۱۳۶۔]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہ ٹھہرائیں۔ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر جو مشرک نہ ہوں ان کو عذابِ جہنم سے بچالے''۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں لوگوں کو اس کی خوشخبری سنادوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: 'ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے''۔

اس باب کے مسائل:

اس باب میں بذیل مسائل ہیں:

1-: جن وانس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے۔

2-: دراصل عبادت سے مراد توحید ہے کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان یہی بات متنازعہ تھی۔

3-: جو شخص توحید پر کاربند نہیں اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت (بندگی) کی ہی نہیں۔ آیت ﴿وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ﴾ ''اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں''۔ کا مطلب بھی یہی ہے۔

4: بعثت انبیاء ورسل علیہم السلام کی حکمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

5: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے گئے۔

6: تمام انبیاء علیہم السلام کا دین یعنی ان کی دعوت کا محور اور مرکزی نقطہ صرف توحید تھا۔

7: اس سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کا کفر اور اس کا انکار کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت (بندگی) ممکن ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾(البقرۃ256)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کو ایمان لایا اس نے عروۃ الوثقیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا''۔

8۔ طاغوت عام ہے؛ ہر اس چیز کو طاغوت کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے [اور وہ اس پر راضی ہو]۔

9۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نزدیک سورہ الانعام کی مذکورہ تین محکم آیات کی کس قدر اہمیت اور عظمت تھی۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دس احکام اور ہدایات دی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اولین ہدایت شرک کی ممانعت ہے۔

10) سورہ الاسراء کی محکم آیات میں اٹھارہ مسائل بیان ہوئے ہیں؛ جن کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے:

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا﴾[الاسراء ۲۲]

''تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یارومددگار بیٹھا رہ جائے گا''۔

اور سب سے آخری مسئلہ یہ ہے کہ:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾[الاسراء ۳۹]

''اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا بیٹھنا ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کی اہمیت پر تنبیہ کرتے ہوئے آخر میں فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾ (الاسراء39)

''یہ دانائی کی ان باتوں میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں''۔

11۔ سورہ النساء کی وہ آیت جو حقوق عشرہ والی آیت کہلاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہی مسئلہ بیان فرمایا کہ:

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾(النساء 36)

''اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''۔

12۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جو آپ نے وفات کے وقت فرمائی تھی۔

13۔ بندوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ اس کی معرفت حاصل ہوئی۔

14۔ جب بندے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو اللہ تعالیٰ پر ان کا کیا حق ہے؟ اس کی معرفت حاصل ہوئی۔

15۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس (حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) میں مذکور مسئلہ کا بہت سے صحابہ کو علم نہ تھا۔

16۔ کسی مصلحت کے پیش نظر کتمان علم (علم کو مخفی رکھنا) جائز ہے۔

17۔ کسی مسلمان کو خوش خبری دینا مستحب ہے۔

18۔ بلا عمل، صرف اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت پر بھروسہ کرنے سے انسان کو ڈرنا اور بچنا چاہیے۔

19۔ جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ جانتا ہو تو یوں کہہ دینا چاہئے اللہ و رسولہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

20۔ کسی کو علم سکھانا اور کسی کو محروم رکھنا جائز ہے۔

21۔ آپ ﷺ از حد متواضع تھے کہ آپ جلیل القدر ہونے کے باوجود گدھے پر نہ صرف سوار ہوئے بلکہ دوسرے آدمی کو بھی اپنے ہمراہ سوار کر لیا۔

22۔ سواری پر اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کر لینا جائز ہے۔

23۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

24۔ مسئلہ توحید کی اہمیت اور عظمت پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرح:

کتاب توحید

اس باب کا عنوان شروع سے آخر تک اس کتاب کے نام سے مطابقت رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اب خطبہ کتاب کی ضرورت نہ رہی۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت؛ اور عبادت کے احکام اور اس کی حدود شروط فضائل اور براہین پر مشتمل ہے؛ اور اس میں عبادت کے اصول اور تفاصیل؛ اسباب وثمرات اور تقاضوں اور کن چیزوں سے ایمان بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے؛ اور کن سے ایمان کم اور کمزور ہوتا ہے؛ اور کن امور سے ایمان پورا اور مکمل ہوتا ہے۔

جان لیجیے کہ توحید مطلق: رب سبحانہ وتعالیٰ کے اپنی صفات کمال میں متفرد ہونے کے علم اور اعتراف؛ رب سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کمال میں اس کی وحدانیت اور اس کی صفات عظمت وجلال کے اقرار اور عبادت میں اس کی یکتائی کا نام ہے [1]۔

توحید کی تین اقسام:

توحید کی تین اقسام ہیں۔ ان میں سے:

پہلی قسم: توحید اسماء وصفات: یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ جل جلالہ اپنی تمام صفات کمال وجمال اور جلال میں ہر لحاظ سے اکیلے اور یکتا ہیں۔ ہر قسم کی عظمت اور جلال ان کے لیے ہے؛ جن میں کسی بھی طرح کوئی دوسرا ان کا شریک ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے یا رسول اللہ ﷺ نے رب سبحانہ وتعالیٰ کے لیے جتنے بھی نام اور صفات بیان کئے

---

[1] جان لیجیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی توحید اور بلا شرکت غیر اس کی عبادت رسولوں کی دعوت کا نچوڑ اور اس عظیم کام کی اعلیٰ ترین چوٹی ہے۔ جو کہ ایمان اور کفر اور اسلام اور شرک کے درمیان حد فاصل ہے۔ اور اس کی وجہ سے انسان آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم بننے سے بچ جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی وجہ سے انسان کی جان ومال اور اولاد معصوم الدم قرار پاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ اصول توحید دین کی وہ بنیاد ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے لوگوں سے کوئی بھی عمل قبول نہیں فرمائیں گے۔ اور اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے اور ان پر کتابیں نازل کیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾ [الزخرف ۴۵] ''اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟''۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء ۲۵] ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ﴾ [النحل ۳۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی''۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنی دعوت کی ابتداء اس چیز سے کی تھی: ﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [الاعراف ۵۹] ''صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو؛ اس کے علاوہ تمہارا کوئی سچا معبود نہیں ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں؛ ان سب کو ثابت مانتے ہیں۔ اور کتاب وسنت میں وارد ان کے معانی اور احکام کو ایسے ہی تسلیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال و جمال اور کمال کے لائق ہیں۔ ان میں سے نہ ہی کسی چیز کی نفی کرتے ہیں؛ نہ ہی تعطیل وتمثیل اور تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور ان تمام امور کی نفی کرتے ہیں جن کی نفی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی پاک ذات سے کی ہے؛ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان عیوب اور نقائص کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی کی ہے جو اس کی ذات کے کمال کے منافی ہیں [1]۔

دوسری قسم: توحید ربوبیت: انسان کو اس بات کا عقیدہ رکھنا چاہیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے میں؛ انہیں رزق دینے میں اور ان کے امور کی تدبیر میں اکیلے وحدہ لاشریک ہیں۔ وہ ہی تمام مخلوقات کی پرورش اپنی نعمتوں سے کرتے ہیں۔ اور اپنی خاص مخلوق - انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں کی خاص تربیت صحیح عقائد اور اعلیٰ اخلاقیات؛ اور نفع بخش

---

[1] ۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ''فتح رب البریہ بتلخیص الحمویة؛ از مجموع فتاوی ۴/ ۱۹؛ میں فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جن کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور عمل کو قول عمل اور عقیدہ میں ظاہری اور باطنی طور پر من وعن تسلیم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں ان کا طریقہ کار یہ ہے:

۱۔ اثبات میں: اللہ تعالیٰ کے لیے ان چیزوں کو ثابت مانا جائے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اپنی کتاب میں بیان کی ہیں؛ یہ پھر رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کی ہیں؛ ان پر بغیر کسی تحریف کے؛ بغیر تعطیل کے اور بغیر تمثیل اور تکییف [مثال اور کیفیت بیان کرنے] کے ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ نفی میں: ان کا طریقہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کی نفی کرتے ہیں جس کی نفی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اپنی کتاب میں کی ہے؛ یا پھر اپنے رسول کی زبانی اس کی نفی کی ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی وہ اس کے برعکس صفات کمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ہر لحاظ سے کامل تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ وہ چیزیں جن کے اثبات یا نفی میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی؛ اور اس میں لوگوں کا اختلاف واقع ہوا ہے؛ جیسے: جسم؛ حیز؛ اور جہت؛ اور اس طرح کے دیگر امور؛ تو ان کے بارے میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان الفاظ کے استعمال کرنے میں توقف اختیار کرتے ہیں۔ پس نہ ہی وہ ان چیزوں کو ثابت مانتے ہیں اور نہ ہی ان کی نفی کرتے ہیں؛ کیونکہ اس بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ جہاں تک ان الفاظ کے معانی کا تعلق ہے؛ تو وہ ان کی تفصیل طلب کرتے ہیں؛ اگر اس سے مراد ایسی باطل چیز ہو جس سے اللہ تعالیٰ منزہ ہیں؛ تو وہ اس کو رد کرتے ہیں۔ اور اگر اس سے مراد ایسا حق ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ممتنع نہیں ہوسکتا تو وہ اس کو قبول کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار اختیار کرنا واجب ہے۔ اور یہی معطلہ اور ممثلہ کے عقائد کے مابین متوسط اور مبنی برحق عقیدہ ہے۔ اور عقلی و نقلی دلائل اس طریقہ کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

جہاں تک عقل کا تعلق ہے؛ تو اس کی دلالت کی وجہ یہ ہے جو امور اللہ تعالیٰ کے حق میں واجب؛ جائز اور ممتنع ہیں ان کی تفصیل سمعی دلائل یعنی نصوص شریعت کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔ تو ان کے بارے میں نصوص کی اتباع ہی واجب ہے۔ تو اسی میں سے وہ امور میں بھی جن کی نفی یا اثبات وارد ہوا ہے؛ اور جن کے بارے میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے؛ ان کے متعلق انسان خاموش ہی رہے۔ جہاں تک نقلی دلائل کا تعلق ہے؛ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الاعراف ۱۸۰] ''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کی بابت سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انہیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (شوری 11) ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [الاسراء ۳۶] ''اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں''۔

پہلی آیت بغیر تحریف وتعطیل کے اسماء کے اثبات پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ تعطیل اور تحریف یہ دونوں کام الحاد ہیں۔

دوسری آیت: تمثیل کی نفی کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

تیسری آیت: کیفیت کے بیان کی نفی کرتی ہے؛ اور ان امور کی نفی یا اثبات میں توقف کو واجب کرتی ہے جن کے بارے میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔

ہر وہ چیز جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ثابت ہے؛ خواہ وہ اسماء میں سے ہو یا صفات میں سے؛ بیشک وہ صفات اپنی انتہائی کمال کی ہوتی ہیں؛ جن پر اس کی حمد وثناء بجالانی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علوم اور نیک اعمال پر کرتے ہیں۔ یہ ایسی تربیت ہے جو قلوب اور ارواح کے لیے نفع بخش ہے اور اس کے نتیجہ میں دونوں جہانوں کی سعادت مندی نصیب ہوتی ہے۔

تیسري قسم: توحید الوہیت: اسے توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اس بات کا علم اور اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام تر مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت کا حق حاصل ہے۔ اور وہ ہر قسم کی عبادت میں اکیلا وحدہ لاشریک ہے۔ اور یہ کہ خالص عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بجالائی جائے۔ توحید کی یہ قسم پہلی دونوں اقسام کو شامل اور انہیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ پس الوہیت وہ صفت ہے جو تمام صفات کمال اور عظمت و ربوبیت کے تمام تر اوصاف کو عام اور شامل ہے۔ اس لیے کہ عبادت کا مستحق معبود برحق عظمت اور جلال کی صفات سے متصف ہے۔ کیونکہ مخلوق پر اس کے بے شمار فضل و احسانات ہیں۔ پس صفات کمال میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت میں اس کی انفرادیت اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہ ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت سے مقصود اول سے آخر تک اسی توحید کی دعوت ہوا کرتی تھی۔

پس مصنف رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت وہ نصوص ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مخلص ہو کر صرف اور صرف اس کی عبادت کریں۔ اور بندوں پر یہ اللہ تعالیٰ فرض کردہ واجب حق ہے۔ پس تمام آسمانی کتابوں اور تمام رسولوں کی دعوت اسی توحید کی طرف تھی۔ اور وہ اس کے ساتھ ہی اس کے مخالف امور یعنی کسی کو شریک ٹھہرانے اور ہم پلہ بنانے سے منع کرتے رہے۔ بالخصوص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ آخری کتاب قرآن مجید۔ بیشک اس میں توحید کا حکم دیا گیا ہے؛ بلکہ اسے فرض قرار دیا ہے؛ اور اسے بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ نجات اور کامیابی اور سعادت کا حصول توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ اور بیشک تمام عقلی و نقلی دلائل؛ جو انسان کی ذات کے اندر ہیں اور جو آفاق میں پھیلے ہوئے ہیں؛ وہ اس توحید کے حکم میں اور اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

پس توحید بجالانا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے۔ اور یہ دینی احکام میں سے سب سے بڑا حکم ہے؛ اور تمام اصولوں کا بنیادی اصول اور ہر نیک عمل کی اساس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: توحید کے فضائل اور گناہوں کا کفارہ

باب: فضل التوحيد ومايكفر من الذنوب

[اس باب میں توحید کی فضیلت کا بیان؛ یہ کہ توحید تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے]۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾[الانعام 82]

''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کو ظلم [شرک] سے آلودہ نہیں کیا، ان ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں''❶۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ . وَ أَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ وَ كَلِمَتُهٗ . اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ . وَ رُوْحٌ مِّنْهُ . وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ . أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ .))❷۔

''جو شخص شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بیشک سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور بیشک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جس کا القاء سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف کیا گیا۔ اور اسی کی طرف سے روح ہے۔ اور بیشک جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بہرحال جنت میں داخل کردے گا اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں''❸۔

بخاری و مسلم میں سیدنا عِتبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کو ظلم [شرک] سے آلودہ نہیں کیا''۔ تو یہ صحابہ پر بہت گراں گزرا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ: ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کبھی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا مطلب جو تم نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے؛ کیا تم نہیں سنتے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کیا نصیحت کی تھی: بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا؛ بلاشبہ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے''۔ (صحیح بخاری)۔

❷۔[البخاری ح:3435و مسلم، الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا ح:28]

❸۔اس حدیث کو جامع الکلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث عقائد کے اہم مسائل کو محیط ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس میں اختصار [جاری ہے:]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بقیہ حاشیہ

کے ساتھ وہ تمام پہلو بیان فرما دیئے ہیں جن سے ایک انسان کفر کے مذاہب سے کٹ کر اسلام کے حصار میں آ جاتا ہے۔
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ علیہ السلام اِلٰہ کا مطلب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ''الٰہ اس معبود کو کہتے ہیں جس کی عبادت واطاعت کی جائے، کیونکہ اِلٰہ وہ ہے جس کی عبادت کی طرف دل ازخود مائل ہو جائے، حقیقت میں یہی ذات عبادت کے قابل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی صفات کاملہ موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے اور مخضوع وہ ہے جس کے سامنے انتہائی خضوع کے ساتھ جھکا جائے۔ وہ ایسا محبوب اور معبود اِلٰہ ہے جس کی طرف قلوب پوری محبت سے کھنچ جاتے ہیں۔ اسی کے سامنے دل جھکتے ہیں، اسی کے سامنے عجز وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اُسی سے ڈرتے ہیں اور اُسی سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہیں، مصائب وآلام اور مشکلات کے وقت اُسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، مشکل اوقات میں اُسی سے فریاد کرتے ہیں، اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے اُسی سے فریاد کرتے ہیں، اُسی کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں، اُسی کی محبت میں سکون پاتے ہیں۔ ان تمام صفات کی مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہی وجہ ہے کہ تمام کلاموں میں سچا کلام لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے حزب اللہ ہیں۔ اس کے منکر اور اس سے سرکشی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اُس کے غضب وقہر کا شکار ہیں۔ جب یہ کلمہ صحیح ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی تمام مسائل ازخود حل ہو جائیں گے اور جس شخص کا یہ کلمہ ہی صحیح نہ ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے علم اور عمل میں فساد پیدا ہو جائے گا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی وضاحت: عبد کے معنی ہیں ایسا غلام جو عابد ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جن کا خاصہ اور وصف عبودیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [زمر ۳۶] ''کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں''؟ بارگاہِ الٰہی میں ایک انسان کا سب سے بلند ترین مقام ومرتبہ یہ ہے کہ وہ رسالت اور عبودیت خاصہ سے متصف ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ میں یہ دونوں صفتیں بدرجہ اَتم پائی جاتی ہیں۔ رہی ربوبیت اور اُلوہیت تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں اور یہ اسی کا حق ہے۔ جس میں کسی بھی صورت میں نہ کوئی نبی ورسول شریک ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ۔ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ: رسولِ کریم ﷺ کی یہ دو صفتیں ایک ہی جگہ بیان کی گئی ہیں جو افراط و تفریط کو ختم کرتی ہیں۔ اکثر لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اُمت محمدیہ میں داخل ہیں لیکن وہ قول وعمل میں انتہائی افراط کا ثبوت دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی پیروی کو ترک کر کے تفریط سے کام لیتے ہیں اور آپ ﷺ کے احکام وفرامین پر عمل کے بجائے آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے فرمودات کی ایسی ایسی غلط تاویلیں کرتے ہیں جن کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ کی شہادت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، جو آپ ﷺ بتائیں اس کی تصدیق کی جائے، جس کام کا آپ ﷺ حکم دیں اس کی تعمیل کی جائے، جس کام سے روک دیں اُسے چھوڑ دیا جائے اور آپ ﷺ کے امر ونہی کو ایسی اہمیت دی جائے کہ اس کے مقابلے میں کسی بات کو ترجیح نہ دی جائے۔ افسوس کہ ایسے قاضی اور مفتی جو کہ صاحب علم بھی ہیں وہ بھی اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

أن عیسیٰ عبداللہ و رسولہ کا مفہوم: اس حدیث میں عیسائیوں کی تردید ہے۔ عیسائیوں کے تین گروہ ہیں: 1۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں۔ 2۔ دوسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ 3۔ تیسرے گروہ کا قول یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تین میں سے تیسرے ہیں یعنی اللہ، عیسیٰ اور اُمّ عیسیٰ۔ رب ذوالجلال نے ان تینوں عقیدوں کی تردید فرمائی۔ حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ (النساء: ۱۷۱)۔

''اور نہ کہو کہ ''تین'' ہیں۔ باز آ جاؤ۔ یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ معبود تو بس ایک اللہ ہی ہے، وہ بالاتر ہے اس سے کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو''۔

اور فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ: ۱۷)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے''۔

مومن کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہودیوں کے اس بہتان کی تردید کرے۔ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور یہودیوں کے ان تمام لغو اور باطل عقائد سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بری الذمہ قرار دے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر ایمان اور یقین رکھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔

''وکلمتہ'': سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام کلمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے لفظ کُن کہہ کر پیدا فرمایا جیسا کہ سلف مفسرین کرام کا بیان ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف جس کلمہ کو القا فرمایا وہ کلمہ ''کُن'' تھا۔ چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کلمہ ''کُن'' سے پیدا ہوئے، وہ خود کلمہ ''کُن'' نہ تھے۔ لہٰذا لفظ ''کُن'' اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اللہ کا کلمہ مخلوق نہیں ہو سکتا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں اور فرقہ جہمیہ دونوں نے اللہ پر جھوٹ اور افتریٰ باندھا۔ [حاشیہ جاری ہے]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ .))❶۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتا ہے''۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ مُوْسٰى يَا رَبِّ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَذْكُرُكَ وَ اَدْعُوْكَ بِهٖ . قَالَ: قُلْ يَا مُوْسٰى! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه . قَالَ: يَارَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا . قَالَ: يَا مُوْسٰى! لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَ عَامِرَهُنَّ غَيْرِيْ وَ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعَ فِيْ كَفَّةٍ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه فِيْ كَفَّةٍ مَالَتْ بِهِنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه .))❷۔

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز بتا جس سے تیری یاد کروں اور تجھ سے دُعا کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھا کر۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب: اسے تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ فرمایا: اے موسیٰ! سوائے میرے اگر ساتوں آسمان اور ان کے باشندے اور ساتوں زمینیں، ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف لا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ رکھ دیا جائے تو لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ والا پلڑا بھاری ہوگا''۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

((يَابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً .)) (ترمذی)

''اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس گناہوں سے پوری زمین بھر کر لے آئے پھر اس میں شرک نہ ہو تو میں اسی مقدار میں بخشش کی بارش کروں گا''۔

[بقیہ حاشیہ]: **رُوح کے بارے میں صحیح موقف**: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رُوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن ارواح میں سے ایک ہیں جن کو اللہ کریم نے پیدا فرمایا اور جن سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہہ کر اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا تھا۔ اسی روح کو اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف بذریعہ روح الامین جبریل علیہ السلام بھیجا۔ پس جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری اور اللہ تعالیٰ نے لفظ ''کُن'' سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔

قولہ: وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ: یعنی اس بات کی گواہی دے اور اقرار کرے کہ جس جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے بنایا ہے وہ برحق اور موجود ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اور اس بات کا بھی اقرار کرے کہ وہ دوزخ جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کیا ہے اور جس کی خبر قرآن کریم میں دی گئی ہے وہ بھی برحق اور موجود ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ترجمہ: ''دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے جو تیار کی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ کریم بڑے فضل والا ہے''۔ اور دوزخ کے بارے میں فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرہ ۲۴] ''ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو تیار کی گئی ہے منکرین حق کے لئے''۔

❶۔صحیح البخاری، الصلاۃ، باب المساجد ……، ح: 425، الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله، ح: 6423. و صحیح مسلم، المساجد، الرخص فی التخلف عن الجماعة لعذر، ح: 33 / 273۔

❷۔رواه ابن حبان و الحاکم و صححه و للترمذی و حسنه۔موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، ح: 2324و المستدرك للحاکم: 528 / 1و مسند ابی یعلی الموصلی، ح: 1393۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل:

1۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

3۔توحید کا عقیدہ ثواب کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

4۔سورالانعام کی آیت 82 کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ اس میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

5۔حدیث عبادہ میں جو پانچ امور مذکور ہیں ان پر غور کیا جائے کہ ان میں سرفہرست شرک نہ کرنا ہے۔

6۔حدیث عبادہ، حدیث عتبان اور اس کے بعد والی مذکورہ احادیث کو جمع کیا جائے تو کلمہ توحید (لَا إِلٰہَ إِلَّا اللہ) کا مفہوم مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔اور جو لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ محض زبان سے کلمہ توحید کا اقرار نجات کے لیے کافی ہے، ان کی غلطی بھی واضح ہوتی ہے۔

7۔حدیث عتبان میں مذکورہ شرط بھی قابل توجہ ہے کہ کلمہ گو نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کلمہ پڑھا ہو۔

8۔انبیائے کرام علیہم السلام بھی اس کلمہ کی اہمیت وفضیلت کو جاننے کے محتاج تھے۔

9۔یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ لا إلٰہ إلا اللہ تمام آسمانوں اور زمینوں سے وزنی ہے اس کے باوجود بہت سے کلمہ گو لوگوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔

10۔یہ بھی صراحت ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔

11۔آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق آباد ہے۔

12۔اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں جبکہ فرقہ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا انکار کرتے ہیں۔

13۔حدیث انس پر غور کریں تو سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث عتبان جو شخص محض رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ لا إلٰہ إلا اللہ کا اقرار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دیتا ہے سے مراد شرک کو کلی چھوڑ دینا ہے۔محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی نہیں۔

14۔جناب محمد ﷺ اور جناب عیسی علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

15۔یہاں خصوصی طور پر عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ کہا گیا ہے۔

16۔عیسی علیہ السلام کو خصوصی طور پر اللہ کی روح کہا گیا ہے۔

17۔ان احادیث سے جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی اہمیت اور فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

18۔اس تفصیل سے حدیث عبادہ میں علی ما کان مِن العملِ (خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں) کا مفہوم بھی متعین ہو جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے لیے صاحب توحید یعنی موحد ہونا شرط ہے۔

19۔روز قیامت اعمال کا وزن کرنے کے لیے جو ترازو رکھی جائے گی اس کے بھی دو پلڑے ہوں گے۔

20۔اللہ تعالیٰ کے لیے ''وجہ'' یعنی چہرہ کا اثبات [یعنی اللہ تعالیٰ کی اس صفت (چہرہ) پر ایمان لانا بھی ضروری ہے]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرح باب:

باب: توحید کی فضیلت.....

اس باب میں توحید کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ توحید تمام گناہوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے۔

جب مصنف رحمہ اللہ نے پہلے باب میں توحید کے واجب ہونے کو بیان کیا؛ اور بتایا کہ بندوں پر عائد فرائض میں سب سے بڑا فریضہ اللہ تعالیٰ کی توحید بجالانا ہے؛ تو اب یہاں پر توحید کے قابل ستائش نتائج اور اس کے خوبصورت ثمرات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کے اچھے اچھے عمدہ نتائج اور اثرات نہ ہوتے ہوں؛ اور اس کے کئی ایک فضائل اور خوبیاں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر توحید کو لے لیجیے؛ اس کے اثرات و نتائج اور فضائل دنیا اور آخرت میں ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ: ''توحید گناہوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے''۔ اس کا تعلق خاص کے عام پر عطف سے ہے۔ کیونکہ گناہوں کی بخشش اور مغفرت توحید کے چند ایک فضائل و ثمرات میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ اس باب میں اس پر دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

توحید کے کچھ فضائل:

۱۔ دنیا اور آخرت کی پریشانیاں ختم ہونے اور دونوں جہاں میں سزا سے بچنے کا بڑا سبب توحید ہے۔

۲۔ اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ موحد انسان کے دل میں جب رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا [بلکہ ایک وقت آئے گا کہ اسے جہنم کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔]

۳۔ اور جب انسان کامل توحید پر کاربند ہو تو وہ بالکل جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

۴۔ موحد انسان کو دنیا اور آخرت میں کامل ہدایت اور امن حاصل ہوتے ہیں۔

۵۔ توحید اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے ہاں سے ثواب پانے کا ایک وحید سبب ہے۔ اور بروز قیامت سب سے خوش بخت انسان وہ ہوگا جس نے خلوص قلب سے لا إله إلا الله کہا ہو؛ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

۶۔ تمام تر ظاہری اور باطنی اقوال اور اعمال کی قبولیت اور ان کے تکمیل و کمال؛ اور ان پر ثواب کے حصول کا دارومدار توحید پر مبنی ہوتا ہے۔ پس جب بھی توحید مضبوط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کامل ہوگا؛ تو یہ تمام امور بھی کامل و مکمل ہوں گے۔

۷۔ توحید کی وجہ سے انسان پر نیکی کے کام کرنا اور برائی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے؛ اور مصیبت کے وقت انسان کو تسلی رہتی ہے۔ پس جو انسان اپنے ایمان اور توحید میں مخلص ہوگا؛ اس کے لیے نیکی کرنا آسان ہوگی۔ کیونکہ وہ ان اعمال پر اللہ تعالیٰ سے اس کی رضامندی اور ثواب کی امید رکھتا ہے۔ اور اس پر خواہشات نفس اور نافرمانی کے کام ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی سزا اور عقاب سے ڈرتا ہے۔

۸۔ جب کسی انسان کے دل میں توحید کامل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کو محبوب اور مزّین کر دیتے ہیں۔ اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کفر وفسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ بنا دیتے ہیں۔ اور اسے کامیاب لوگوں میں سے بنا دیتے ہیں۔

۹۔ توحید کی وجہ سے انسان کے لیے دکھ درد اور تکالیف کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ پس جس قدر انسان کے دل میں ایمان اور توحید ہوگی؛ وہ اسی قدر کشادہ دلی اور اطمینان کے ساتھ ان چیزوں کا مقابلہ کرے گا؛ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تقدیر پر سر تسلیم ورضا خم ہی کئے رہے گا۔

۱۰۔ توحید کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کی وجہ انسان مخلوق کی بندگی سے آزاد ہو کر صرف ایک اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ بندوں کا خوف اور ان سے امیدیں ختم ہو جاتی ہیں؛ اور پھر انسان ان کو راضی کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرتا۔ یہ وہ حقیقی شرف اور عزت ہے جو اس نعمت عظمیٰ پر نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے کوئی امید یا ڈر نہیں نہیں اور نہ ہی غیر اللہ سے خوف کھاتا ہے۔ اور وہ صرف اللہ کی طرف ہی رجوع کرتا ہے۔ پس اس عقیدہ کی بنا پر اسے کامیابی اور نجات نصیب ہوتی ہے۔

۱۱۔ توحید کی وہ فضیلت جس کے برابر کوئی دوسرا شرف وفضل نہیں ہو سکتا؛ وہ یہ کہ: جب انسان کے دل میں توحید کامل ہو جاتی ہے اور کامل طور پر اخلاص تام سے کام لیتا ہے؛ تو اس کا تھوڑا عمل بھی بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے اقوال واعمال کو بلا حساب و کتاب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور کلمہ اخلاص انسان کے نامہ اعمال میں اتنا بھاری ہو جاتا ہے کہ زمین وآسمان اور اس کی تمام مخلوق اس کے برابر نہیں ہو سکتے ؛ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی حدیث بطاقہ ؛ جس میں ہے کہ کلمہ لا إله إلا اللہ کو گناہوں کے ننانوے دفاتر کے مقابلہ میں تولا جائے گا؛ اور ان میں سے ہر ایک دفتر [رجسٹر] اتنا بڑا ہوگا کہ تا حد نگاہ پھیلا ہوا ہوگا۔ اور یہ سب کچھ اس کلمہ کے کہنے والے کے اخلاص کی وجہ سے ہوگا۔ کتنے ہی اس کلمہ کا اقرار کرنے والے ایسے ہیں جن کا عمل اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان کے دل میں اس درجہ کی توحید واخلاص نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے قریب کا اخلاص ہوتا ہے جیسا اخلاص اس دوسرے آدمی کے کہنے میں ہوگا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اہل توحید کی فتح ونصرت اور عزت وشرف اور حصول ہدایت اور ہر قسم کی آسانی کی ذمہ داری اپنے آپ پر لی ہوئی ہے؛ جس سے انسان کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے؛ اور اس کے اقوال وافعال کو درست کر دیا جاتا ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کے شر وفساد سے اہل توحید کی حفاظت فرماتے ہیں؛ اور ان پر اپنا احسان کرتے ہوئے انہیں پاکیزہ اور اطمینان بخش زندگی بخشتے ہیں۔ انہیں اللہ کی یاد سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ اس دعوی کے ڈھیروں دلائل کتاب وسنت میں موجود ہیں جو کہ اہل علم کے ہاں مشہور ومعروف ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابُ: مَنْ حَقَّقَ التَّوحِيْدَ دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

باب: جو شخص توحید پر کاربند ہو، وہ بلا حساب جنت میں داخل ہوگا ❶

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَّ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (النحل: ۱۱)

''بیشک ابراہیم علیہ السلام ایک پوری اُمت تھے، اللہ کے مطیع فرمان اور یک سُو وہ کبھی مشرک نہ تھے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ﴾ (المومنون: ۵۹)

''اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک نہیں کرتے''۔

حضرت حصین بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:

((كُنْتُ عِنْدَ سَعِيْدِ بن جُبَيْرٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ رَاَى الْكَوْكَبَ الَّذِىْ اِنْقَضَّ الْبَارِحَةَ؟ . فَقُلْتُ اَنَا۔ ثُمَّ قُلْتُ: اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَكُنْ فِىْ صَلٰوةٍ وَلٰكِنِىْ لُدِغْتُ . قَالَ: فَمَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: اِرْتَقَيْتُ۔ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟ قُلْتُ حَدِيْثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِىُّ . قَالَ : مَا حَدَّثَكُمْ؟ .

قُلْتُ: حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحُصَيْبِ اَنَّهٗ قَالَ: ((لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ .))

قَالَ : وَ قَدْ اَحْسَنَ مَنِ انْتَهٰى اِلٰى مَا سَمِعَ . وَلٰكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَىَّ الْاُمَمُ فَرَاَيْتُ النَّبِىَّ وَ مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِىَّ وَ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِىَّ وَ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ قولهٗ وَالنَّبِىَّ وَ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِىَّ وَ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ اِذْ رُفِعَ لِىْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ اُمَّتِىْ . فَقِيْلَ لِىْ: هٰذَا مُوْسٰى وَ قَوْمُهٗ .

فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ فَقِيْلَ لِىْ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ وَ مَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفاً يَّدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ

---

❶ تحقق کے معنی یہ ہیں کہ انسان توحید کو اپنے عمل میں سمو لے اور اس کو شرک، بدعت اور معاصی کے شائبوں سے پاک کرے۔ ایسا کرنا اُمت محمدیہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ ان اہل ایمان کی خاص علامت ہے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے چن لیتا ہے۔ مخلصین کی تعداد ابتدائے اسلام میں بکثرت تھی لیکن آخر میں بہت کم رہ جائے گی اور وہ بھی مساکین پر مشتمل ہوگی، البتہ ان کی قدر و منزلت اللہ کریم کے ہاں بہت بلند ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ .))ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ .

فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ أُولٰئِكَ . فَقَالَ بَعْضُهُمْ:((فَلَعَلَهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ . وَقَالَ بَعْضُهُمْ : فَلَعَلَهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الاِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئاً وَذَكَرُوْا اَشْيَآءَ۔ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرُوْهُ۔

فَقَالَ:((هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ .))

فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ : اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ .

قَالَ :((اَنْتَ مِنْهُمْ)) . ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ:((اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ؟

فَقَالَ:((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ .))❶

''میں ایک دفعہ سعید بن جبیر کے پاس تھا کہ سعید کہنے لگے: آج رات ستارے کوٹوٹتے ہوئے تم میں سے کس نے دیکھا ہے؟ حصین نے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں نماز میں مشغول نہ تھا بلکہ مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا تھا جس کی مجھے سخت تکلیف تھی۔ انہوں نے کہا پھر تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے جھاڑ پھونک سے کام لیا۔ انہوں نے کہا یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا شعبی سے مروی ایک حدیث کی بناء پر۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا حدیث ہے جو انہوں نے بیان کی ہے؟ میں نے کہا: ''ہم سے بریدہ بن الحصیب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی کہ نظر بد اور کسی زہریلی چیز کے کاٹ کھانے کے سوا اور کہیں جھاڑ پھونک یا دم مفید نہیں۔ جس شخص نے جو سنا اسی پر اکتفا کیا اور اسی پر عمل پیرا رہا تو اس نے بہت اچھا کیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا: مجھے بہت سی اُمتیں دکھائی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی نبی کے ساتھ صرف ایک یا دو ہی آدمی ہیں اور ایسے نبی کو بھی دیکھا جس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اچانک میرے سامنے ایک انبوہِ کثیر آیا، میں نے خیال کیا کہ کہ میری امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک بہت ہی بڑے انبوہ کو دیکھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی اُمت ہے اور آپ کی امت میں ان کے ساتھ ستر ہزار افراد وہ ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ واقعات سُنا کر رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں ان ستر ہزار افراد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ بعض کا کہنا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آپ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ بعض صحابہ کرام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا، اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور توجیہات بھی کیں۔ نبی اکرم ﷺ جب تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی مختلف آراء کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ یہ وہ افراد ہوں گے جو دَم نہیں کرواتے اور نہ وہ داغ لگواتے ہیں اور نہ

❶ البخاري ؛ الطب ٥٣٧٨ . مسلم ؛ كتاب الايمان ٢٢٠ . الترمذي صفة القيامة والرقائق ٢٤٤٦ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فال لیتے ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں''۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمایئے: ''اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہی ہے''۔

اس کے بعد ایک دوسرے صحابی نے عرض کیا: ''میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ: ''اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے''۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے عکاشہ رضی اللہ عنہ بازی لے گیا''[1]۔

اس باب کے مسائل

1۔ توحید کے بارے میں لوگوں کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔

2۔ توحید کے تقاضے پورے کرنے کا مفہوم بھی واضح ہوا۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدح میں فرمایا: وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اولیائے کرام رحمہم اللہ کی بھی مدح فرمائی ہے کہ وہ شرک سے بیزار ہوتے ہیں۔

5۔ دم کرنے اور جسم داغنے کے طریقہ علاج کو ترک کرنا، توحید کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

6۔ ان تمام اوصاف کا احاطہ کرنا ہی درحقیقت حقیقی توکل ہے۔

7۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علم کی گہرائی اور ان کی حقیقت پسندی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ بلا حساب جنت میں جانے والوں کو یہ بلند مقام اور مرتبہ محض عمل کی بدولت حاصل ہوگا۔

8۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا خیر اور نیکی کے کاموں پر حریص ہونا۔

9۔ امت محمدیہ درجات کی بلندی اور کثرت تعداد کے لحاظ سے تمام امتوں سے افضل اور برتر ہے۔

10۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کی فضیلت بھی عیاں ہو رہی ہے۔

11۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں۔

---

[1] حدیث مبارک کے ان الفاظ سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کثرت تعداد کو صحت مذہب کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ نجات پانے والے اگرچہ قلیل تعداد میں ہی ہوں۔ حقیقت میں یہی سوادِ اعظم ہیں۔ کیونکہ ان کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔ لہٰذا لوگوں کی کثرتِ تعداد پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ سابقہ لوگ اسی کثرت کے گھمنڈ میں آ کر ہلاک ہوگئے، حتیٰ کہ بعض اہل علم بھی جاہلوں اور گمراہ افراد کے عقائد میں گرفتار ہوگئے اور کتاب و سنت کو پس پشت ڈال دیا۔

وہ ستر ہزار افراد جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے ان کی نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ شرک کی کسی بھی قسم میں مبتلا نہ ہوں گے اور اپنی حقیر سے حقیر ضرورت کو بھی انہوں نے غیر اللہ کے سامنے نہ رکھا ہوگا، حتیٰ کہ دم کرانے اور سنگی لگوانے تک کی پروا نہ کی۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان کا اللہ پر توکل اور بھروسہ تھا۔ اپنی مشکلات صرف اللہ کے سامنے پیش کرتے تھے اور اللہ کی قضا و قدر کے علاوہ کسی کی طرف بھی ان کی توجہ نہ تھی۔ وہ صرف اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے، اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی مرضی کے مطابق آتی ہیں لہٰذا وہ مصائب و مشکلات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں جناب یعقوب علیہ السلام کا رجوع الی اللہ منقول ہے کہ: ﴿ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ ﴾ انہوں نے کہا کہ ''میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

12۔ ہر امت کو اپنے نبی کے ساتھ الگ اٹھایا جائے گا۔

13۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو بالعموم بہت تھوڑے لوگوں نے قبول کیا۔

14۔ جس نبی علیہ السلام پر ایک بھی شخص ایمان نہ لایا وہ قیامت کے دن اکیلا ہی آئے گا۔

15۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہے کہ: کثرت تعداد پر مغرور اور قلت تعداد پر پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قلت یا کثرت معیار حق نہیں۔

16۔ نظر بد اور زہریلی چیز کے ڈسنے سے دم کرنا [اور دم کروانا] جائز ہے۔

17۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے قول (قد أحسن من انتهى إليه ما سمع) (جس نے اپنی سماعت کے مطابق عمل کیا اس نے اچھا کیا) سے سلف صالحین کے علم کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

18۔ سلف صالحین، بے جا تعریف وستائش سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

19۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "أنت منهم" کہ تو ان میں سے ہے۔ آپ کا یہ قول آپ کے صدق نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

20۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

21۔ بوقت ضرورت تصریح کی بجائے اشارہ وکنایہ میں گفتگو کرنا جائز ہے۔

22۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی اعلی اور احسن اخلاق کے مالک تھے۔

شرح باب:

یہ باب گزشتہ باب کی تکمیل اور اس کے تابع ہے

جب اقوال وافعال اور ارادہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کمال اخلاص ہو تو اس سے شرک اکبر اور شرک اصغر کے علاوہ قولی اور اعتقادی؛ فعلی اور عملی بدعات سے نجات ملتی ہے۔ اور شرک اکبر سے مکمل سلامتی ملتی ہے جو کہ درحقیقت توحید کی بنیاد کے بالکل متناقض ہے۔ اور شرک اصغر سے بھی نجات ملتی ہے جو کہ کمال توحید کے منافی ہے۔ اور ان بدعات اور معاصی سے نجات ملتی ہے جن سے توحید مکدر رہوتی ہے۔ اور وہ امور کمال توحید کے منافی ہیں۔ اور توحید کے ثمرات حاصل ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

اور جو کوئی توحید کے حقائق کو بجالاتا اور مکمل کرتا ہے؛ یعنی جب اس کے دل میں ایمان وتوحید اور اخلاص بھر جاتے ہیں تو پھر اس کے اعمال سے ان کی تصدیق ہونے لگتی ہے؛ اور وہ انسان بخوشی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کے خوف سے [اور اس کی محبت میں] اس کے سامنے سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔ اور کسی گناہ پر اصرار کر کے دامن توحید کو داغدار نہیں کرتا۔ پس یہ وہ انسان ہے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوگا؛ اور ان لوگوں میں سے ہوگا جو پہلے پہل جنت میں داخل ہو کر ٹھکانہ پائیں گے۔

توحید کی تحقیق وحقیقت میں جو چیز بطور خاص داخل ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثرت کے ساتھ الحاح؛ اور اللہ تعالیٰ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتہائی قوی توکل؛ کہ انسان کا دل کسی بھی معاملہ میں مخلوق کی طرف نہ لگے۔اور نہ ہی وہ اپنے دل میں ان چیزوں سے کچھ دلچسپی رکھے۔نہ ہی ان سے اپنی زبان سے سوال کرے اور نہ ہی اپنے حال سے۔ بلکہ اس کا ظاہر اور باطن؛ اور اقوال وافعال؛ اس کی محبت اور بغض اور دیگر تمام احوال سے مقصود ومطلوب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہو۔اس عظیم الشان مقام تک رسائی کے لیے لوگوں کے مختلف درجات ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾[الانعام ۱۳۲]

''ہر ایک کے لیے وہ درجات ہیں جو انہوں نے عمل کیا''۔

تحقیق/یعنی توحید کی حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف تمنائیں رکھی جائیں؛ اور حقائق سے خالی دعوے کئے جائیں۔اور نہ ہی میٹھی اور جھوٹی امیدیں رکھی جائیں۔ بیشک یہ اس وقت ہوتا ہے جب دلوں میں عقائد اور ایمان اور ''احسان'' کے حقائق موجود ہوں اور اعلی اخلاقیات سے ان کی تصدیق ہوتی ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی جلیل القدر اعمال صالحہ بھی بجالائے جائیں۔

پس جو کوئی توحید کے حقائق کو ان کی روشنی میں پورا کرتا ہے؛ تو اسے وہ تمام فضائل حاصل ہونگے جن کی طرف اس باب میں اشارہ گزرا ہے۔واللہ اعلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:الخوف من الشرك

شرک سے خوف کا بیان

[اس باب میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شرک سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾۔ (النساء ۴۸)

''اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، اس سے کم جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے''۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَاجْنُبْنِيَ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾[ابراهيم ۳۵]

''اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا''۔

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ .)) ❶

''مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ ڈر شرک اصغر کا ہے''۔

پوچھا گیا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دکھلاوا (ریاکاری)'' ❷۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ (مسند احمد:428 / 5و مجمع الزوائد: 102 / 1و معجم الكبير للطبرانی ، ح: 4301)

❷ [مسند احمد ۵/۴۲۹] ریاکاری، غیر اللہ کی قسم اٹھانا، گلے میں تعویذ ڈالنا، چھلے پہننا، دھاگے باندھنا یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا یہ تمام امور شرک ہونے کی بنا پر ناقابل معافی ہیں۔ پس ان تمام کاموں سے اور بالخصوص شرک اکبر سے ڈر کر اور بچ کر رہنا چاہئے۔ چونکہ شرک انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے؛ اس لیے چاہئے کہ شرک کی تمام انواع واقسام سے خوب واقفیت ہوتا کہ شرک میں ملوث ہونے سے محفوظ رہ سکے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ خوف اور ڈر، ریاکاری سے کیوں تھا؟ اس کے برے اثرات اور نتائج کی بنا پر یہ ناقابل معافی گناہ ہے اور اس لیے بھی کہ اس سے اکثر لوگ غافل رہتے ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق اس گناہ کا زیادہ اندیشہ تھا۔ ریا کی دو اقسام ہیں۔
(الف) ایک تو منافق کی ریاکاری اور دکھلاوا ہے جس کا تعلق اصل دین کے ساتھ ہے یعنی وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اسلام کا اظہار کرتا ہے جبکہ باطن میں کفر چھپائے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: [یہ (منافقین) لوگوں کے لیے دکھلاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں][النساء 142]
(ب) دوسری، مسلمان موحد کی ریا ہے۔ جیسے کوئی لوگوں کو دکھانے یا شہرت حاصل کرنے کے لیے خوب بنا سنوار کر نماز ادا کرے اور یہ شرک اصغر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ مَاتَ وَ هُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَ خَلَ النَّارَ .))❶۔

''جو شخص غیر اللہ کو پکارتے پکارتے مر گیا وہ جہنم میں داخل ہوگا'' ۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ . وَ مَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً دَخَلَ النَّارَ .))❷۔

''جس شخص کو اس حالت اللہ سے ملا کہ اُس نے شرک نہیں کیا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا؛ اور جو اس حال میں اس سے ملا کہ وہ شرک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔

اس باب کے مسائل:

1۔انسان کو ہر وقت شرک سے ڈرتے ہوئے اور بچ کر رہنا چاہئے۔

2۔ریا کاری بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

3۔ریا کاری شرک اصغر ہے۔

4۔نیک لوگوں پر باقی گناہوں کی نسبت ریا کاری کا اندیشہ زیادہ ہے۔

5۔جنت اور جہنم (انسان کے) قریب ہیں۔

6۔اس ایک ہی حدیث میں جنت اور جہنم کے قریب ہونے کا اکٹھے ذکر کیا گیا ہے۔

7۔شرک نہ کرنے والا آدمی جنت میں ضرور جائے گا اور جسے شرک کی حالت میں موت آئی وہ جنت میں نہیں جا سکتا بلکہ وہ جہنم میں جائے گا اگرچہ وہ بہت بڑا عابد اور زاہد ہی کیوں نہ ہو۔

8۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بتوں کی عبادت سے محفوظ رہنے کی دعاء۔

9۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ: آپ نے اکثریت کی حالت سے عبرت حاصل کی اور دعا کی:

﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾[براهيم 36]

''اے میرے رب! بیشک انہوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے''۔

10۔ان احادیث سے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تفسیر واضح ہوتی ہے؛ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان ہے۔

11۔شرک سے محفوظ رہنے والوں کی فضیلت۔

شرح باب:

توحید الوہیت اور عبادت میں شرک ہر لحاظ سے توحید کے منافی ہے۔شرک کی دو اقسام ہیں: شرک جلی؛ اور شرک خفی۔

شرک جلی کو شرک اکبر اور شرک خفی کو شرک اصغر بھی کہا جاتا ہے۔

---

❶ (صحيح البخاري ، التفسير ، باب قوله تعالىٰ (ومِن الناسِ من يتخِذ مِن دونِ اللهِ نِدادا) ح:4497)

❷ (رواه البخاري؛ مسلم ، الايمان ، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شَيئا دخل الجنة ..... ، ح:93)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرك اكبر :

اس کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ساجھی بنایا جائے؛ اور اسے ایسے ہی پکارا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے۔ اور اس کا خوف دل میں رکھا جائے۔ اور اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ اور اس سے ایسے محبت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ یا پھر عبادت کی جملہ اقسام میں سے کوئی ایک عبادت اس کے لیے بجالائی جائے۔ اس شرک کی صورت میں ایسے انسان کے پاس توحید کا کوئی معمولی سا حصہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ایسا انسان وہ مشرک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے؛ اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہی ہوگا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ غیر اللہ کے لیے بجالائے جانے والی عبادت کو عبادت ہی کہے یا پھر اسے وسیلہ کہے یا کوئی دوسرا نام دے۔ یہ تمام باتیں شرک اکبر ہیں۔ اس لیے کہ اعتبار چیزوں کی حقیقت اور اس کے معانی کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ اور عبارت کا۔

شرك اصغر:

اس میں وہ تمام اقوال و فعال شامل ہوتے ہیں جو شرک اکبر تک پہنچنے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ جیسے مخلوق کی شان میں اتنا غلو جو کہ عبادت کے مرتبہ تک نہ پہنچتا ہو۔ اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا؛ اور معمولی قسم کی ریاکاری کرنا۔ اور اس طرح کے دیگر امور۔

شرک توحید کے منافی ہے۔ پس اگر شرک شرکِ اکبر ہو تو اس کی وجہ سے مشرک جہنم میں داخل ہوگا؛ اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہے گا؛ اور اس پر جنت حرام کردی گئی ہے۔ اور انسان کو سعادت مندی اور کامیابی اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک اس سے کلی طور پر اجتناب نہ کرلے۔ پس انسان پر یہ حق ہے کہ وہ شرک سے ڈر کر رہے؛ اور دور رہے۔ اور اس کے اسباب اور وسائل اور ذرائع سے بھی بچتا رہے؛ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کی دعا مانگتا رہے جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا طریقہ کار رہا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے دل میں توحید اور ایمان اور اخلاص کو بڑھانے اور اسے قوت دینے کے لیے اپنی کوششیں بروئے کار لائے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہونا چاہیے۔ اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے؛ اور اس کا خوف ہو؛ اور اسی سے امیدیں اور آرزوئیں وابستہ کی جائیں۔ اور بندہ اپنے ہر ایک قول و فعل میں؛ اور ظاہری اور باطنی طور پر منع کردہ امور کے ترک کرنے میں اس کی رضامندی اور ثواب کا متلاشی رہے۔ بلاشک وشبہ اللہ کے لیے اخلاص شرک اکبر اور شرک اصغر کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اور جو کوئی بھی جس قدر بھی شرک میں گرفتار ہوتا ہے؛ یقیناً اس کے اخلاص میں اس قدر کمی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: الدعا الی شھادۃ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

باب: لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔﴾ (یوسف: ۱۰۸)

''فرما دیجیے: میرا راستہ تو یہ ہے، میں بھی بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیروکار بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور مشرکین میں سے نہیں ہوں''۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

((اِنَّكَ تَاْتِیْ قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . وفی رواية اِلٰی اَنْ یُوَحِّدُوا اللّٰهَ . فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ . فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُوْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ . فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَ كَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ .)) [1]

''تمہارا جانا اہل کتاب کے پاس ہوگا تمہیں چاہیے کہ سب سے پہلے ان کو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار کی دعوت دو''۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرلیں''۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر اس کا بھی مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تو ان کے عمدہ مال وصول کرنے سے احتراز کرنا اور مظلوم کی آہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ مظلوم کی آہ و پکار اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا''۔

صحیحین میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] (صحیح البخاری، الزکا، باب لا توخذ کرائم اموال الناس فی الصدقة، ح: 1458، 1496، 2448، 4347، 7372 وصحیح مسلم، الایمان، باب الدعا الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ح:19)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ؛ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ يَفْتَحِ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ)) . فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا .

فَلَمَّا اَصْبَحُوْا غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُّعْطَاهَا . فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ؟ فَقِيْلَ : هُوَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ"۔ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَ دَعَا لَهُ فَبَرِاَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ . فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ . فَقَالَ :((اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ .))[1] يَدُوْكُوْنَ اَيْ يَخُوْضُوْنَ .

''میں کل ایسے شخص کو پرچم دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ پس رات بھر صحابہ رضی اللہ عنہم سوچتے رہے کہ یہ پرچم کس کو دیا جائے گا؟ صبح کے وقت تمام صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ پرچم اسے دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ان کی آنکھ درد کر رہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آدمی بھیج کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی؛ آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اس طرح تندرست ہو گئے جیسے ان کو کوئی درد ہی نہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا اور فرمایا: مجاہدین کو لے کر نکل جاؤ اور میدان معرکہ میں جا کر دم لو۔ اور پھر ان کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ آپ کے ہاتھ پر ایک آدمی کو ہدایت دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ رسول اکرم ﷺ کے متبعین کا انداز تبلیغ یہ ہے کہ وہ پہلے لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔

2۔ اخلاص نیت کی بھی ترغیب ہے کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ دعوت الی الحق کے کام میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگوں کو بالعموم اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔

3۔ دعوت کے کاموں میں بصیرت سے کام لینا ضروری ہے۔

4۔ توحید کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب اور نقص سے پاک تسلیم کیا جائے۔

5۔ شرک کی ایک قباحت یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں گالی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج: 3701و صحیح مسلم، فضائل الصحاب، باب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ح:2406۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6۔اس باب کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کو مشرکین سے الگ تھلگ اور دور رہنا چاہئے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرک نہ کرنے کے باوجود ان کے ساتھ میل جول کی بنا پر ان کا ساتھی بن جائے۔

7۔واجبات دین میں توحید اولین واجب مسئلہ ہے۔

8۔نماز اور دیگر احکام دین سے پہلے توحید کی تبلیغ کی جائے۔

9۔رسول اللہ ﷺ کے فرمان ان یوحدوا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا جائے۔

10۔کچھ لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود عقیدہ توحید سے کماحقہ باخبر نہیں ہوتے یا جاننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے۔

11۔یہ آگاہی بھی ہوئی کہ دین کی تعلیم مرحلہ وار دینی چاہئے۔

12۔مراحل تبلیغ میں اہمیت کے مطابق مسائل بیان کئے جائیں۔

13۔زکواۃ کے مصرف کا بھی بیان ہے۔

14۔معلم کا فرض ہے کہ وہ متعلم کے شبہات کو بھی دور کرے۔

15۔زکواۃ وصول کرتے وقت چن کر عمدہ اور قیمتی مال لینا منع ہے۔

17۔مظلوم کی آہ و بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

18۔سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیا کرام پر مشقتوں، بھوک اور تکالیف کا گزرنا بھی توحید کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

19۔رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ: ''میں کل یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا'...... '' علامات [معجزات] نبوت میں سے ہے۔

20۔نبی کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب ڈالنا اور ان کا فوراً صحت یاب ہو جانا بھی آپ کا معجزہ ہے۔

21۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ظاہر ہے۔

22۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہے کہ وہ ساری رات یہ سوچتے رہے کہ صبح یہ پرچم کس خوش نصیب کو ملنے والا ہے۔اور اس سوچ میں وہ فتح کی بشارت بھول گئے۔(گویا ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خصوصی محبت کا اعزاز فتح کی بشارت سے زیادہ عزیز تھا۔)

23۔ایمان بالقدر بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرچم ایسے آدمی کو ملا جس نے اس کے حصول کی خواہش یا کوشش نہیں کی بلکہ کوشش کرنے والے اور خواہش رکھنے والے اسے حاصل نہ کر سکے۔

24۔رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمانا: ''علی رِسلِك '' (کہ سیدھے جاؤ) اس میں آداب کی تعلیم ہے۔

25۔جنگ سے پیشتر کفار کو اسلام کی دعوت دینی چاہئے۔

26۔لوگوں سے اولین خطاب ہو یا قبل ازیں جنگ ہو چکی ہو یا دعوت دی جا چکی ہو، ہر صورت میں جنگ سے قبل اسلام کی دعوت دینا مشروع ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

27۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ:''ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق عائد ہیں وہ انہیں بتلانا''اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت حکمت اور دانائی کے ساتھ پیش کرنی چاہئے۔

28۔ایک مسلمان کو اسلام میں مقرر کردہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے روشناس ہونا چاہئے تاکہ وہ دوسروں کو بھی تعلیم دے سکے۔

29۔جس کسی کے ہاتھوں ایک بھی آدمی ہدایت پا جائے اس کے لیے بڑا ثواب اور بڑی عظمت ہے۔

30۔فتوی پر قسم اٹھانے کا جواز۔

اس باب کی شرح:

باب:لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت کا بیان

ان ابواب میں یہ ترتیب جسے مؤلف رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے؛انتہائی مناسب اور عمدہ ترتیب ہے۔اس سے پہلے ابواب میں آپ نے توحید کے وجوب اور اس کے فضائل کا ذکر کیا تھا۔اور توحید اور اس کی تکمیل کی ترغیب دی تھی؛کہ اسے ظاہری اور باطنی طور پر مکمل کیا جائے؛اور اس کے مخالف امور سے بچ کر رہا جائے۔اس سے انسان کے نفس میں توحید کامل ہو جاتی ہے۔

پھر اس باب میں اس توحید کی تکمیل کا ایک پہلو یہ بھی ذکر کیا کہ دوسروں کو اس کی دعوت دی جائے۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اقرار کی دعوت دی جائے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے تمام مراتب کو پورا نہ کر لیا جائے۔اور پھر دوسروں میں بھی توحید کے مراتب مکمل کرنے کے لیے کوشش کرے۔یہ درحقیقت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقہ اور راستہ ہے۔یہ ہستیاں اپنی امتوں کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔اور یہی طریقہ امام الانبیاء وسید المرسلین علیہ السلام و ﷺ کا تھا۔آپ کا سب سے بڑا کام ہی اس توحید کی دعوت تھی۔آپ حکمت کے ساتھ اور عمدہ اور دلنشین وعظ کے ساتھ اور اچھے رد کے ساتھ لوگوں میں یہ دعوت پیش کرتے تھے۔آپ نہ ہی کبھی اس دعوت سے علیحدہ ہوئے اور نہ ہی کبھی اس کی تبلیغ میں کمزوری دیکھائی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں پر بہت بڑی مخلوق کو ہدایت نصیب فرمائی۔اور آپ کی دعوت کی برکت سے یہ دین زمین کے مشرق ومغرب میں پھیل گیا۔آپ خود بھی توحید کی دعوت دیتے اور اپنے نمائندوں اور سفیروں اور ماننے والوں کو بھی حکم دیتے کہ وہ سب سے پہلے لوگوں کو توحید کی دعوت دیں۔اس لیے کہ تمام اعمال کی اصلاح و درستگی اور قبولیت کا مدار توحید پر ہے۔

جیسے انسان خود اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم ہوتا ہے؛ایسے ہی اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بھی اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی توحید

یہ باب اس بات کو ثابت کرنے کے لیے قائم کیا ہے کہ توحید کی تکمیل اور شرک سے بچنے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ دوسروں کو توحید کی دعوت دی جائے۔کیونکہ کسی بات کا دل میں اعتقاد رکھنا،زبان سے اس کا اقرار کرنا اور اس سے دوسروں کو مطلع کرنا یہ سب امور گواہی میں شامل ہوتے ہیں۔توحید کی طرف دعوت دینے سے مقصود،اس کی تمام تفصیلات اور اقسام کی طرف بلانا،سمجھنا اور شرک کی توضیح کر کے اس کی تمام انواع سے باز رہنے کی دعوت دینا ہے اور یہ ایک انتہائی اہم کام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی طرف دعوت دے۔اور جو کوئی بھی اس کے ہاتھ پر ہدایت پالے گا؛ تو اس کے لیے ان سب کے برابر اجر ہوگا؛ اور ان میں سے کسی ایک کے اجر میں بھی کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت؛ خصوصاً ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے اقرار کی دعوت ہر ایک پر واجب ہے؛ تو یہ واجب ہر انسان کی استطاعت کے اعتبار سے ہے۔

پس عالم پر واجب ہوتا ہے کہ دعوت وارشاد کے ذریعہ اس کو بیان کرے۔لوگوں کو توحید کی راہ دکھانا عام انسان کی نسبت سے عالم پر بڑا واجب ہے۔

اور جس انسان کے جسم اور ہاتھ میں طاقت ہو؛ یا اس کے پاس مال خرچ کرنے کے امکان ہوں؛ یا پھر وہ اپنے مقام ومرتبہ سے اثر انداز ہوسکتا ہو؛ تو اس پر یہ فریضہ اس انسان کی نسبت بڑا فریضہ ہے جس کے پاس یہ امکانات نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾[التغابن ۱۲]

''تم سے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو''۔

اس انسان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں جو دین کے معاملہ میں معاون ومددگار ہو؛ بھلے وہ آدھا کلمہ ہی کیوں نہ کہے۔بیشک اس وقت ہلاکت انسان کا مقدر ہو جاتی ہے جب وہ اپنی استطاعت کے مطابق دین کی دعوت ترک کردے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:تفسیر التوحید و شهادة اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

باب: توحید اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾[اسراء ۵۷]

''جن کو یہ پکارتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ کے متلاشی ہیں کہ کون زیادہ مقرب ہے؛ اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں؛ بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الزخرف: ۲۶ تا ۲۸)۔

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''جن کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں؛ ہاں جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے سیدھی راہ دکھائے گا؛ اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ [اللہ کی طرف] رجوع کریں''۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ **(التوبة: ۳۱)**۔

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا تھا''۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۶۵)

''کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ حالانکہ ایمان والے سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((مَنْ قَالَ لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ كَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَ دَمُهٗ وَ حِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَل .))[ح:23]

''جس نے ''لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰه'' کا اقرار کیا؛ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی عبادت کی جاتی ہے اس کا انکار کیا؛ تو اس کی جان اور مال محفوظ ہو گیا، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے''۔

آئندہ آنے والے ابواب میں اسی عنوان لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا مطلب؛ شرح اور وضاحت پیش کریں گے۔

اس باب کے مسائل:

1۔اس میں سب سے اہم مسئلہ توحید اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے کی تفسیر ہے جسے متعدد آیات و احادیث سے واضح کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک:

2۔سورت الاسراء کی آیت 57 ہے جس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو صالحین اور بزرگان کو پکارتے ہیں، اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ ایسا کرنا شرک اکبر ہے۔

3۔اس باب میں سورت التوبہ کی آیت 31 بھی ہے؛ جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ:''اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اپنے علما اور بزرگوں کو بھی رب بنا رکھا تھا'' حالانکہ انہیں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اس آیت کی وہ تفسیر جس میں کوئی اشکال یا ابہام نہیں، یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علما اور بزرگوں کو مصیبت یا مشکل کے وقت پکارتے ہی نہیں تھے بلکہ معصیت کے کاموں میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔(اور اسی کو معبود اور رب بنانا کہا گیا ہے)۔

4۔اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا بھی تذکرہ ہے جو انہوں نے کفار سے کہی تھی:

﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۞ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ﴾ (الزخرف:٢٦ –٢٧)۔

''جن کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں؛ ہاں جس نے مجھے پیدا کیا''۔

یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے معبودان باطلہ سے اپنے حقیقی رب کو مستثنیٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار سے اس طرح کی برات و بے زاری اور اللہ تعالیٰ کی موالات و محبت کا اظہار ہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الزخرف:٢٦ تا ٢٨)۔

''اور یہ کلام اپنے پیچھے اپنی قوم میں چھوڑ گئے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں''۔

5۔نیز ایک دلیل، سورہ بقرہ کی وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ [البقرة:167]

''وہ جہنم سے نکالے جانے والے نہیں ہیں''۔

اور ان کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں، اور اللہ کے شریکوں سے یوں محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ نیز واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت رکھتے ہیں لیکن ان کی یہ محبت انہیں اسلام میں داخل نہیں کر سکی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ذرا غور کریں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتھ ساتھ غیر اللہ سے محبت کرنے والے مسلمان نہیں تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شریکوں سے محبت کرنے والوں یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

6۔ اور ایک دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذی شان بھی ہے کہ: ''جس آدمی نے کلمہ لا إله إلا الله کا اقرار کیا؛ اور معبودان باطلہ کا انکار کیا اس کا مال اور خون (جان) محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب یعنی باقی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے''۔

یہ فرمان مبارک کلمہ لا إله إلا الله کے معنی و مفہوم کو صحیح طور پر واضح کرتا ہے۔ کہ محض اس کلمہ کو زبان سے ادا کر لینے اور اس کے معنی کی معرفت حاصل کر لینے، اقرار کر لینے اور اکیلے اللہ کو بغیر شریک ٹھہرائے پکار لینے سے مال و جان کو تحفظ نہیں مل جاتا بلکہ مال و جان کو تحفظ اسی وقت ہی مل سکتا ہے جب اس کے ساتھ ساتھ معبودان باطلہ کا انکار بھی کیا جائے۔ یاد رہے کہ اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی ایک میں بھی ذرا سا شک یا توقف کیا تو اس کی جان اور مال کو تحفظ و امان حاصل نہ ہو سکے گا۔ غور کریں یہ مسئلہ کس قدر اہم، عظیم اور کس قدر واضح ہے اور مخالفین کے خلاف کتنی بڑی قاطع دلیل ہے۔

اس باب کی شرح:

توحید کی تفسیر اور لا إله إلا الله کی گواہی۔

ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور ان کا تعلق مترادفین کے ایک دوسرے پر عطف کے باب سے ہے۔

یہ مسئلہ دین کے بڑے اہم ترین مسائل میں سے ہے؛ جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

تفسیر توحید کی حقیقت یہ ہے کہ: توحید کا علم ہونا: اور اس بات کا اعتراف کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات کمال میں اکیلے اور وحدہ لاشریک ہیں؛ اور اسی کے لیے خالص عبادت بجالانا۔ اس کا اصل مرجع دو باتیں ہیں:

اول: غیر اللہ سے ہر قسم کی الوہیت کی نفی؛ یہ کہ انسان اچھی طرح جان لے اور یہ عقیدہ رکھے کہ صرف وہی الوہیت کا مستحق ہے؛ اور مخلوق میں سے کوئی ایک بھی عبودیت میں سے کسی ایک چیز کا بھی کچھ بھی مستحق نہیں ہو سکتا؛ خواہ وہ کوئی نبی اور رسول ہو یا پھر کوئی مقرب فرشتہ وغیرہ۔ عبادت میں مخلوق میں سے کسی ایک کا بھی کوئی بھی حصہ نہیں ہے۔

دوم: صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے الوہیت کا اثبات؛ اس کی وحدانیت اور انفرادیت کا اقرار۔ یعنی تمام عالی شان صفات کمال صرف ایک اللہ کے لیے مانی جائیں۔ اس لیے کہ صرف خود یہ عقیدہ رکھ لینا ہی کافی نہیں ہے؛ حتی کہ انسان تمام تر دین کو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے خالص کر دے۔ اور اسلام اور ایمان کے ارکان بجالائے۔ احسان کے مراتب پورے کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مخلوق کے حقوق ادا کرے۔ اس تمام عمل سے مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا حصول ہو۔

اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اس کلمہ کی مکمل درست تفسیر اور اس کے معانی کی حقیقی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے جب غیر اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت سے برأت کا اظہار کیا جائے۔ اور یہ کہ ایسے محبوب بنانا جن سے ایسے محبت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے؛ یا پھر ان کی اس طرح سے اطاعت کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے؛ یا اس کے لیے ایسے اعمال سرانجام دینا جیسے اعمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بجالائے جاتے ہیں؛ یہ سارے کام لا إلہ إلا اللہ کی تفسیر اور معانی کے بہت سخت منافی ہیں۔

اور مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: لا إلہ إلا اللہ کی سب سے اہم اور بڑی تفسیر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں ہے:

((اَنَّـهٗ قَالَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ كَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَ دَمُهٗ وَ حِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَل .)) ❶

''جس نے ''لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه'' کا اقرار کیا؛ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی عبادت کی جاتی ہے اس کا انکار کیا؛ تو اس کی جان اور مال محفوظ ہو گیا، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے''۔

پس اس حدیث میں صرف ان الفاظ کی ادائیگی پر جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری نہیں اٹھائی۔ اور نہ ہی اس کے الفاظ و معانی کی معرفت اور ان کے اقرار پر اس ذمہ داری کو موقوف کیا ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ صرف اس بات کو بھی کافی نہیں سمجھا گیا کہ کوئی انسان اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتا۔ بلکہ حقیقت میں کسی کا مال اور خون اس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتے جب تک وہ غیر اللہ کی عبادت کا انکار نہ کرے۔ اگر اس میں کوئی توقف اختیار کرے؛ یا پھر شک وشبہ میں پڑ جائے تو اس کا مال اور خون حرام نہیں ہوگا۔

پس اس سے واضح ہوا کہ: یہ عقیدہ رکھنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت بجالانا واجب ہے۔ اور پھر اس عقیدہ کا اظہار زبان سے بھی کرے؛ اور ان تمام چیزوں سے برأت کا اظہار کرے جو قولاً یا فعلاً اس عقیدہ کے خلاف ہوں۔

اور ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان لوگوں کی محبت دل میں پیدا نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کی نصرت و مدد کی جائے۔ اہل کفر وشرک سے بغض اور دشمنی نہ رکھی جائے۔ اس موقع پر محض الفاظ کسی بھی چیز سے بے نیاز نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی حقیقت کے مقابلہ میں خالی خولی دعوے کام آ سکتے ہیں۔ بلکہ علم اور عقیدہ اور قول وعمل میں مطابقت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ بلاشک وشبہ یہ تمام اشیاء آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ جب بھی ان میں سے ایک چیز پیچھے چھوڑ دی جائے تو باقی اشیاء بھی پیچھے رہ جاتی ہیں [یعنی ان میں کمی آ جاتی ہے]۔

---

❶ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جان اور مال کی حفاظت کو دو باتوں کے ساتھ معلق اور مشروط فرمایا ہے:

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسان ''لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه'' کی علم اور یقین کامل سے شہادت دے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ انسان ہر اس شخص اور ذات سے بیزاری اختیار کرے جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت ہو رہی ہو۔ اس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے صرف الفاظ تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ قول اور عمل دونوں کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ ''جب تک (لوگ) شریعتِ اسلامیہ کے ظاہری احکام پر عمل نہ کریں اس وقت تک ان سے جنگ جاری رکھی جائے گی۔ اگرچہ وہ ''لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' کا اقرار کرتے ہوں اور بعض احکام شریعت پر عامل ہوں جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں سے جنگ کا اعلان فرمایا تھا جنھوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ تمام فقہائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے''۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ ''جو جماعت یا گروہ چند نمازیں ادا کرے اور چند چھوڑ دے یا روزے نہ رکھے یا حج نہ کرے یا جس شخص کا خون حرام ہے اس کی پرواہ نہ کرے یا لوگوں کا مال لوٹتا پھرے یا شراب کا عادی ہو، یا جوا کھیلتا ہو یا محرم عورت سے نکاح کرے یا جہاد ترک کر دے یا اس کے علاوہ واجباتِ دین میں سے امرِ واجب کو بلا عذر شرعی ترک کر دے، جس کے ترک پر کفر لازم آتا ہو، ایسے گروہ سے جنگ کرنا ضروری ہے اگرچہ وہ گروہ مندرجہ بالا احکام کا زبانی طور پر اقرار بھی کرتا ہے''۔ [جاری ہے:]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بقیہ حاشیہ.....

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گویا اس منصب کی تیاری کے مترادف تھا۔غرض یہ تھی کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ پہلے سے قلب و ذہن کو اس ذمہ داری کے لئے پوری طرح آمادہ اور تیار کرلیں۔

لَا اِلٰـہ اِلَّا اللـہ کے اقرار وشہادت کے لئے سات شرائط کا پایا جانا لازمی ہے کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والوں میں جب تک یہ شرائط نہ ہوں گی اس وقت تک اس کے فوائد برکات کا حصول ممکن نہیں ہے:

۱۔ کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والا ایسے علم سے بہرہ مند ہو جو جہالت کی ضد ہے۔

۲۔ ایسے یقین سے آراستہ ہو جو شک سے پاک ہو۔

۳۔ ایسی پذیرائی سے مالا مال ہو جس میں تردید کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

۴۔ ایسی اطاعت اس کو نصیب ہو جس میں شرک کا امکان نہ ہو۔

۵۔ ایسے اخلاص پر فائز ہو جس میں شرک کا کوئی پہلو نہ پایا جائے۔

۶۔ صدقِ مقال کا وہ مقام حاصل ہو کہ جس میں کذب نہ ہو۔

۷۔ توحید سے ایسی محبت رکھے جس میں شرک کی مخالفت پائی جائے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''شریعت اسلامی کے مطالعہ سے بالبداہت یہ ثابت ہے، نیز ائمہ اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلام کی رُوح یا سب سے پہلے انسان جس چیز کا مکلّف اور مامور ہے وہ لَا اِلٰـہ اِلَّا اللہ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ کا اقرار ہے۔ یہی کلمہ وہ حدِ فاصل ہے جس کے اقرار کے بعد ایک کافر، مسلمان کہلاتا ہے اور دشمن دوست بن جاتا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کے اقرار سے پہلے انسان کی جان اور اس کا مال مسلمانوں کے لئے جائز اور مباح تھے، اور اس کے اقرار کے بعد اس کی جان اور مال مسلمانوں پر حرام قرار پائے۔ کوئی شخص اگر کلمہ شہادت کا صدقِ دل سے اقرار کرے گا تو ایمان اس کے قلب میں داخل ہو جائے گا اور اسے مومن کہا جائے گا اور اگر کسی شخص نے صرف زبان سے اقرار کیا اور دل میں اس پر یقین نہ کیا تو ایسے شخص کو بظاہر مسلمان ہی کہا جائے گا لیکن حقیقت میں وہ مومن نہ ہوگا۔ البتہ جو شخص قدرت اور طاقت کے ہوتے ہوئے اس کلمہ شہادت کا اقرار نہ کرے، ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے۔ اس پر سلف صالحین، ائمہ کرام اور جمہور محدثین کا اتفاق ہے''۔

اس فرمان نبوی سے یہ بھی پتہ چلا کہ کلمہ شہادت کے اقرار اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت مان لینے کے بعد ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑا اور اہم ترین کام نماز کا ادا کرنا ہے۔ جو کہ شہادتین کے اقرار کے بعد نماز سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اس ارشادِ نبوی ﷺ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ، امراء سے لے کر فقراء میں تقسیم کر دینی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فقراء کا خصوصی طور پر ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں ان کا حق مقدم اور موکد ہے بنسبت دوسرے مصارف کے۔ ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام وقت ہی زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے، یا تو وہ خود وصول کرے یا اپنے کسی نائب کے ذریعے سے وصول کرے، جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس سے زبردستی اور سختی سے وصول کی جاسکتی ہے۔ مختلف اشیاء کو جمع کر کے ان کی زکوٰۃ اگر ایک ہی چیز سے نکال دی جائے تو ادا ہو جائیگی۔ غنی اور غیر مولفۃ القلوب کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے مجنون اور بچے کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مظلوم کی دعا کو روک دینے کے لئے ترک ظلم اور ادائے عدل کو سپر بنانا چاہیے۔ کیونکہ عدل و انصاف اور ترک ظلم، یہ دو اعمال ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان دنیا اور آخرت کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:من الشرك لبس الحلقة و الخيط لرفع البلاء أو دفعه

باب: رفع بلا اور دفع مصائب کے لئے چھلا پہننا، دھاگا ڈالنا بھی شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾[الزمر ۳۸]

''فرمادیں: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے اس نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى رَجُلًا فِيْ يَدِهٖ حَلْقَةٌ مِّنْ صُفْرٍ فَقَالَ ﷺ:(مَا هٰذِهٖ)قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ . فَقَالَ:(اَنْزِعْهَا فَاِنَّهَا لَا تَزِيْدُكَ اِلَّا وَهْنًا فَاِنَّكَ لَوْمُتَّ وَ هِيَ عَلَيْكَ مَآ اَفْلَحتَ اَبَدًا .))۔ ❶

''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا چھلہ دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ واہنہ (کمزوری) کی وجہ سے ہے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اُتار دے، یہ تجھے کمزوری کو سوا کچھ فائدہ نہ دے گا''۔ اگر اس چھلہ کو پہنے ہوئے تجھے موت آ گئی تو تو کبھی نجات نہ پائے گا۔ [امام احمد رحمہ اللہ نے اس روایت کو ایسی سند سے بیان کیا ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہے'']۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَآ اَتَمَّ اللّٰهُ لَهٗ وَ مَنْ تَعَلَّقَ وَدْعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَـهٗ .)) ❷

وفی روایة:((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَة فَقَدْ اَشْرَكَ .)) ❸

''جس نے کوئی تمیمہ لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے سیپ باندھی اللہ تعالیٰ اسے آرام نہ دے''۔

اور ایک روایت میں ہے: ''جس نے کوئی تمیمہ (تعویذ، منکا وغیرہ) لٹکایا، تو اس نے شرک کیا'' ❶۔ [یہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر]

❶ (مسند احمد : 445 / 4و سنن ابن ماجه ، الطب ، باب تعلق التمائم ، ح:3531)

❷ [مسند احمد 4/ 153] ❸ [(مسند احمد :153 / 4)]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے:

(اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا فِیْ یَدِهٖ خَیْطٌ مِنَ الْحُمّٰی فَقَطَعَهٗ)❷۔

''آپ نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار سے تحفظ کے لیے دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو انہوں نے اسے کاٹ ڈالا؛ اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ [یوسف106]

''اوران میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں''۔

اس باب کے مسائل:

1۔(بیماری سے تحفظ کی نیت سے) چھلا پہننا اور دھاگہ وغیرہ باندھنے کی سخت ممانعت۔

2۔اگر صحابی بھی اس نیت سے کوئی چیز پہنے، باندھے یا لٹکائے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ بھی کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔حدیث میں صحابہ کی اس ٹھوس بات کے لیے شاہد بھی موجود ہے کہ شرک اصغر، کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

3۔جہالت کے سبب بھی ان اعمال کے مرتکب کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

4۔یہ چیزیں دنیا میں بھی مفید نہیں؛ بلکہ مضر ہیں؛ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہ تیری بیماری کو مزید بڑھائے گا''۔

5۔ایسی چیزیں استعمال کرنے والے کو سختی سے روکنا چاہئے۔

6۔یہ واضح رہے کہ جو شخص، کوئی چیز باندھے یا لٹکائے تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

7۔یہ بھی واضح ہے کہ جس نے تمیمہ (تعویذ، منکا وغیرہ) لٹکایا؛ اس نے شرک کیا۔

8۔بخار کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ باندھنا بھی شرک ہے۔

9۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر سورۃ یوسف کی آیت تلاوت کرنا یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شرک اکبر کی آیات شرک اصغر کی تردید میں پیش کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۃ بقرہ کی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔

---

❶ (من تعلق تمیم فلا تم الله له) جس نے تمیمہ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے۔تعلق کا معنی جہاں لٹکانے کا ہے وہاں اس کا معنی دل لگاؤ اور میلان کا بھی ہے۔گویا کوئی چیز (بیماری سے تحفظ کے لیے) لٹکانے والے کا دل لگاؤ اور میلان اس کی طرف ہوتا ہے۔

تمیمہ: نظر بد سے تحفظ، نقصان سے بچاؤ اور کسی کے حسد سے حفاظت کی خاطر، منکے یا کوئی دوسری چیز جو گلے میں پہنی اور سینے پر لٹکائی جائے اسے تمیمہ کہا جاتا ہے۔ایسا کرنے والے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے۔تمیمہ کو تمیمہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے بارے میں انسان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ میرا کام یہی (منکے وغیرہ) مکمل اور تمام کریں گے۔تو آپ نے اسی بداعتقادی کی بنا پر بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل اور پورا ہی نہ کرے۔

ومن تعلق ودع فلا ودع الله له (اور جس نے سیپ (گلے میں) لٹکائی اللہ تعالیٰ اسے آرام اور سکون نہ دے) ودع سیپیوں یا منکوں کی ایک قسم ہے جسے لوگ (گلے میں پہن کر) سینے پر رکھتے ہیں یا پھر نظر بد سے بچنے کے لیے بازو پر باندھتے ہیں۔ایسا کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو آرام وسکون اور راحت میں نہ رہنے دے۔کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کیا۔

❷ [تفسیر ابن ابی حاتم:120 / 7]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

10۔نظر بد سے بچاؤ کے لیے سیپی باندھنا بھی شرک ہے۔

11۔(بیماریوں سے تحفظ کے لیے) تمیمہ (تعویذ، منکا وغیرہ) لٹکانے والے اور سیپی وغیرہ باندھنے والے کے لیے بد دعا کرنا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دھاگا وغیرہ لٹکایا' اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور اسے آرام نہ دے''۔[یعنی اللہ تعالیٰ اسے یونہی چھوڑ دے۔]

اس باب کی شرح:

اس باب کی فہم وسمجھ اسباب کے احکام کی فہم ودانست پر موقوف ہے [1]۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ: ''انسان پر واجب ہوتا ہے کہ اسباب کے تعلق سے تین باتوں کو اچھی طرح سے جان لے:

اول: سبب صرف اسی چیز کو مانا جائے گا جس کا صحیح معنوں میں مؤثر سبب ہونا شریعت اور تقدیر سے ثابت ہو۔

دوم: انسان کو صرف سبب پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کے مسبب الاسباب؛ اور مقدر کرنے والی ہستی پر اعتماد کرے؛ حالانکہ بعض اسباب نہ صرف مشروع ہیں بلکہ ان میں سے نفع بخش اسباب اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

سوم: یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لینی چاہیے کہ اسباب جتنے ہی بڑے اور مضبوط ہوں؛ پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے مربوط ہوتے ہیں۔ جن سے باہر نہیں جایا جاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہیں ان میں تصرف کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو اپنی حکمت کے تحت اس کے سبب بننے کو ایسے جاری وساری رہنے دیتے ہیں۔ تاکہ بندے ان اسباب کو اختیار کریں؛ اور اس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو جان سکیں کہ اس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ؛ اور معلول کو علت کے ساتھ منسلک رکھا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو اپنی مرضی وحکمت کے مطابق اس میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ تاکہ لوگ اسی پر کلی طور پر اعتماد نہ کر لیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا اندازہ لگالیں؛ کہ مطلق طور پر تصرف اور قدرت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔ پس یہ چیز ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنی نظر اور عمل میں تمام اسباب کو جمع کر دے۔

---

[1] اس باب کے عنوان سے واضح ہوا کہ چھلے پہننے اور دھاگے باندھنے کے علاوہ منکے، تعویذات، لوہا، چاندی وغیرہ اور دیگر مختلف اشیا جو گلے میں باندھی یا لٹکائی جاتی ہیں یا گھروں میں، گاڑیوں پر چھوٹے بچوں کے گلے میں کسی مخصوص مقصد، نظر یہ یا عقیدہ کے تحت پہنی، باندھی یا لٹکائی جاتی ہیں، یہ سب شرک ہے۔ چھلے اور دھاگے اور اسی طرح تعویذات وغیرہ کی بابت عربوں کا عقیدہ تھا کہ یہ اشیا آئی ہوئی مصیبت کو رفع کر دیتی ہیں یا آنے والی مصیبت کو روک دیتی ہیں۔ ایسی حقیر اشیا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو روک سکتی ہیں، یہ شرک اصغر کیسے ہوسکتا ہے؟ (بلکہ یہ تو شرک اکبر ہے۔) کیونکہ ایسا کرنے والے کے دل میں ان اشیا کی محبت موجود ہوتی ہے اور وہ ان اشیاء کو مصائب روکنے اور ان سے بچانے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ یہی شرک ہے۔ اصل اصول یہ ہے کہ صرف انہی اشیاء اور اسباب کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا جائز ہے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے یا تجربہ سے ثابت ہو کہ یہ اسباب واقعی ظاہری طور پر ثمر بار ہیں۔ مثلاً طبیب کا دوا دینا، یا جیسے وہ اسباب، جن سے نفع حاصل ہوتا ہے جیسے آگ سے حرارت اور پانی سے ٹھنڈک کا حاصل ہونا وغیرہ۔ یہ ایسے اسباب ہیں جن کی تاثیر ظاہر اور واضح ہے۔

شرک اصغر کی جملہ اقسام بعض اوقات نیتوں کی بنیاد پر شرک اکبر بن جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص چھلے اور دھاگے وغیرہ کو سبب سمجھنے کی بجائے یہ عقیدہ رکھے کہ یہ بذات خود نفع بخش ہے تو اس کا یہ عمل شرک اکبر ہوگا کیونکہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی چیز تصرف کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ گویا اس مسئلے کا اصل تعلق دل کے ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب یہ معلوم ہوگیا کہ کڑا پہننا یا دھاگا باندھنا؛ یا اس طرح کی دیگر کوئی حرکت کرنا؛ جس سے مقصود مصیبت آنے کے بعد اس کو ختم کرنا ہو؛ یا مصیبت کے آنے سے پہلے اس سے بچاؤ کی تدبیر کرنا ہو؛ تو یہ کام یقیناً شرک کا کام ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ حرکت کرنے والا انسان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایسا کرنے سے تکلیف/ پریشانی دور ہو جائے گی؛ تو یہ عقیدہ رکھنا شرک اکبر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر وتخلیق میں دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے۔

اور ایسے ہی یہ عبودیت میں بھی شرک ہے۔ اس طرح سے کہ یہ کام کرنے والے کا دل اس چیز کے ساتھ لگا ہوا ہے؛ اسی لیے اس کے دل میں ان چیزوں سے فائدہ کے حصول کی طمع اور امید پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہے کہ نفع دینے والی اور پریشانی ختم کرنی والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے؛ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے بلاء کے خاتمہ کے لیے ایسی چیز کے سبب ہونے کا اعتقاد رکھا ہے جس کا سبب ہونا شریعت میں یا عرف میں تقدیری طور پر ثابت نہیں۔ پس ایسا کرنا حرام اور شریعت اور تقدیر پر جھوٹ ہے۔

جہاں تک شریعت کا تعلق ہے؛ تو شریعت میں اس کی بہت سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ پس جس چیز سے شریعت منع کر رہی ہو؛ وہ کبھی بھی نفع بخش سبب نہیں بن سکتی۔

اور جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے؛ تو ایسا کرنا ان اسباب معہودہ یا غیر معہودہ میں سے نہیں ہے جن سے مقصود حاصل ہوتا ہو۔ اور نہ ہی یہ ان نفع بخش ادویہ میں سے ہے جن کا استعمال کرنا مباح ہے۔ مزید برآں ایسا کرنا جملہ طور پر شرک کے وسائل میں سے ہے؛ اس لیے کہ دل کا اس کے متعلقات سے معلق ہونا ضروری ہے۔ تو ایسا کرنا بھی ایک قسم کا شرک اور اس کا وسیلہ ہے۔

پس جب یہ امور ان شرعی اسباب میں سے نہیں ہیں جنہیں شریعت مطہرہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زبانی جائز اور مشروع ٹھہرایا ہے؛ جن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان قدری [تقدیری] اسباب میں سے ہے جو علم یا تجربہ کی روشنی میں معلوم ہوتے ہیں؛ جیسے مباح دوائیں وغیرہ۔ اور جس انسان کا دل ان چیزوں سے لگا ہوتا ہے؛ اس کے دل میں ان چیزوں سے فائدہ حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے۔ پس مؤمن پر لازم آتا ہے کہ ایسی تمام باتیں ترک کر دے تاکہ اس کا ایمان اور توحید کامل ہو۔ بلاشک وشبہ جب دل میں توحید کامل ہو جائے تو وہ ایسی چیزوں سے نہ لگا رہے جو توحید کے منافی ہوں۔ نیز یہ امر عقل میں نقص یعنی کمی کی دلیل بھی ہے؛ کہ یہ آدمی ایسی چیز کے پیچھے پڑا ہوا ہے جس سے کسی طرح بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا؛ بلکہ الٹا اس کا محض نقصان ہی نقصان ہے۔

شریعت کی بنیاد اس بات پر ہے مخلوق سے دلی تعلق ترک کر کے؛ اور بت پرستی کو خیر آباد کہہ کر مخلوق کے لیے دین کی تکمیل کی جائے۔ پس جس قدر لوگوں کی عقل کامل ہوگی؛ وہ ان خرافات اور ڈھکوسلوں سے دور رہیں۔ اور سنجیدگی سے ان نفع بخش امور کی طرف آئیں گے جن سے عقل میں ترقی نصیب ہوتی ہو اور نفوس کا تزکیہ ہوتا ہو۔ اور جن میں دینی اور دنیاوی مصلحتوں کی رعایت ہو۔ واللہ اعلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ماجاء فی الرقٰی والتمائم

باب: دم تعویذ اور گنڈوں کے بارے میں ❶

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

((اَنَّہٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فَاَرْسَلَ رَسُوْلًا اَنْ لَّا یَبْقَیَنَّ فِیْ رَقَبَۃِ بَعِیْرٍ قِلَادَۃٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَۃٌ اِلَّا قُطِعَتْ .))❷۔

''وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کسی سفر میں تھے کہ آپ نے ایک قاصد کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار یا کوئی اور ہار نہ رہنے دیا جائے بلکہ اسے کاٹ دیا جائے''۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ الرُّقٰی وَ التَّمَآئِمَ وَ التِّوَلَۃَ شِرْکٌ .))❸۔

''بلاشبہ جھاڑ پھونک (دم) تعویذ گنڈے اور عشق ومحبت منتر شرک ہیں''۔

---

❶ اس باب میں دم کرنے اور کروانے کا حکم بیان ہوا ہے۔اذکار، دعائیں اور بابرکت الفاظ پڑھ کر پھونک مارنے دم کہتے ہیں۔ان میں سے بعض کا اعضائے بدن پر اور بعض کا روحانی طور پر اثر ہوتا ہے۔بعض ان میں سے شرعاً جائز ہیں اور بعض ناجائز، حرام بلکہ شرک ہیں۔جن دموں میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں، شارع علیہ السلام نے ان کی اجازت دی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((لا بأس بالرقی ما لم یکن شرکاً))''دم میں اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں تو وہ جائز ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں''۔

شرکیہ دم: وہ ہیں جن میں غیر اللہ سے مدد مانگی جائے یا ان میں شیاطین کے نام آتے ہوں یا دم کرانے والا یہ عقیدہ رکھے کہ یہ کلمات از خود مؤثر یا نفع بخش ہیں۔ایسی صورت ہو تو یہ دم ناجائز اور شرکیہ ہوگا۔اور تمیمہ یعنی تعویذات [گنڈے] سے مراد، چمڑے کے ٹکڑے، منکے، لکھے ہوئے بعض الفاظ وکلمات یا مختلف شکلوں کی چیزیں مثلاً ریچھ یا ہرن کا سر، خچر کی گردن، سیاہ کپڑا، آنکھ کی شکل کی کوئی چیز یا منکوں کی مالا وغیرہ کوئی بھی چیز باندھنا اور لٹکانا ہے۔یہ تمام اشیاء تمیمہ یعنی تعویذ کہلاتی ہیں۔الغرض ہر وہ چیز جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ یہ خیر اور بھلائی کا سبب اور نقصان سے تحفظ اور اس کے دفعیہ کا باعث ہے، اسے تمیمہ کہا جاتا ہے۔اس چیز کی شرعاً اور تقدیراً بالکل اجازت نہیں دی گئی۔

علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ دم اور رُقیہ جس میں مندرجہ ذیل تین شرائط پائی جائیں، جائز ہے: ۱۔وہ دَم جو کلام اللہ، اسماء اللہ یا اس کی صفات پر مبنی ہو۔ ۲۔وہ دم جو عربی زبان میں ہو، اس کے معنی بھی واضح اور مشہور ہوں اور مطابق شریعت اسلامی ہو۔ ۳۔ یہ کہ دم کرنے والا اور کروانے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ دم فی نفسہٖ کوئی بااثر چیز نہیں ہے بلکہ سارا معاملہ اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اثر ہوگا۔

❷ (صحیح البخاری، الجهاد، باب ما قیل فی الجرس ونحوه فی اعناق الابل، ح : 3005و صحیح مسلم، اللباس، باب کراه قلاد الوتر فی رقبة البعیر، ح:2115).

❸ (مسند احمد: 381 / 1و سنن ابی داود، الطب، باب تعلیق التمائم، ح:3883).

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔التمائم اورالرقی التِولة

التمائم : سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے ان کے گلے میں یا جسم کے کسی اور حصے پر لٹکائی یا باندھی جاتی ہے (یہ شرک ہے)۔لیکن جب وہ چیز قرآنی آیات پر مشتمل ہو (یعنی قرآنی تعویذ ہو) تو بعض صحابہ کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے؛ اور ایسا کرنے کو بھی منع کردہ امور میں سے شمار کیا ہے۔انہی (ناجائز قرار دینے والوں) میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

الرقی: سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں منتر، جھاڑ پھونک اور دم کہا جاتا ہے (یہ بھی شرک ہے)۔لیکن شرعی دلیل نے وضاحت کردی کہ جس دم میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں وہ جائز ہے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد اور زہریلے جانور کے ڈسنے پر دم کی رخصت اور اجازت عطا فرمائی ہے۔

التِـــــولة: سے مراد وہ چیز ہے جسے مشرکین ان نظریے اور اعتقاد سے بناتے اور تیار کرتے تھے کہ یہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور سبب ہے۔حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ .))❶۔

''جو شخص کوئی چیز لٹکائے تو اسی کے سپرد کردیا جاتا ہے''۔

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((يَا رُوَيْفِعُ! لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهٗ اَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا اَوِ اسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَآبَةٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِنْهُ .))❷۔

''اے رویفع! شاید تم دیر تک زندہ رہو۔تم لوگوں کو بتادینا کہ جس شخص نے ڈاڑھی کو گرہ لگائی یا (جانور کے) گلے میں تانت ڈالی یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ساتھ استنجا کیا تو لاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری اور بے زار ہے''۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِّنْ اِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ .))❸۔

''جس شخص نے کسی انسان سے تعویذ کاٹ پھینکا، اسے ایک گردن (غلام) آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا''۔

حضرت ابراھیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے؛ [سلف صالحین [ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں] کے متعلق فرماتے ہیں]:

((كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ التَّمَآئِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَ غَيْرِ الْقُرْاٰنِ))❹۔

''وہ قرآنی اور غیر قرآنی ہر قسم کے تمائم (تعویذات) کو ناپسند سمجھتے تھے''۔

اس باب کے مسائل:

❶ (مسند احمد:310 / 4، و جامع الترمذی، الطب، باب ما جا فی کراھی التعلیق، ح:2072)

❷ (مسند احمد:108 / 4، 109و سنن ابی داود، الطھار، باب ما ینھی عنه ان یستنجی به ح:36)

❸ (المصنف لابن بی شیبة:ح:3524) ❹ (المصنف لابن بی شیبة، ح:3518)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1: اس تفصیل سے دم اور تعویذات کی وضاحت ہوئی۔

2: التِولة کا مفہوم بھی واضح ہوا۔

3: غیر شرعی دم، تمیمہ اور تولہ تینوں شرک ہیں؛ ان میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

4: نظر بد اور زہریلے کیڑوں کے کاٹے کا غیر شرکیہ دم اس ممنوع جھاڑ پھونک میں سے نہیں۔

5: قرآنی تعویذت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آرا ہیں۔ بعض نے انہیں جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے۔

6: نظر بد سے تحفظ کی خاطر جانوروں کے گلے میں تانت باندھنا بھی شرک ہے۔

7: تانت باندھنے والے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

8: کسی کے گلے میں باندھے ہوئے تعویذ کو کاٹ پھینکنے کا ثواب اور اس کی فضیلت بھی عیاں ہو رہی ہے۔

9: ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کا قول اہل علم کے مذکورہ بالا اختلاف کے منافی نہیں کیونکہ ان کے کلام سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب یعنی شاگرد مراد ہیں۔

اس باب کی شرح:

تعویذ اور جھاڑ پھونک کا بیان

تمائم سے مراد وہ چیزیں ہیں جو [گلے وغیرہ میں] لٹکائی جاتی ہیں؛ اور پھر ان کے ساتھ ایک دلی تعلق اور امید وابستہ ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق بھی وہی عقیدہ ہوتا ہے جو کڑے اور دھاگے وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے؛ جیسا کہ اس سے پہلے بیان گزر چکا۔

ان میں سے کچھ تعویذ دھاگے شرک اکبر ہوتے ہیں۔ جیسے وہ چیزیں جن میں شیاطین یا جنات یا کسی دیگر سے مشکل دور کرنے کے لیے مدد طلب کی جاتی ہے۔ پس ایسے امور جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا کوئی اختیار نہیں؛ ان میں مشکل کشائی کے لیے غیر اللہ سے مدد طلب کرنا یہ حقیقی شرک ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور کچھ ایسے ہیں جو کہ حرام ہیں۔ مثال کے طور پر ایسے نام وغیرہ اور ایسی عبارتیں لکھنا جن کی کچھ سمجھ نہ آتی ہو؛ کیونکہ یہ شرک کا سبب بنتے ہیں۔

قرآن وحدیث پر مشتمل تعویذ: جن میں آیات یا مسنون دعائیں وغیرہ لکھی ہوئی ہوں؛ تو زیادہ بہتر یہی ہے کہ ان کو بھی لکھ کر نہ لٹکایا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سلسلہ میں میں شریعت میں کوئی نص وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ: یہ کام حرام تک رسائی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور اکثر طور پر ان قرآنی آیات کے تعویذ رکھنے والے ان کا احترام نہیں کر پاتے۔ خصوصاً جب وہ گندی جگہوں پر داخل ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک دم کرنے کا تعلق ہے؛ تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر دم کتاب وسنت میں سے ہو؛ یا اس کے علاوہ کوئی اچھا اور بامعنی کلام ہو؛ تو ایسا کرنا دم کرنے والے کے حق میں مندوب ہے۔ کیونکہ اس میں مخلوق کے ساتھ احسان اور بھلائی ہے؛ اس سے انہیں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ دم کروانے والے کے حق میں بھی جائز ہے؛ مگر اسے چاہیے کہ ہو سکے تو کسی سے دم کرنے کی طلب نہ کرے؛ کیونکہ ایسا کرنا کمال توکل اور یقین کے منافی ہے۔ کمال توکل ویقین کا تقاضا ہے کہ انسان نہ ہی کسی سے دم کروائے اور نہ ہی تعویذ وغیرہ لے۔ بلکہ انسان کو چاہیے کہ جس وہ کسی سے اپنے لیے دعا بھی کروائے تو اس میں دعا کرنے والے کی مصلحت اور اس کے ساتھ احسان کو بھی پیش نظر رکھے۔ اس لیے کہ دعا کرنا عبادت ہے [اور آپ اسے عبادت پر لگا رہے ہیں]۔ اور اس کے ساتھ ہی اس میں انسان کی ذاتی مصلحت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بات حقیقت توحید کے اسرار ورموز میں سے ہے؛ جو کہ انتہائی بدیع معانی پر مشتمل ہے۔ اور اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق صرف کامل لوگوں کو ہی نصیب ہو سکتی ہے۔

اگر دم میں غیر اللہ کو پکارا جا رہا ہو؛ یا غیر اللہ سے شفا طلب کی جا رہی ہو تو ایسا کرنا شرک اکبر ہے۔ کیونکہ غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے مشکل کشائی چاہنا شرک اکبر ہے۔

اس تفصیل کو اچھی طرح سے سمجھ لیجیے۔ اور اس بات سے اجتناب کریں کہ ہر قسم کے دم یا جھاڑ پھونک پر ایک ہی حکم تھوپ دیا جائے۔ حالانکہ اپنے اغراض ومقاصد اور اسباب اور کیفیت کے اعتبار سے ان میں اختلاف اور تنوع پایا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من تبرك و شجر حجر و نحو هما

باب: درخت، پتھر وغیرہ سے تبرک کا بیان ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى 0 وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴾ (النجم 19.20)

''بھلا تم نے کبھی لات، عزیٰ اور تیسری دیوی منات کے بارے میں بھی غور کیا ہے''۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى حُنَيْنٍ وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ . وَ لِلْمُشْرِكِيْنَ سِدْرَةٌ يَّعْكُفُوْنَ عِنْدَهَا وَ يَنُوْطُوْنَ بِهَا اَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ اَنْوَاط . فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتَ اَنْوَاطٍ"۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَنَّهَا السَّنَنُ قُلْتُمْ؛ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى ﴿اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))❷۔

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف جا رہے تھے۔ اور ہمارا زمانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا۔ راستے میں مشرکین کا بیری کا درخت تھا؛ وہ اس درخت کے پاس [برکت کے لیے] بیٹھتے اور اپنے ہتھیار بھی اس درخت پر لٹکاتے تھے۔ پس جب ہم بیری کے درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی: جیسے ان مشرکین کے لیے ذاتِ انواط ہے، آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر فرما دیجئے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اَللّٰهُ اَكْبَر کہا اور فرمایا: یہی تو (گمراہی اور سابقہ قوموں کے) راستے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ: جیسے ان (بت پرستوں) کے معبود ہیں آپ ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بھی پہلی امتوں

---

❶ تبرک کا معنی، برکت حاصل کرنا ہے۔ یعنی خیر اور بھلائی کی کثرت اور اس کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی تمنا اور خواہش رکھنا۔ قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ برکت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے کوئی، کسی کو برکت نہیں دے سکتا۔

❷ [ح: 2180 و مسند احمد: 5/ 218]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے طریقوں پر چلو گے"❶۔

اس باب کے مسائل:

1۔سورالنجم کی آیات کی تفسیر واضح ہوتی ہے۔

2۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مطلوبہ صورت کی وضاحت؛[ذات انواط مقرر کرنے کے مطالبہ کی صحیح توجیہہ بھی معلوم ہوئی کہ وہ صرف تبرک کی خاطر ذات انواط مقرر کرانا چاہتے تھے ان کا مقصود اسے معبود بنانا نہ تھا]۔

3۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اس خواہش کا محض اظہار ہی کیا تھا۔اسے عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔

4۔اوراس سے ان کا مقصود قرب الٰہی کا حصول ہی تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

5۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی عظیم ہستیوں پر شرک کی یہ قسم مخفی رہی تو عام لوگوں کا اس سے ناواقف رہنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

6۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جو نیکیوں اور بخشش کے وعدے کیے گئے ہیں وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

7۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو معذور نہ جانا بلکہ آپ نے ان کی تردید کرتے ہوئے معاملے کی سنگینی ان تین جملوں میں بیان کی۔(الله اكبر! إنها السنن ، لَتَرْ كَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَا نَ قَبْلَكُمْ) اللہ سب سے بڑا ہے۔یہی تو گمراہی کے راستے ہیں۔تم پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے"۔ان تین کلمات سے ان پر سخت انکار کیا۔

8۔سب سے اہم اور بڑی بات جو اصل مقصود ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ فرمانا ہے کہ تمہارا مطالبہ اور فرمائش بھی بنی اسرائیل جیسی ہے۔انہوں نے کہا تھا:"اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر جس طرح ان کے معبود ہیں"۔

9۔اس قسم کے مقامات کو متبرک اور مقدس نہ سمجھنا بھی توحید اور کلمہ توحید کا تقاضا ہے۔یہ ایک انتہائی دقیق اور پوشیدہ بات ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بھی یہ معاملہ مخفی رہ گیا تھا۔

10۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دیتے ہوئے قسم اٹھائی۔[تو معلوم ہوا کہ فتویٰ پر قسم اٹھانا جائز ہے]۔

11۔بیشک شرک شرک اکبر بھی ہوتا ہے؛اور شرک اصغر بھی۔اسی وجہ سے صحابہ کرام اس مطالبہ پر مرتد نہیں ہوئے۔

12۔حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اس وقت ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے"۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں دوسرے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے جن کو اس مسئلہ کا علم تھا[کہ ایسا کرنا درست نہیں]۔

13۔اظہار تعجب کے موقعہ پر اللہ اکبر کہنا جائز ہے۔اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

14۔[شرک وبدعت کے تمام]اسباب وذرائع کا سدباب کرنا ضروری ہے۔

❶ مشرکین اُس درخت کی عظمت وجلالت کے پیشِ نظر اسکے پاس بیٹھنا باعث برکت سمجھتے تھے۔یعنی برکت حاصل کرنے کی نیّت سے اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ اس لیے کہا کہ ان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ شائد یہ بھی عنداللہ پسندیدہ عمل ہے لہٰذا ہم بھی تبرّک حاصل کیا کریں۔اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ شرک ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی کیسے جرات کر سکتے تھے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اِس بات کو بنی اِسرائیل کے قول سے مشابہ قرار دیا ہے کیونکہ دونوں نے الہٰ طلب کیا تھا جس کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کریں۔دونوں کے مطالبہ کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں تاہم معنیٰ ایک ہی ہیں کیونکہ الفاظ کی تبدیلی سے حقیقت تو تبدیل نہیں ہو جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

15۔اہل جاہلیت سے مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت۔

16۔دوران تعلیم غلطی پر ناراضگی کے اظہار کا جواز۔

17۔نبی کریم ﷺ نے (إنها السنن)فرما کر عمومی اصول بیان فرمادیا۔

18۔نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ:''تم لوگ پہلی امتوں (یہود ونصاری) کے طریقوں پر چلو گے''۔یہ حدیث آپ کی علامت نبوت میں سے ہے کیونکہ آج کل بعینہ ایسا ہورہا ہے۔

19۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن کاموں اور باتوں پر یہود ونصاری کی مذمت فرمائی ہے وہ دراصل ہمیں تنبیہ ہے تاکہ ہم ان کاموں سے بچ کر رہیں۔

20۔یہ اصول طے شدہ ہے کہ عبادات کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر پر ہے۔اس سے قبر کے سوالات پر تنبیہ ہے۔قبر میں پہلا سوال یہ ہوگا کہ تیرا رب کون ہے؟ یہ تو واضح ہے۔دوسرا سوال ہوگا: تیرا نبی کون ہے؟اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے اور تیسرا سوال کہ تیرا دین کیا ہے؟اس پر آیت اجعل لنا إلٰهً دلالت کرتی ہے۔

21۔اہل کتاب کے طور طریقے بھی اسی طرح مذموم ہیں جیسے مشرکین کے طور اطوار مذموم ہیں۔

22۔جو شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہو اس کے دل میں دور کفر وشرک کی عادات واطوار کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں۔جیسا کہ پیش نظر واقعہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس قول سے واضح ہے کہ:''ہمارا زمانہ کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا''۔

اس باب کی شرح:

درخت اور پتھر وغیرہ سے تبرک

بیشک ایسا کرنا شرکیہ اور مشرکین کا عمل ہے۔علماء کرام رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی درخت؛ پتھر یا زمین کے کسی کونے سے یا درگاہ وغیرہ سے تبرک مشروع نہیں ہے۔بلکہ اس قسم کا تبرک درحقیقت میں ان چیزوں میں غلو کا نتیجہ ہے؛ جو بڑھتے بڑھتے آخر کار ان کو ہی پکارنے اور ان کی عبادت بجالانے تک پہنچ جاتا ہے۔یہی چیز تو شرک اکبر ہے؛ جیسا کہ اس سے پہلے اس کی حدود وقیود بیان ہوچکی ہیں۔یہ حکم ہر چیز کے لیے عام ہے۔حتی کہ مقام ابراہیم اور نبی کریم ﷺ کے حجرہ اور بیت المقدس میں موجود چٹان اور دیگر فضیلت والی جگہوں کا بھی یہی حکم ہے۔

جہاں تک کعبہ شریف میں حجر اسود کو بوسہ دینے اور رکن یمانی پر ہاتھ سے مسح کرنے کا تعلق ہے؛ تو یہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور اس کی تعظیم اور اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے تعلق رکھتا ہے؛ اور اس میں عبادت کی روح پائی جاتی ہے۔اس میں درحقیقت اللہ تعالیٰ خالق ومالک کی تعظیم اور اس کی بندگی ہے۔جب کہ پہلے ذکر کردہ چیزوں میں مخلوق کی تعظیم اور ان کی بندگی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوران دونوں باتوں میں فرق بالکل ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں؛ جو کہ عین اخلاص اور توحید ہے؛ اور مخلوق کو پکارنے میں جو کہ شرک اور اللہ تعالیٰ کی برابری کرنا ہے [1]۔

[1] کتاب وسنت کے دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے برکت سے نوازا ہے وہ یا تو کچھ مقامات یا اوقات ہیں یا افراد وشخصیات۔
پہلی قسم: مقامات یا اوقات۔
ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بعض جگہوں کو بابرکت بنایا ہے جیسے بیت اللہ شریف اور بیت المقدس کا آس پاس وغیرہ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان جگہوں میں بہت زیادہ خیر اور بھلائی ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ منسلک اور مربوط ہے اور یہ خیر وبرکت ان میں اس لیے رکھی گئی ہے تا کہ جن لوگوں کو ان کی زیارت کی دعوت دی گئی ہے ان میں یہ رغبت اور شوق پیدا ہو کہ وہ ہمیشہ اپنا تعلق اور دلی لگاؤ ان کے ساتھ رکھیں۔
ان جگہوں کے بابرکت ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ وہاں کی سرزمین یا دیواروں کو چھوا جائے کیونکہ یہ برکت ان کے ساتھ اس طرح سے لازم ہے کہ کسی دوسری چیز میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ یعنی زمین کو چھونے، وہاں دفن ہونے اور اسے متبرک سمجھنے سے اس کی برکت منتقل نہیں ہو جاتی۔
کسی جگہ کے بابرکت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کا دلی تعلق اس جگہ کے ساتھ ہو؛ جیسے بیت اللہ الحرام ہے کہ اس کا قصد وارادہ کرنے والا، وہاں جا کر اس کا طواف کرنے والا اور عبادت بجالانے والا بہت ہی خیر کا مستحق ٹھہرتا ہے، حتی کہ حجر اسود بھی ایک بابرکت پتھر ہے لیکن اس کی برکت بھی عبادت ہی کی بنا پر ہے۔ یعنی جو شخص نبی کریم ﷺ کی اتباع واطاعت کرتے ہوئے بطور عبادت اسے چھوئے اور بوسہ دیگا وہ اتباع کی برکت بھی پالیگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: (أَنِّي أعلم إنك حجر لا تنفع ولا تضر) (صحيح البخاري، الحج، ح 1597 وسنن ابی داود، المناسك، باب في تقبيل الحجر، ح: 1873 واللفظ له)۔
''میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ کوئی نقصان''
رہے اوقات: جیسے، ماہ رمضان یا اس کے علاوہ فضیلت کے حامل دیگر ایام کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں عبادت بجالانا اور بھلائی کا قصد کرنا اجر وثواب میں زیادتی کا باعث ہے، ان کے علاوہ دوسرے ایام میں اس قدر اجر وثواب نہیں ملتا۔
دوسری قسم: جس برکت کا تعلق شخصیات کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کی ذات میں برکت رکھی تھی یعنی ان کے اجسام بابرکت تھے کہ ان کا کوئی امتی اگر ان کے اجسام کو ہاتھ لگا کر یا ان کے پسینہ حاصل کر کے یا ان کے بالوں سے برکت حاصل کرنا چاہتا تو یہ اس کے لیے جائز ہوتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں میں برکت رکھی تھی۔ اسی طرح سیدنا محمد ﷺ کا جسم اطہر بھی بے حد مبارک تھا۔
احادیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے پسینے، بالوں اور دیگر اشیا سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ انبیاء ورسل کی برکت ذاتی ہوتی تھی۔ اس برکت اور فضل وخیر کا ان کے جسموں سے دوسروں تک منتقل ہونا ممکن تھا۔ اور یہ صرف انبیا کا خاصہ تھا۔
رہے انبیا کے علاوہ دوسرے لوگ تو انبیا کے امتیوں میں سے کسی کے بارے میں کوئی دلیل نہیں کہ اس کی ذات بھی بابرکت ہو، حتی کہ اس امت (محمدیہ علی صاحبها الصلاة والتسليم) کی افضل ترین شخصیات، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی تبرک لینے کی کوئی دلیل نہیں۔
یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور خضرمین (وہ لوگ جو عہد نبوی میں اسلام قبول کر چکے تھے لیکن نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی)، ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس طرح تبرک نہیں لیا کرتے تھے جس طرح نبی کریم ﷺ کے بالوں یا وضو کے پانی سے تبرک لیتے تھے۔ ان بزرگ شخصیات کی برکت تو محض ان کے اعمال کی برکت ہوتی تھی نہ کہ ذات کی، کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتی برکت کی طرح ان کی برکت بھی دوسروں تک منتقل ہو سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: مَا جَاءَ فِی الذِّبْحِ لِغَیْرِ اللّٰہِ

باب: غیراللہ کے نام پر ذبح کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔﴾ (الانعام: ۱۶۲ : ۱۶۳) ❶۔

''کہو! میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العٰلمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا ہوں''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴾(الکوثر 2)

''پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائیں:

((لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ . لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَیْہِ . لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا . لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ .))❷۔

۱۔'' جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

۲۔ جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

۳۔ جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

۴۔ اور جو شخص حدود زمین کے نشانات کو بدلے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے''۔

---

❶ اس آیت سے ثابت ہوا کہ نماز اور قربانی دونوں عبادتیں ہیں کیونکہ قربانی کو اللہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے؛ مخلوق کے اعمال میں سے عبادات صرف اللہ کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ اسی لیے صلاتی کے بعد نسکی فرمایا کہ قربانی [خون بہانا اور ذبح کرنا] بھی دیگر عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے اور اس کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نہ نماز میں اس کا کوئی شریک ہے نہ قربانی میں۔ عبادت کا مستحق وہی رب ہے جو عظیم بادشاہت کا مالک ہے۔

❷ صحیح مسلم، الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ ......ح:1978)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ وَ دَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ . قَالُوْا: وَ كَيْفَ ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ :((مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَّهُمْ صَنَمٌ لَا يُجَاوِزُهُ اَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا .)) فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا:((قَرِّبْ قَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْءٌ اُقَرِّبُ .)) قَالُوْا لَهُ : قَرِّبْ وَ لَوْ ذُبَاباً . فَقَرَّبَ ذُبَابًا؛ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ . فَدَخَلَ النَّارَ۔ وَ قَالُوْا لِلْاٰخَرِ:((قَرِّبْ)) . فَقَالَ : مَاكُنْتُ لِاُقَرِّبَ لِاَحَدٍ شَيْئًا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ .))[1]۔

''ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا اور ایک شخص ایک مکھی ہی کی وجہ سے جہنم میں جا پہنچا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ فرمایا: دو آدمیوں کا ایک قوم پر گزر ہوا۔ جس کا ایک بت تھا وہ کسی کو وہاں سے چڑھاوا دیے بغیر گزرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ انہوں نے ان میں سے ایک سے کہا: چڑھاوا چڑھا۔ اس نے کہا: میرے پاس چڑھاوے کے لیے کچھ نہیں۔ کہنے لگے: چڑھاوا چڑھا خواہ ایک مکھی ہی ہو۔ اس نے ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھا دیا؛ تو انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا؛ وہ اس سبب جہنم میں جا پہنچا۔ دوسرے سے کہا: ''تو بھی چڑھاوا چڑھا''۔ وہ بولا: میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ سیدھا جنت میں جا پہنچا''۔

اس باب کے مسائل

1۔ آیت ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ﴾ تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

2۔ آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوتی ہے۔

3۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

4۔ اپنے والدین پر لعنت کرنے والے پر لعنت کی ہے۔ ایسا تب ہوگا جب کوئی کسی کے والدین پر لعنت کرے تو وہ اس کے والدین پر لعنت کریں۔ [اس طرح وہ خود اپنے والدین پر لعنت کا سبب بن گیا]۔

5۔ اس حدیث میں بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ اس سے مراد ایسا شخص ہے جس پر بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا واجب ہوا اور وہ اس سے بچنے کے لیے کسی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہو۔

---

[1] (اخرجه احمد فی کتاب الزهد و ابونعیم فی الحلیة : 203 / 1 کلاهما موقوفا علی سلمان الفارسی)
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بت کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا اس شخص کے لیے دخول جہنم کا سبب بنا۔ ظاہراً لگتا ہے کہ یہ کام کرنے والا آدمی مسلمان تھا جو اپنے اس شرکیہ فعل کی پاداش میں جہنم رسید ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لیے جانور ذبح کرنا اور چڑھاوے چڑھانا شرک اکبر ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے مکھی جیسی بے قدر و قیمت چیز کا چڑھاوا چڑھانا جب اس آدمی کے لیے جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنا تو جو چیز منفعت میں اس سے بڑی اور قیمتی ہو اس کا چڑھاوا چڑھانا اسی قدر دخول جہنم کا بڑا سبب ہوگا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

6۔ جو شخص حدود زمین کے نشانات وعلامات کو آگے پیچھے کر کے بدل ڈالے، وہ بھی لعنتی ہے۔ اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو زمین کے دو مالکوں کی حدود ملکیت کو متعین کرتے ہوں اور ان نشانات کو بدلنے سے پڑوسیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔

7۔ کسی متعین شخص پر اور عمومی طور پر گناہ گار لوگوں پر کسی کا نام لیے بغیر لعنت کرنے میں فرق ہے۔

8۔ ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھانے کے سبب ایک آدمی کے جہنم میں جانے کا واقعہ بڑا عبرت ناک ہے۔

9۔ مکھی کا چڑھاوا چڑھانے والا جہنم رسید ہوا؛ حالانکہ اس کا مقصد شرک کرنا قطعاً نہ تھا بلکہ اس نے محض اپنی جان بچانے کی خاطر ایسا کیا تھا۔

10۔ اہل ایمان کی نظر میں شرک اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس مومن نے قتل ہونا گوارا کر لیا، لیکن اہل صنم کا مطالبہ پورا نہ کیا، حالانکہ انہوں نے اس سے صرف ظاہری طور پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

11۔ شرک کا ارتکاب کر کے جہنم میں جانے والا شخص مسلمان تھا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو آپ یوں نہ فرماتے کہ وہ ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

12۔ اس حدیث سے ایک دوسری صحیح حدیث کی تائید بھی ہوتی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(الجنة أقرب إلى أحدكم من شراكِ نعلِهِ، والنار مثل ذلك)[1]۔

''جنت تم میں سے کسی ایک کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جہنم بھی ایسے ہی ہے''۔

13۔ بت پرستوں سمیت ہر ایک کے نزدیک قلبی عمل سب سے زیادہ اہم اور مقصود اعظم ہوتا ہے۔

اس باب کی شرح:

غیر اللہ کے نام پر ذبح کا بیان

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا شرک ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی نصوص اس سلسلہ میں بڑی واضح ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کرنے اور اس کے لیے اخلاص کے ساتھ بندگی کا حکم وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ نصوص نماز کے بارے میں بھی بڑی ہی واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی ایک مقامات پر ذبح اور نماز کے مسائل کو یکجا بیان فرمایا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ کی رضا کے لیے ذبح کرنا بڑی عظیم الشان عبادات اور اطاعت الٰہی کے کاموں میں سے ہے؛ تو یہ بھی پتہ چلا کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک اکبر ہے؛ جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

بیشک شرک اکبر کی حد اور تفسیر جو کہ اس کی تمام انواع وافراد کے لیے جامع ہے؛ وہ یہ ہے کہ:

''انسان عبادات کی اقسام میں سے کوئی ایک قسم کسی غیر اللہ کے لیے بجالائے''۔

---

[1] [صحيح البخاري، الرقاق، باب الجن اقرب الى احدكم من شراك نعله والنار مثل ذلك، ح:6488]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس ہر وہ عقیدہ؛ قول اور عمل جس کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ یہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مأمور بہ ہے؛ اس کا صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کے لیے بجالانا ایمان اور اخلاص ہے؛ اور اس کو غیر اللہ کے لیے بجالانا کفر اور شرک ہے۔ اس ضابطہ کو اچھی طرح سے سمجھ لیجیے؛ کوئی بھی چیز اس سے باہر نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ شرک اصغر کی حد یہ ہے کہ: ''ہر وہ وسیلہ اور ذریعہ جو شرک اکبر تک پہنچا سکتا ہو؛ خواہ وہ قول ہو یا فعل یا ارادہ؛ جو کہ عبادت کے مرتبہ تک نہ پہنچتا ہو''۔

پس شرک اکبر اور شرک اصغر کے بارے میں ان دونوں ضابطوں کو اچھی طرح سے سمجھ لیجیے۔ اس سے آپ کو اس کتاب کے سابقہ اور آئندہ ابواب کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اور ان امور کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی جن میں کثرت کے ساتھ اشتباہ [شبہات] پائے جاتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

---

(1) غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کی وعید شدید ہے اور ایسا کرنا اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے۔ ذبح سے مراد خون بہانا ہے۔ ذبح میں دو چیزیں اہم ہوتی ہیں: 1 کسی کا نام لے کر ذبح کرنا۔ 2 کسی کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرنا۔
پہلی صورت میں اصل چیز نام ہے اور دوسری صورت میں قصد وارادہ۔
دراصل جانور ذبح کرتے وقت جس کا نام لیا جائے اس سے استعانت اور مدد مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً اگر آپ باسم اللہ کہیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اللہ کے نام سے مدد حاصل کرتے ہوئے اور اسے متبرک سمجھتے ہوئے ذبح کرتا ہوں۔ رہی بات قصد وارادہ کی تو یہ عبودیت اور بندگی کے اظہار کی ایک صورت ہے۔ نام اور قصد وارادہ کے لحاظ سے ہمارے سامنے چار صورتیں آتی ہیں:
﴿1﴾ اللہ کا نام لے کر اسی کے تقرب کے قصد سے ذبح کرنا۔ اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط: اللہ تعالیٰ کے تقرب کے ارادے سے ذبح کرے، جیسے قربانی، ہدی، اور عقیقہ وغیرہ۔ دوسری شرط: اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ اگر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ یہ دونوں شرطیں بیک وقت تب کارگر ہیں جب ذبح سے اللہ تعالیٰ کا تقرب مقصود ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے نہیں بلکہ مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے یا اپنے کھانے کے لیے ذبح کرے تو یہ جائز ہے، شرعاً اس کی اجازت ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہے، غیر اللہ کا نام نہیں لیا۔ یہ وعید میں داخل ہوگا نہ ممانعت میں۔
﴿2﴾ ذبح تو اللہ کا نام لے کر کیا جائے لیکن مقصود اس سے غیر اللہ کا تقرب ہو۔ مثلاً ذبح کے وقت یہ کہے (بسم اللہ) میں اللہ کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں اور اس ذبح سے اس کی نیت، کسی مدفون (دفن شدہ) نبی یا کسی بزرگ کا تقرب ہو۔ تو یہ ذبح بھی اور ذبح شدہ جانور بھی حرام ہے۔
﴿3﴾ ذبح غیر اللہ کا نام لے کر کیا جائے اور اس سے مقصود بھی غیر اللہ کا تقرب ہی ہو۔ مثلاً باسم المسیح کہہ کر ذبح کرے اور تقرب بھی مسیح ہی کا مقصود ہو۔ یہ بہت بڑا شرک ہے۔ شرک فی الاستعانت بھی اور شرک فی العبادت بھی۔
اس طرح بدوی، حسین، زینب، عیدروس، مرغینانی؛ بابا صاحب؛ یا ان کے علاوہ وہ شخصیات جن سے لوگ عبادت اور پوجا والا معاملہ رکھتے ہیں ان کے نام لے کر ذبح کرنے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان کے نام لے کر ذبح کرتے وقت لوگوں کی نیت اور ارادہ ان کا تقرب ہوتا ہے۔ اس لیے یہ دو طرح سے شرک بن جاتا ہے۔ ایک تو استعانت اور مدد کے حصول کی وجہ سے اور دوسرا عبودیت، تعظیم اور غیر اللہ کے لیے خون بہانے کی وجہ سے۔
﴿4﴾ ذبح غیر اللہ کا نام لے کر کیا جائے اور مقصود، اللہ کا تقرب ہو، اور یہ بہت قلیل اور نادر ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذبح تو کسی بزرگ کا نام لے کر کیا جائے مگر نیت یہ ہوتی ہے کہ اس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے تو یہ بھی درحقیقت شرک فی الاستعانت اور شرک فی العبادت ہی میں شامل ہے۔
نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے مکھی جیسی بے قدر و قیمت چیز کا چڑھاوا چڑھانا جب اس آدمی کے لیے جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنا تو جو چیز منفعت میں اس سے بڑی اور قیمتی ہو اس کا چڑھاوا چڑھانا اسی قدر دخول جہنم کا بڑا سبب ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:لا یذبح لِلّٰہِ بمکان یذبح فیہ لغیر اللہ

باب: غیر اللہ کے نام پر ذبح کے مقامات پر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ناجائز ہے ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾[التوبۃ۱۰۸]

''آپ ہرگز اس میں قیام نہ کرنا۔ جو مسجد روز اوّل سے تقوٰی پر قائم کی گئی؛ وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں؛ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاک رہنا پسند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں'' ❷۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:

((نَذَرَ رَجُلٌ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ . فَسَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ

---

❶ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے ہوں وہاں یا اس کے قرب و جوار میں اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والوں کے ساتھ مشابہت اور اشتراک ہو جاتا ہے۔
مثلاً مشرکین یا مبتدعین کی نظر میں کوئی جگہ قابل تعظیم ہو یا کوئی قبر وغیرہ جہاں صاحب قبر کے تقرب کی نیت سے جانور ذبح کیے جاتے ہوں، کسی موحد مسلمان کے لیے ایسی جگہ پر جانور ذبح کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس طرح اس جگہ کی تعظیم میں ان مشرکین سے مشابہت ہو جاتی ہے جو ان مقامات پر غیر اللہ کے لیے مختلف عبادات بجالاتے ہیں۔ پس جہاں غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے لیے بھی جانور ذبح کرنا نہ صرف ناجائز بلکہ ذریعہ شرک ہے۔ اس سے اس جگہ کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ یہ عمل حرام اور ذریعہ شرک ہے۔

❷ منافقین نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ایک مسجد بنائی جسے قرآن میں مسجد ضرار کہا گیا ہے، چونکہ مسجد بنانے والوں کی اصل غرض، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تھی۔ وہاں نماز پڑھنے سے ان کی تائید، ان کی تعداد میں اضافہ، اور عام لوگوں کے لیے وہاں نماز ادا کرنے کا جواز ثابت ہوتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی کو اور مومنین کو اس مسجد (ضرار) میں نماز ادا کرنے بلکہ کھڑے ہونے تک سے منع فرما دیا۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ اور باقی مومنین اگر وہاں نماز ادا کرتے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نماز ادا کرتے۔ وہاں نماز ادا کرنے سے ان کا مقصود، دین کو نقصان پہنچانا یا مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا یا اللہ اور رسول کی مخالفت قطعاً نہ ہوتا۔ مگر اس کے باوجود انہیں وہاں نماز ادا کرنے سے اس لیے منع کر دیا گیا کہ منافقین کے ساتھ مشارکت یا مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح جس مقام پر غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کرنا بھی جائز نہیں اگرچہ اس سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مقصود کیوں نہ ہو کیونکہ اس طرح اس جگہ کی تعظیم اور مشرکین سے مشابہت ہوتی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ جہاں مشرکین غیر اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کرتے ہوں وہاں ان کے ساتھ شریک ہو کر ان کی ظاہری مشابہت اختیار کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا اگرچہ وہاں محض اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کیوں نہ کیا جائے اور فقط رضائے الٰہی کی خاطر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ . قَالُوْا: لَا . قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ؟ . قَالُوْا: لَا . فَقَالَ رسول الله ﷺ:((اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَآءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَ لَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ .))❶۔

''ایک آدمی نے بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: کیا وہاں دور جاہلیت کے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے مزید پوچھا: کیا وہاں مشرکین کا کوئی تہوار ہوتا تھا؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرلو۔ یادرکھو! جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے متعلق ہو یا انسان کے تصرف و اختیار میں نہ ہو، اسے پورا کرنا ہرگز جائز نہیں''۔

یہ حدیث امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے؛ اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرائط کے مطابق صحیح الاسناد ہے۔

اس باب کے مسائل

1۔ آیہ مبارکہ ﴿ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ﴾ کی تفسیر معلوم ہوئی۔

2۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زمین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور ایسے ہی اطاعت بھی۔

3۔ کوئی مشکل مسئلہ سمجھنے کے لیے اسے واضح مسئلہ کی طرف لوٹانا؛ تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال ختم ہو جائے۔

4۔ مفتی، سائل سے حسب ضرورت تفصیل طلب کر سکتا ہے۔

5۔ منت اور نذر کے لیے کسی خاص مقام کو مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔

6۔ جس مقام پر کوئی بت وغیرہ ہو وہاں نذر پوری کرنا منع ہے، خواہ اب اسے وہاں سے ختم کر دیا گیا ہو۔

7۔ جہاں مشرکین کا کوئی میلہ یا تہوار منایا جاتا ہو وہاں پر بھی نذر پوری نہیں کی جا سکتی خواہ اب وہ سلسلہ بند ہی ہو چکا ہو۔

8۔ مشرکین کے بت یا تہوار والی جگہ کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ نذر نافرمانی کی نذر ہے۔

9۔ مشرکین کے تہواروں میں بھی ان کی مشابہت سے بچنا چاہئے اگرچہ ان کی مشابہت کا قصد وارادہ نہ بھی ہو۔

10۔ جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مشتمل ہو، وہ باطل ہے۔

11۔ جو کام انسان کی ملکیت اور اختیار میں نہ ہو، اس کی نذر ماننا بھی ناجائز اور غلط ہے۔

---

❶ (سنن ابی داود، الایمان، ح: 3313و السنن الکبری للبیهقی، ح:83 / 10) .

یہ مقام تفصیل طلب تھا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اسے تفصیل سے بیان فرمایا؛ اور نبی ﷺ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ بات ہوتی کہ وہاں جاہلیت کے کسی بت کی پوجا ہو رہی ہے تو وہاں قربانی کرنے کی ہرگز اجازت نہ ہوتی۔ یہاں حدیث بیان کرنے کا بھی یہی مقصد ہے۔

العیـد وہ جگہ جہاں لوگ بار بار آئیں یا وہ گھڑی اور زمانہ جو بار بار لوٹ کر آئے۔ کسی جگہ کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں لوگوں کا بار بار آنا ہوتا ہے۔ اسی طرح زمانے بھی ایک معین وقت میں بار بار لوٹ کر آتے ہیں اس لیے انہیں بھی عید کہا جاتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

غیر اللہ کے نام پر ذبح.....

اپنے سے پہلے باب کے بعد یہ باب ایک خوبصورت تسلسل ہے۔ پہلا باب مقاصد پر مشتمل تھا۔ اور یہ باب وسائل پر مشتمل ہے۔ وہ باب شرک اکبر کے بیان میں تھا۔ جبکہ یہ باب اس سے قریب کرنے والے شرکیہ وسائل کے بیان میں ہے۔ بیشک وہ جگہ جہاں پر مشرکین اپنے معبودوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتے ہوں؛ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوں؛ تو وہ شرک کی علامات [مشاعر] میں سے ایک علامت بن جاتا ہے۔ پس جب کوئی مسلمان اس جگہ پر جانور ذبح کرے؛ بھلا اس کا قصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی کیوں نہ ہو؛ تو یقیناً وہ اپنے اس عمل میں مشرکین کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ اور ان کے خاص مذہبی شعائر میں ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ ظاہری اعمال میں ان کی موافقت درحقیقت باطن میں ان کی موافقت اور ان کی طرف میلان کا سبب بنتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شارع ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کفار کے شعائر؛ عیدوں اور وضع وقطع اور لباس وغیرہ اور دیگر ان تمام امور میں ان کی مشابہت اختیار کی جائے جو ان کے ساتھ خاص ہیں۔ تاکہ مسلمان ان لوگوں کی اس ظاہری موافقت سے دور رہیں جو ان کی طرف مائل ہونے؛ اور ان کے قریب ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے؛ حتی کہ دین اسلام میں ان اوقات میں نفلی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جن میں مشرکین غیر اللہ [اپنے معبودوں کو] سجدہ کرتے ہیں؛ یہ سب اس خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان کسی حرام کام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: من الشرك النذر لغير اللّٰه

باب: غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز شرک ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾(الدھر: ۷)

''وہ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جسکی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی''❶۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ﴾(البقرۃ270)

''تم نے جو کچھ نفقہ خرچ کیا ہو، اور جو نذر بھی مانی ہو؛ پس بیشک اللہ کو اسکا علم ہے''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ))❷۔

''جو کوئی اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے''۔

اس باب کے مسائل

1۔ اطاعت والی نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔

2۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو پھر اسے غیر اللہ کے لیے ماننا اور پورا کرنا شرک ہے۔

3۔ جو نذر معصیت پر مبنی ہو اسے پورا کرنا جائز نہیں۔

---

❶ نذر ماننا مشروع عبادت اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے؛ اسی لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔ جب یہ عبادت ہے تو اس کا غیر اللہ کے لیے بجالانا شرک اکبر ہے۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ وہ نذریں جو قبر پرست، درگاہوں اور مزاروں کی قربت اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی غرض سے مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصحاب القبور ان کی حاجات پوری کریں اور ان کے سفارشی بنیں، تو یہ سب بلا ریب وشک شرک فی العبادت ہیں۔ پس جو شخص قبر وغیرہ کے لئے تیل کی نذر مانے تا کہ قبروں پر دیئے جلائے؛ جیسا کہ بعض گمراہ لوگوں کا عقیدہ وعمل ہے؛ پس ایسی نذر مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق معصیت/ اللہ کی نافرمانی ہے اور اسے پورا کرنا ناجائز ہے۔ یہی صورت حال اس مال کی ہوگی جو صاحب قبر یا مجاوروں کو خوش کرنے کے لئے بطورِ نذر مانا گیا ہو۔ آج کل قبروں کے مجاور سجادے اور گدی نشین ان لوگوں سے بالکل ملتے جلتے ہیں جو کہ لات، عُزّٰی اور مناۃ کے مجاور تھے اور ناحق، لوگوں کا مال کھاتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ آج کے مجاوروں کا بھی یہی حال ہے یہ بھی عوام الناس کا مال بے دریغ کھاتے ہیں اور سب سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ یہ لوگ صراطِ مستقیم سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

❷ (صحيح البخاري، ح:6696، وسنن ابي داود، الايمان و النذور، باب النذر في المعصية، ح:3289)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب: مِنَ الشِّرْكِ الاسْتِعَاذَةُ بِغَيْرِ اللّٰهِ

باب: غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا شرک ہے ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾(الجن : ٦)

''انسانوں کے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ مانگتے تھے پس انہوں نے ان کو مزید سرکش بنا دیا''❷۔

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ حَتّٰى يَرْحَلَ مِنْ مَّنْزِلِهٖ ذٰلِكَ .))❸۔

---

❶ غیر اللہ کی پناہ مانگنا شرک اکبر ہے۔استعاذہ کا معنی پناہ مانگنا ہے۔درحقیقت استعاذہ سے مراد پناہ لینے کی دعا کرنا ہے۔اور جب یہ دعا ہے تو عبادت بھی ہے اور ہر قسم کی عبادت کا سزاوار صرف اللہ عزوجل ہے۔اہل اسلام کے ہاں بالاتفاق استعاذہ، اللہ رب العزت کے سوا کسی دوسرے سے درست نہیں ہے۔اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ جو چیز مخلوق کے بس میں ہے؛ اس میں مخلوق سے پناہ مانگنا جائز ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مخلوق سے پناہ، محض زبانی طور پر مانگی جاتی ہے، دلی اطمینان اور لگاؤ اللہ عزوجل ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ حسن ظن ہوتا ہے کہ یہ بندہ تو محض ایک سبب ہے، درحقیقت پناہ دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لہذا جب ظاہری طور پر مخلوق سے پناہ مانگی جائے اور دلی رجحان اور توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو تو پھر مخلوق سے پناہ مانگنا جائز ہوگا۔اسی لیے اہل خرافات کا یہ قول باطل ہے کہ مردوں، جنات، اولیائے کرام اور دیگر مخلوق سے ان چیزوں کی پناہ مانگنا جائز ہے جو ان کی قدرت اور طاقت میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پناہ دینے کی قدرت بھی دے رکھی ہے۔

جنات سے فائدہ حاصل کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اپنی کوئی ضرورت پوری کرالے یا اپنا کوئی حکم منوالے، یا کسی نامعلوم اور مقام بعید کی خبر حاصل کر لے وغیرہ وغیرہ۔اور جنات کے انسانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ان سے اپنی تعظیم کرالے، یا اس کو استعاذہ پر مجبور کر دے یا اپنے سامنے اس کو کسی کام کے لیے مجبور کر دے وغیرہ۔''اس استعاذہ سے اگر کوئی دنیوی فائدہ حاصل ہو بھی جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ شرک نہیں ہے بلکہ یہ شرک ہی رہے گا''۔

❷ یہاں رھقا کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس قدر خوف واضطراب پیدا ہوگیا کہ وہ [جنات] ان پر ظلم وزیادتی کرنے لگے۔ظلم جسم پر بھی ہوتا ہے اور روح پر بھی۔گویا ان پر جنات کا یہ ظلم بطور سزا تھا اور سزا کسی گناہ پر ہی ہوتی ہے [تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے پناہ مانگنا گناہ ہے]

آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی مذمت بیان ہوئی ہے اور یہ مذمت صرف اس لیے ہے کہ انہوں نیاس عبادت کا حقدار غیر اللہ کو ٹھہرایا جبکہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی سے پناہ نہ مانگی جائے۔امام قتادہ رحمہ اللہ اور بعض دیگر اسلاف کا قول یہ ہے کہ رھقا کا معنی گناہ ہے اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے پناہ مانگنا باعث گناہ ہے۔

❸ (مسلم ، الذکر و الدعا ، ...... ح: 2708 وجامع الترمذی ، الدعوات باب ماجا مایقول اذا نزل...... ح:3437)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص کسی جگہ میں ٹھہرے اور یہ کلمات کہہ لے: ''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اسکے مکمل کلمات کیساتھ، تمام مخلوق کے شر سے''۔ تو مذکورہ دُعا پڑھنے سے اس مقام سے کوچ کرنے کے وقت تک اُسے کوئی چیز تکلیف نہ دے سکے گی''[1]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اس باب سے سورہ الجن کی آیت کی تفسیر واضح ہوئی۔

2۔ غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے۔

3۔ اس پر اس دعا سے استدلال۔ اس لیے کہ علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات (کلام) مخلوق نہیں۔ اگر یہ کلمات مخلوق ہوتے تو ان کی پناہ طلب نہ کی جاتی کیونکہ مخلوق سے پناہ طلب کرنا شرک ہے۔

4۔ اس حدیث سے مذکورہ دعا کے مختصر ہونے کے باوجود اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

5۔ کسی چیز سے دنیاوی فائدہ کا حاصل ہو جانا مثلاً کسی شر سے حفاظت یا کسی فائدہ کا حاصل ہو جانا، یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل جائز ہی ہے شرک نہیں۔ [بلکہ ایسا کرنا حقیقت میں شرک ہی ہے۔]

---

[1] نبی کریم ﷺ نے اللہ کے کلمات کیساتھ پناہ مانگنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے؛ اور شریر مخلوقات سے اللہ کے کلمات کی پناہ میں آنے کا سبق دیا ہے۔ مِن شرِ ما خلق ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اس سے مقصود ان مخلوقات کے شر سے پناہ مانگنا ہے جن میں شر ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی ایسی پاکیزہ مخلوقات بھی ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی شر نہیں بلکہ وہ سراپا خیر ہیں، مثلاً جنت، ملائکہ، انبیا، رسل اور اولیا وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بَاب: مِّنَ الشِّرْكِ اَنْ يَّسْتَغِيْثَ بِغَيْرِ اللّٰهِ اَوْ يَدْعُوَ غَيْرَهٗ

باب: غیر اللہ کو پکارنا یا کسی اَور سے فریاد کناں ہونا شرک ہے [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ 0 وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ۔ (یونس:۱۰۶.۱۰۷)

''اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ دے سکے اور نہ نقصان؛ اگر ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو اس کے سوا کوئی اسے ٹال نہیں سکتا؛ اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرلے تو اس کے فضل کو روکنے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ

---

[1] اگرچہ استغاثہ [فریاد کرنا] دعا ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس کو بالخصوص علیحدہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ استغاثہ کا معنی فریاد کرنا ہے۔ جو شخص شدید دکھ اور پریشانی میں اس قدر مبتلا ہو کہ اسے سخت نقصان پہنچے یا اس کے ہلاک ہوجانے کا خدشہ ہو تو اس کی فریادرسی کو غوث کہا جاتا ہے۔ لہذا جب یہ کہا جائے کہ فلاں نے فلاں کی فریادرسی کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے مدد کرتے ہوئے اسے اس مصیبت سے چھٹکارا دلایا جس میں وہ جکڑا ہوا تھا۔ چنانچہ جب مخلوق سے کسی ایسے کام کی فریاد کی جائے جو اس کے بس میں نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے بس اور اس کی قدرت میں ہو تو یہ فریاد کرنا شرک اکبر ہوگا۔ ہاں اگر مخلوق کے بس میں ہو تو جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں کہا ہے: ﴿فاستغاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه﴾ [القصص 28:]۔ ''جو شخص موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا اس نے ان سے اپنے دشمن کے خلاف فریاد کی''۔

بعض علماء نے استغاثہ اور دُعا میں فرق کیا ہے۔ استغاثہ میں شرط یہ ہے کہ مستغیث کسی مصیبت میں مبتلا ہو؛ جبکہ دُعا عام ہے، کسی مصیبت میں مبتلا ہو یا نہ ہو، دُعا ہر وقت مانگی جا سکتی ہے۔ دعاء کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ دعائے عبادت ۲۔ دعائے مسئلہ۔

قرآن کریم میں یہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوئی ہیں اور بعض اوقات بیک وقت دونوں مقصود ہوتی ہیں۔ دعائے مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی تکلیف اور مشکل سے نجات کا طلبگار ہو یا کسی منافع کا خواہشمند ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی سخت مذمت فرمائی ہے جو اللہ کے علاوہ ایسے افراد سے طالبِ دعا ہو جو کسی نفع یا نقصان کے قطعاً مجاز نہیں ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں فرمایا گیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۱۷)۔

''تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو تمھارے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''[1]۔

مزید ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾ (الاحقاف: ۵ تا ۶)۔

''آخر اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ ان کی پکار سے بھی بے خبر ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے، اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور اُن کی عبادت کے منکر ہوں گے''[2]۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النمل: ۶۲)۔

''کون ہے جو بے قرار کی دعاء سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون تکلیف رفع کرتا ہے اور تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو''[3]۔

اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے؛ آپ فرماتے ہیں کہ:

((اَنَّهٗ كَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُنَافِقٌ يُؤْذِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قُوْمُوْا بِنَا نَسْتَغِيْثُ

---

[1] اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم صرف اللہ ہی سے رزق طلب کرو۔ اس طلب کو اللہ ہی کے ساتھ خاص رکھو، طلب رزق کے لیے غیر اللہ سے فریاد نہ کرو۔ رزق کا لفظ عام ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو ملے اور عطا ہو؛ اسے رزق کہا جاتا ہے۔ اس میں صحت، عافیت اور مال و دولت سب کچھ شامل ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے واعبدوہ [اور اس کی بندگی کرو] فرمایا تا کہ بطور سوال اور بطور عبادت دونوں طرح کا پکارنا اس میں شامل ہو جائے۔

[2] اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی گمراہی کی انتہا بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مردوں کو پکارتے ہیں اس سے بتوں، پتھروں یا درختوں کو پکارنا مراد نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ''جو قیامت تک [اس کی پکار سن کر] اسے جواب نہیں دے سکتے اور یہ اشیاء تو قیامت کے بعد بھی سننے پر قادر نہیں جبکہ مردے قیامت کے بعد اٹھ کر سننے لگیں گے''۔

نیز اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت میں ''مَنْ'' حرف موصول ہے۔ اس کا اطلاق ذوی العقول پر ہوتا ہے جو دوسروں سے بات کر سکتے ہوں اور ان سے بات کی جا سکتی ہو۔ وہ خود علم رکھتے ہوں اور ان سے علم حاصل کیا جا سکتا ہو۔ اسی لیے اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے انسان، فرشتے اور جن مراد ہیں جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ''۔

[3] اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے کس اور لاچار آدمی کی دعا جو کہ بطور سوال ہوتی ہے۔ صرف اللہ عزوجل سنتا ہے اور پھر کبھی تو انسان کی فریاد پر تکلیف دور کرتا ہے اور کبھی بغیر فریاد کیے: ﴿أإله مع الله﴾ ''تو بھلا اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہے؟'' یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں جسے پکارا جائے یا جو چیز صرف اللہ کے اختیار میں ہو اس کی فریاد اس [غیر اللہ] سے کی جائے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ هٰذَا الْمُنَافِقِ"۔
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :((اِنَّهٗ لَا يُسْتَغَاثُ بِيْ وَ اِنَّمَا يُسْتَغَاثُ بِاللّٰهِ .))[الطبرانی]
''رسول اللہ ﷺ کے دَور میں ایک منافق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا۔ چنانچہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ کیا کہ چلو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس منافق سے گلوخلاصی کے لئے استغاثہ کریں''۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو! مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے استغاثہ کیا جاتا ہے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ دعا/ پکارنا عام ہے اور استغاثہ (فریاد کرنا) خاص۔ پس استغاثہ کے بعد دعا کا ذکر کرنا عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔
2۔ آیت مبارکہ ﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔
3۔ یہ کہ غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے۔
4۔ نیز یہ کہ اگر کوئی انتہائی برگزیدہ بندہ بھی غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے اسے پکارے تو وہ بھی مشرکین میں سے ہوگا۔
5۔ آیت ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔
6۔ غیر اللہ کو پکارنا دنیا میں کچھ نفع بخش نہیں اور پھر یہ کہ ایسا کرنا کفر بھی ہے۔
7۔ تیسری آیت مبارکہ: ﴿ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔
8۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے روزی مانگنا ایسے ہی درست نہیں جیسے اس کے سوا کسی دوسرے سے جنت نہیں مانگی جا سکتی۔
9۔ اس بحث سے چوتھی آیت مبارکہ: ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوگئی۔
10۔ غیر اللہ کو پکارنے والے سے بڑھ کر گمراہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔
11۔ جن (غیر اللہ) کو پکارا جاتا ہے وہ تو پکارنے والے کی پکار سے بے خبر ہیں۔
12۔ غیر اللہ کو یہ پکار قیامت کے دن ان پکارنے والوں اور پکارے جانے والوں کے مابین دشمنی اور بغض کا سبب ہوگی۔
13۔ غیر اللہ کو پکارنے کو قرآن نے ان کی عبادت کا نام دیا ہے۔
14۔ جن کو پکارا جاتا ہے وہ قیامت کے دن ان کی عبادت اور پکار کا انکار کر دیں گے۔
15۔ ان امور کی وجہ ہی سے یہ انسان سب سے زیادہ گمراہ کہلاتا ہے۔
16۔ اس باب سے آیت: ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوتی ہے۔
17۔ حیران کن بات یہ ہے کہ بتوں کے پجاری بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پریشان و لاچار کی پکار کو صرف اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نجات دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشکلات میں وہ بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے ہیں ❶۔

18۔ نبی کریم ﷺ نے مکمل طور پر گلشن توحید کی حفاظت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ رکھا۔

---

❶ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو معبود قرار دیتے تھے، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام، ملائکہ اور اصنام وغیرہ کو، تو ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ یہ کسی مخلوق کو پیدا کرتے ہیں یا بارش برساتے ہیں یا انگور وغیرہ اُگاتے ہیں، بلکہ وہ یا تو ان کی عبادت کرتے تھے یا ان کی قبروں کو پوجتے تھے یا ان کی تصویروں کے سامنے جھکتے تھے اور یہ کیوں کرتے تھے؟ قرآن مجید اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے [کہ مشرکین کہتے ہیں]: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ ''ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرادیں''۔ (الزمر۔۳)۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ﴾ (یونس۔۱۸)۔

'وہ ایسے غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی نفع؛ اور کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے صرف سفارشی ہیں''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرما کر لوگوں کو اس بات سے روکا کہ وہ کسی دوسرے کو نہ پکارا کریں، نہ دعائے عبادت کی صورت میں اور نہ دعائے استغاثہ کے انداز میں''۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان کسی بھی غیر اللہ کو وسیلہ بنائے، ان پر بھروسہ کرے، ان کو پکارے اور ان سے سوال کرے وہ شخص بالاجماع کافر ہے''۔

ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''شرک کی اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان اپنی ضروریات فوت شدہ اولیاء اللہ سے طلب کرے، ان کے نام سے استغاثہ کرے اور ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے، حقیقت یہ ہے کہ یہی شرک کی جڑ ہے۔ جو شخص فوت ہو چکا، اس کے اعمال منقطع ہو چکے۔ وہ تو اب خود اپنی ذات کے نفع ونقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتا چہ جائیکہ دوسروں کی ضروریات میں کام آئے، ان کی فریاد سنے یا یہ کہے کہ وہ اللہ سے اس کی سفارش کرے گا۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ طالب ومطلوب اور شافع ومشفوع دونوں برابر ہیں''۔

احناف کی مشہور کتاب ''فتاویٰ البزازیہ'' میں لکھا ہے کہ: ''جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بزرگانِ دین اور مشائخ کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے بارے میں علم رکھتی ہیں، وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شیخ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الردّ علی من ادعی ان للاولیاء تصرفات فِی الحیات و بعد الممات علی سبیلِ الکرامۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دورِ حاضر میں مسلمانوں میں کچھ گروہ اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو اپنی زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی اس عالم میں قدرت وتصرف حاصل ہے اور سختیوں اور مشکلات میں اُن سے استغاثہ اور استعانت کی جا سکتی ہے کیونکہ اُن کی سعی وہمت سے مشکلات رفع ہوتی ہیں۔ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ان کی قبروں پر آتے ہیں اور ان سے حاجات رفع کرنے کی درخواست کرتے ہیں کہ یہ اصحابِ کرامت تھے۔ وہ ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اِن میں ابدال بھی تھے اور نقباء بھی، اوتاد بھی تھے اور نجباء بھی، ان کی تعداد ۷۷ اور ۴۴ تک پہنچتی ہے۔ قطب وہ ہے جو لوگوں کی فریادیں سنتے ہیں اور ان ہی پر اس نظام کا دارومدار ہے۔ ان کے نام کی نذر ونیاز بھی دیتے ہیں، جانور بھی ذبح کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے وہ اولیاء ان کو مستحق اجر گردانتے ہیں''۔

شیخ صنع اللہ رحمہ اللہ، مزید فرماتے ہیں کہ: ''یہ وہ عقیدہ ہے جس میں نہ صرف افراط وتفریط ہی پائی جاتی ہے بلکہ اس میں ہلاکتِ ابدی اور عذابِ سرمدی بھی ہے کیونکہ اس میں خالص شرک کی بو آتی ہے جو کتابُ اللہ کے صحیح اور واضح احکام کے صریح خلاف ہے، تمام ائمہ کرام کے عقائد سے متصادم ہے اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہے قرآنِ کریم کہتا ہے کہ: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء۔۱۱۵) ''جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے؛ جبکہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرح چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بد ترین جائے قرار ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿أَمَّن يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ءَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (٦٤) قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (٦٥)﴾ (النمل۔۶۴۔۶۵) ''اور کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اسکا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جو ان کاموں میں حصہ دار ہے۔ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو؟ ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے''

یہ تمام آیاتِ قرآنی اس بات پر دلائل کناں ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی مخلوق کے لئے تدبیر، تصرف اور تقدیر کا اختیار حاصل [حاشیہ جاری ہے]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

باب: غیر اللہ کو پکارنا یا کسی اَور سے فریاد کناں ہونا شرک ہے۔

جب آپ سابقہ باب میں بیان کردہ ضابطہ؛ جس میں شرک اکبر کی حد کا تعین ہے؛ کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے امور میں

[بقیہ حاشیہ]: ہے۔اس میں کسی بھی غیر اللہ کو ذرہ برابر دخل نہیں ہے تمام کائنات اس کے قبضہ میں، اس کی تسخیر اور اس کے تصرف میں ہے۔وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔زندگی، موت اور پیدائش اسی کے ہاتھ میں ہے۔چونکہ یہ تمام اُمور فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار وقدرت میں ہیں، اس لیے اس کی تعریف وثناء میں بہت سی آیات موجود ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ﴾ ''لوگو، تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں، انھیں یاد رکھو۔کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو، کوئی معبود اس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟ (فاطر:۳)۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ☆ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ☆﴾ (فاطر:۱۳) ''اسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرہ کا (کھجور کی گٹھلی کے چھلکے) کے مالک بھی نہیں ہیں، انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے اور سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، حقیقتِ حال کی ایسی صحیح خبر ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا''۔

علاّمہ رحمہ اللہ موصوف نے یہاں بہت سی آیات نقل کی ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ: ''تمام آیات میں لفظ ''دُوْنِہٖ'' سے ہر وہ غیر اللہ مراد ہے جس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ استمداد کے قابل ہے، چاہے کوئی ولی ہو یا کوئی شیطانی طاقت جو خود تو اپنی مدد نہیں کر سکتا، وہ بھلا دوسروں کی کیا مدد کرے گا''؟۔

علاّمہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: ''یہ خیال کرنا کہ اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد کسی قسم کے تَصَرف پر کوئی قدرت حاصل ہے، یہ ان کی زندگی میں تصرفات کا عقیدہ رکھنے سے بھی زیادہ شنیع [برا] اور بدعتی عقیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا ہے کہ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ ''آپ ﷺ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی فوت ہونے والے ہیں''۔(الزمر:۳۰)۔اور ارشاد فرمایا: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ ''وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت رُوحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے''۔(الزمر:۴۲)۔..... ''انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال مُنقطع ہو جاتے ہیں''۔(صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)۔

یہ اور اس کے علاوہ دوسری آیات واحادیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ موت کے بعد انسان کی حرکت وحِس مُنقطع اور ختم ہو جاتی ہے۔ان کی ارواح اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوتی ہیں اور ان کے اعمال میں کمی بیشی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ میت کو تو اپنی ذات پر بھی کسی قسم کے تصرف کا کوئی اختیار نہیں ہوتا وہ دوسروں کے معاملات میں کس طرح تصرف کر یگی؟ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ ارواح قطعی طور پر میرے قبضے میں ہیں اور ملحد واصحابِ بدعت یہ کہتے ہیں کہ ان کو علی الاطلاق تصرفات حاصل ہیں: ''کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ''؟۔(البقرۃ:۱۴۰)۔

علامہ رحمہ اللہ موصوف اس سے آگے فرماتے ہیں کہ: ''یہ عقیدہ رکھنا کہ غیر اللہ کو بلیات وشدائد کو رفع کرنے اور حاجات کے پورا ہونے میں کچھ اثر اور قدرت حاصل ہے، جیسا کہ دَورِ جاہلیت کے عرب کہتے تھے یا آج اس دَور کے جہال صوفیاء کا عقیدہ ہے اور وہ ان کو پکارتے بھی ہیں۔یہ عقیدہ سراسر باطل اور منکرات میں سے ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ غیر اللہ میں سے اللہ کے کسی نبی یا ولی یا کسی روح کو کسی کرب ومصیبت کے دور کرنے یا حاجت روائی کرنے کی طاقت حاصل ہے یا وہ کسی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں یا اس باب میں ان کو کوئی اثر ونفوذ حاصل ہے تو ایسا شخص جہالت کی خطرناک وادی میں گامزن ہے اور دوزخ کے کنارے کھڑا ہے۔ان کا یہ عقیدہ رکھنا کہ ''یہ صرف کرامات ہیں'' تو اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے کہ اس کے اولیاء میں اس قسم کی کوئی طاقت موجود ہو۔یہ تو اصنام واوثان کے پجاریوں کا عقیدہ ہے، اس کی نشاندہی خود قرآن کریم نے کی ہے کہ وہ غیر اللہ کو صرف سفارشی اور صاحب کرامت سمجھتے تھے۔قرآن کے الفاظ یہ ہے کہ: هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی ''یہ صرف ہمارے سفارشی ہیں'' (یونس:۱۸)۔''ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں''۔(الزمر:۳)۔کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر اللہ رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں''۔(یٰس۔۲۳)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کچھ بھی غیر اللہ کے بجالاتا ہے؛ وہ مشرک ہے؛ سمجھ گئے؛ تو اب ان تین ابواب اور بعد والے ابواب کا سمجھنا آپ کے لیے آسان ہو جائے گا۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نذر [پوری کرنا] اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کام ہے؛ اور اس پورا کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان نذور کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں۔ اور ہر وہ کام جس کی تعریف شارع علیہ السلام نے کی ہو؛ یا وہ کام کرنے والوں کی ثنائے خیر بیان کی ہو؛ یا اس کا حکم دیا ہو؛ تو وہ کام کرنا عبادت ہے۔ بیشک عبادت ایک جامع نام ہے؛ جو ہر اس ظاہری و باطنی قول وفعل کو شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہوں؛ اور اس کے کرنے پر راضی ہوتے ہوں''۔ نذر بھی انہی کاموں میں سے ایک ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے شر و برائی سے بچنے کے لیے صرف اور صرف اس سے پناہ طلب کی جائے۔ مشکل اوقات میں مشقت کے خاتمہ اور مشکل کشائی کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے فریاد کی جائے۔ پس یہ کام صرف اللہ کے لیے کرنا ایمان اور توحید ہے؛ اور انہیں غیر اللہ کے لیے بجالانا اللہ تعالیٰ کی برابری اور شرک ہے۔

دعا اور استغاثہ میں فرق:

دعا عام ہے جو ہر حال میں ہوتی ہے۔

جب کہ استغاثہ (فریاد) ایک خاص دعا ہے۔ استغاثہ کا معنی ہے: فریاد کرنا۔ یعنی شدید دکھ اور پریشانی میں فریاد کرنا۔ یہ تمام امور صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ سے ہی ہو سکتے ہیں۔ وہی پکارنے والوں کی دعاؤں کو سنتا ہے؛ اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی غیر کو پکارتا ہے؛ خواہ وہ نبی ہو یا فرشتہ؛ ولی ہو یا کوئی دیگر؛ یا پھر ان سے فریاد رسی چاہتا ہے؛ یا ایسے امور میں غیر اللہ سے مدد چاہتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی کوئی دسترس یا قدرت نہیں؛ تو ایسا انسان کافر اور مشرک ہے۔ یہ انسان نہ صرف دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؛ بلکہ عقل سے بھی خالی ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق میں سے کوئی ایک بھی نہ ہی کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی تکلیف اور ضرر کا خاتمہ کر سکتا ہے؛ نہ ہی اپنی ذات سے اور نہ ہی کسی دوسرے سے۔ بلکہ تمام کے تمام لوگ اپنے تمام تر امور میں صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے محتاج ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا

باب: کیا وہ اُنہیں شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ٥ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَا هُمْ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴾[الاعراف ۱۹۱۔۱۹۲]

''کیا وہ اُن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی بھی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں، جو نہ اِن کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ اپنی مدد پر قادر ہیں''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴾(فاطر ۱۳۔۱۴)

''اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ کے بھی مالک بھی نہیں ہیں۔ اگر انہیں پکارو تو وہ تمہاری دُعائیں سن نہیں سکتے؛ اور اگر سن لیں تو ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا'' [1]۔

صحیحین میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

((شُجَّ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَّتُهٗ ؛ فقال: کیف یفلِح قوم شجوا نبِیهِم ؟ فنزلت﴿ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ ﴾[آل عمران: 128] [2]۔

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن ملائکہ، انبیاء، رسل اور فوت شدہ صالحین یا جنات کو پکارتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کا بھی مالک نہیں تو یہ لوگ انہیں کیوں پکارتے اور ان سے حاجات کیوں طلب کرتے ہیں؟ انہیں چاہیے کہ اپنے تمام امور میں صرف اسی کو پکاریں جو ان تمام امور کا مالک اور تصرف کرنے والا ہے۔

[2] [صحیح مسلم، الجهاد، باب غزو احد، ح: 1791و مسند احمد: 99 /3 ، 178)]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''رسول اکرم ﷺ کو جنگ اُحد میں زخمی کر دیا گیا اور آپ ﷺ کے اگلے دو دانت شہید کر دیئے گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے ہی نبی کریم ﷺ کو زخمی کر دیا ہے؟ اس پر آیت نازل ہوئی کہ ''(اے پیغمبر ﷺ) فیصلہ کے اِختیارات میں آپ کا کوئی حصہ نہیں''۔

صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں (جب آپ ﷺ رکوع سے کھڑے ہوئے تو: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْد کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا))

''اے اللہ! فلاں اور فلاں شخص پر لعنت فرما''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾[4069، 4559و مسند احمد: 145 / 2]

''(اے نبی کریم ﷺ!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں''۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾(صحیح البخاری، المغازی، باب لیس لك من الأمر ح: 4070)

''(اے نبی کریم ﷺ!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں''[1]۔

صحیح بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

((قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اَنْزَلَ عَلَيْهِ : ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا! اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا . يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا اُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا . يَا صَفِيَّةَ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا . وَ يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِيْنِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتِ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .))[2]

''رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے'' تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے قریش کی جماعت! اپنی جانوں کو بچاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا[3]۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں آپ کو کچھ کام نہیں آؤں گا؛ اے پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا! میں آپ

---

[1] ان احادیث سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی بادشاہت میں سے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے تھے اور آپ نے اس بات کی تبلیغ کی اور صاف صاف بیان بھی کر دیا تو پھر آپ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جسے یہ اختیار حاصل ہو؟ چنانچہ ملائکہ، انبیا اور اولیا و صالحین سے تو بالاولی اس بات کی نفی ہوگئی۔ لہٰذا غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے کی تمام تر صورتیں باطل ہیں اور یہ ضروری ہے کہ عبادت اور عبادت کی تمام انواع یعنی دعا، استغاثہ؛ فریاد، استعاذہ [پناہ مانگنا]، ذبح اور نذر کا سزاوار صرف اور صرف ایک اللہ کو ٹھہرایا جائے، اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔

[2] (صحیح البخاری ، الوصایا ، باب هل یدخل النسا والولد فی الارقاب ، ح: 2753و مسند احمد:360 / 2)

[3] یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی کچھ نفع نہیں دے سکتے تھے۔ ہاں اللہ کا پیغام انہیں ضرور پہنچایا اور اللہ کی طرف سے سونپی گئی عظیم امانت رسالت و نبوت کا حق ادا کیا۔ رہی بات اللہ کے عذاب، سزا اور عقوبت سے بچانے کی؛ تو یاد رہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنی بادشاہت میں کچھ اختیار نہیں دیا۔ وہ سلطنت و قدرت میں تنہا اور کمال، جمال اور جلال میں یکتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو کچھ کام نہیں آؤں گا۔اے فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا! میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے کام نہ آؤں گا''۔

اس باب کے مسائل:

1۔مذکورہ بالا دو آیات کی تفسیر [جن میں بے اختیار کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے]۔

2۔غزوہ احد کا (مختصر سا) تذکرہ ہے۔

3۔سید المرسلین ﷺ کا نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا؛ اور آپ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آمین کہا کرتے تھے۔

4۔جن پر بددعا کی جارہی تھی وہ بلاشبہ کافر تھے۔

5۔ان کفار نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی تھی اور آپ کو ایسی ایذائیں دی تھیں کہ دیگر کفار نے ایسا نہ کیا تھا۔مثلاً نبی کریم ﷺ کو زخمی کرنا، آپ کے قتل کے درپے ہونا اور مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا، حالانکہ وہ شہداء ان کفار کے عم زاد اور رشتہ دار بھی تھے۔[انہوں نے اس رشتے کا بھی لحاظ نہ کیا]۔

6) نبی کریم ﷺ کے بددعا کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾

7۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا آپ کو یہ اختیار بھی نہیں کہ: ﴿أو يتوب عليهم أو يعذبهم﴾ ''کہ آپ ان کی توبہ قبول کریں یا سزا دیں''۔چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور وہ ایمان لے آئے۔

8۔نزول حوادث کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

9۔نماز میں جن لوگوں پر بددعا کی جائے ان کا اور ان کے آباو اجداد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

10۔قنوت نازلہ میں کسی مخصوص آدمی کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

11۔﴿وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ کے نزول کا قصہ۔[کہ آپ نے تمام قریبی رشتہ داروں فرداً فرداً دین کی دعوت دی]۔

12۔نبی کریم ﷺ کے اس دعوت میں سنجیدہ محنت کی وجہ سے آپ ﷺ کو مجنون کہا گیا۔اسی طرح آج بھی اگر کوئی توحید کی دعوت دے تو اسے بھی اسی قسم کی باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

13۔نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا''۔ حتی کہ آپ ﷺ سید المرسلین ہونے کے باوجود اپنی لخت جگر اور سیدہ نسا العالمین سے فرما رہے ہیں کہ: ''اے فاطمہ بنت محمد! میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا''۔جب آپ جنتی خواتین کی سردار کے کچھ کام نہیں آسکتے تو اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ان صراحتوں کی روشنی میں آج کل کے حالات پر غور کیا جائے کہ اس غلط فہمی میں (کہ اللہ کے ہاں انبیا اور صالحین کچھ کام آسکتے ہیں) عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی مبتلا ہیں، تو توحید کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ آج کل لوگ دین سے کس قدر دور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح ❶:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴾[الاعراف ۱۹۱۔۱۹۲]

''کیا وہ اُن کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں''۔

یہاں سے توحید کے دلائل و براہین کے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے اتنے زیادہ عقلی اور نقلی دلائل ہیں کہ اتنے دلائل کسی دوسری چیز کے نہیں ہیں۔

اس سے پہلے گزر چکا کہ دونوں اقسام کی توحید یعنی توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات اس کے بڑے عظیم الشان اور وسیع ترین دلائل میں سے ہیں۔ پس وہ ذات جو پیدا کرنے میں؛ تدبیر کرنے میں اکیلی ہے؛ وہ ہر لحاظ سے تمام صفات میں کمال مطلق رکھتی ہے؛ اس کے علاوہ کوئی دوسرا عبادت کا مستحق ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایسے ہی توحید کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ ان مخلوقات کے اوصاف کی معرفت حاصل کی جائے جن کی بندگی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بنائے گئے تمام معبود خواہ وہ فرشتے ہوں؛ یا بشر؛ شجر ہوں یا حجر؛ وہ تمام کے تمام اللہ کی بارگاہ کے محتاج اور نیاز مند ہیں۔ سبھی عاجز ہیں؛ وہ کسی کو رائی کے دانے برابر بھی نفع دینے کے مالک نہیں؛ اور نہ ہی کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں؛ بلکہ وہ خود مخلوق ہیں؛ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں؛ اور نہ ہی زندگی اور موت یا دوبارہ اٹھائے جانے پر کوئی اختیار رکھتے ہیں۔ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام تر مخلوق کے خالق حقیقی ہیں۔ وہی ہر چیز کو روزی دیتے ہیں؛ اور تمام امور کی تدبیر کرتے ہیں۔ وہی نفع ونقصان دیتے ہیں؛ وہی عطیات سے نوازتے ہیں؛ اور ان سے اپنی عنایت کو روکتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے۔ اور ہر چیز نے ان ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر ایک چیز اسی کا قصد کرتی ہے؛ اور اس کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔

اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؛ جو اللہ تعالیٰ نے کئی بار اپنی کتاب میں بیان کی ہے؛ اور اسے کھول کر واضح کیا ہے۔ اور اپنے رسول کریم ﷺ کے ذریعہ سے بھی اسے بیان کیا ہے۔ یہ عقلی اور فطرتی دلیل ہے۔ ایسے اس دلیل کا شمار سمعی اور عقلی دلائل میں بھی ہوتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید بجالانا واجب ہے؛ اور بیشک حق ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے؛

---

❶ سابقہ ابواب کے بعد اس باب کا لانا حسن سیاق، فقہی عظمت اور رسوخ فی العلم کی دلیل ہے۔

:﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ﴾ اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو بھی کسی چیز کا اختیار نہیں تو پھر یہ اختیار صرف ایک اللہ کا ہی ہے۔ اور جب نبی کریم ﷺ سے اس بات کی نفی ہوگئی تو پھر آپ سے کم تر درجہ والوں کی تو بالاولی نفی ہوئی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر اصحاب قبور، صالحین یا انبیا واولیا کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کے ذہن میں یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ بھی صاحب قوت واختیار ہیں۔ اور کچھ امور کے وہ بھی مالک ہیں۔ رزق بھی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر واسطہ اور سفارش کا حق رکھتے ہیں۔ ایسی سب باتیں غلط ہیں کیونکہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے پروردہ اور اس کی مخلوق ہیں۔ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم میں بے شمار دلائل سے ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے؛ دوسرا کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن ملائکہ، انبیا، رسل اور فوت شدہ صالحین یا جنات کو پکارتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کا بھی مالک نہیں تو یہ لوگ انھیں کیوں پکارتے اور ان سے حاجات کیوں طلب کرتے ہیں؟ انھیں چاہئے کہ اپنے تمام امور میں صرف اسی کو پکاریں جو ان تمام امور کا مالک اور تصرف کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ بلاشک وشبہ شرک کرنا ایک باطل عمل ہے۔

جب علی الاطلاق مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ اور محترم ہستی بھی اپنی سب سے قریبی مخلوق اور صلہ رحمی کے سب سے زیادہ مستحق لوگوں کے لیے بھی کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی؛ تو پھر کسی دوسرے سے یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ پس ہلاکت ہو اس انسان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے؛ اور مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتا ہے۔ یقیناً اس کے دین کے سلب ہونے کے بعد اس کی عقل بھی سلب ہو چکی ہے۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریفات؛ اور اس کی عظمت کی صفات اور کمال مطلق میں اس کی وحدانیت وانفرادیت اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایسے ہی مخلوق کی تمام تر صفات؛ اور ان کی ماہیت وکیفیت میں کمی اور نقص پایا جاتا ہے؛ اور وہ مخلوقات اپنے تمام تر امور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ کی محتاج اور فقیر ہیں۔ انہیں کسی بھی چیز میں کمال حاصل نہیں؛ سوائے اتنے کمال کے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔ یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی معبود نہیں ہوسکتی۔

پس جو کوئی حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے؛ تو اسے اس کا یہ علم اور معرفت مجبور کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت بجالائے؛ اور دین کو صرف اس کے لیے خاص کرتے ہوئے اس کی حمد وثناء سے زبان کو تر رکھے۔ اور اپنی زبان سے اس کی حمد وشکر بیان کرے؛ اور اپنے دل واعضاء سے بھی اس کی شکر گزاری کرے؛ کہ اس اللہ تعالیٰ نے خوف وامید؛ محبت اور طمع ہر اعتبار سے اس کا تعلق مخلوق سے موڑ کر اپنے ساتھ وابستہ کر لیا ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ ....

باب: فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی وحی کا خوف

[[﴿حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾
''جب گھبراہٹ اُن کے دلوں سے دور ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا حکم دیا ہے؟ تو کہتے ہیں: حق ہی فرمایا ہے۔ اور وہ عالی شان اور سب سے بڑا ہے''۔]]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:
﴿حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (سبا:۲۳)
''جب گھبراہٹ اُن کے دلوں سے دور ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا حکم دیا ہے؟ تو کہتے ہیں: حق ہی فرمایا ہے۔ اور وہ عالی شان اور سب سے بڑا ہے''۔
صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا اِذْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سَلْسَلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ . ﴿حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ . فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَ مُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ ــ وَ صَفَهٗ سُفْيَانُ بِكَفِّهٖ فَحَرَّفَهَا وَ بَدَّدَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ـ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخَرُ اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَمَا اَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ اَنْ يُّلْقِيَهَا وَ رُبَمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَهٗ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا كَذَا وَ كَذَا فَيَصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِيْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ .))[1]
''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ صادر فرماتا اور حکم دیتا ہے تو مارے ڈر اور خوف کے فرشتے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بنا پر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگتے ہیں اور اللہ کے کلام کی آواز ایسی واضح اور زوردار ہوتی ہے جیسے صاف اور نرم پتھر سے لوہے کی زنجیر ٹکرائے یہ آواز ان فرشتوں کے دلوں میں اُتر جاتی ہے۔ جب گھبراہٹ

[1] (صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ حتی اذا فزع عن قلوبهم، ح:4800)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اُن کے دلوں سے دور ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا حکم دیا ہے؟ تو کہتے ہیں: حق ہی فرمایا ہے۔ اور وہ عالی شان اور سب سے بڑا ہے''۔ چنانچہ اس کلامِ ربانی کو شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ صف بصف زمین سے آسمان تک اوپر تلے سننے پر آمادہ رہتے ہیں۔ (راویٔ حدیث) سیدنا سفیان رضی اللہ عنہ نے شیاطین کے صف بصف اوپر تلے ہونے کی حالت کو اپنا ہاتھ ٹیڑھا کر کے اور اُنگلیوں میں فاصلہ دے کر بتایا کہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ جب سب سے اُوپر والا شیطان کوئی بات سنتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے یہاں تک کہ وہ ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ پس کبھی کاہن کو بتانے سے پہلے ہی شہاب اُس کو جلا دیتا ہے اور کبھی بات بتانے کے بعد اس پر آ کر گرتا ہے۔ پس شیطان ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے۔ اگر کوئی بات سچ ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں روز فلاں کاہن نے یوں ہی نہ کہا تھا چنانچہ صرف ایک سچی بات جو آسمان سے سنی گئی تھی، کی وجہ سے کاہن کو سمجھا جاتا ہے''[1]۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يُّوْحِيَ بِالْاَمْرِ تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ اَخَذَتِ السَّمٰوٰتُ مِنْهُ رَجْفَةً اَوْ قَالَ رَعْدَةً خَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ صُعِقُوْا وَ خَرُّوْا لِلّٰهِ سُجَّدًا فَيَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّرْفَعُ رَاْسَهٗ جِبْرِيْلُ فَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ مِنْ وَحْيِهٖ بِمَا اَرَادَ ثُمَّ يَمُرُّ جِبْرِيْلُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ كُلَّمَا مَرَّ بِسَمَآءٍ سَاَلَهٗ مَلَائِكَتُهَا مَا ذَا قَالَ رَبُّنَا يَا جِبْرِيْلُ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ قَالَ الْحَقَّ

---

[1] یعنی جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو فرشتے حکم برداری میں یوں اپنے پر مارتے ہیں گویا صاف پتھر پر نرم زنجیر ٹکرانے کی جھنکار ہو اور وہ فرمان ان فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے۔ حتی کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے جو کہا وہ برحق ہے۔ اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس بات کو شیاطین چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیاطین ایک دوسرے کے اوپر یوں سوار ہو جاتے ہیں۔ سب سے اوپر والا شیطان جب کوئی بات سن لیتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ آگے اپنے سے نیچے والے کو۔ حتی کہ آخری (سب سے نیچے والا) شیطان وہ بات ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ کبھی تو کاہن تک وہ بات پہنچنے سے قبل ہی شعلہ (شہاب ثاقب) اس شیطان کو جلا دیتا ہے اور کبھی شعلے کے آنے تک شیطان اسے بات بتا چکا ہوتا ہے اور کاہن شیطان کی طرف سے سنی ہوئی بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ اگر کوئی بات اس کی بتائی ہوئی بات کے مطابق ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا فلاں روز فلاں ساحر یا کاہن نے ایسے ہی نہیں کہا تھا؟ چنانچہ اس کی صرف اس ایک بات کے سچے ہونے سے اس کاہن یا ساحر کو سچا سمجھ لیا جاتا ہے جو اس نے آسمان سے سنی ہوتی ہے۔

مزید سمجھنے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو مرفوع روایت نقل کی ہے اس پر غور کیجئے تو بات صاف ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''فرشتے بادلوں میں نازل ہوتے ہیں اور جو فیصلہ آسمان میں ہوتا ہے اُس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس آواز کو شیاطین چوری چھپے سن لیتے ہیں اور کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں''۔

شہاب سے مراد وہ ٹوٹا ہوا ستارہ ہے جو شیاطین پر پھینکا جاتا ہے یعنی کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ شہاب سننے والے شیطان کو جلا دیتا ہے۔ پتہ چلا کہ اگر کسی کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کی سب کی سب باتیں سچی ہوں گی۔ کیونکہ گمراہ اور بدعتی لوگوں کا شیوہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ایک بات صحیح اور اس کے ساتھ کئی جھوٹی، غلط اور بے بنیاد باتیں ملا کر عوام کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ صحیح بات صرف اس لئے کہتے ہیں کہ سادہ لوح عوام ان کی جھوٹی باتوں کے فریب میں پھنس جائیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ .))[1]۔

''اللہ تعالیٰ جب کسی بات کی وحی کا ارادہ فرماتے ہیں اور اس وحی کا تکلم فرماتے ہیں تو اس کے خوف سے تمام آسمانوں پر دہشت اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ جب آسمان والے اس آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں سے جو چاہتے ہیں ان سے کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔ جب بھی کسی آسمان سے ان کا گزر ہوتا ہے تو اس آسمان کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں: اے جبریل علیہ السلام! ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام کہتے ہیں: اس نے حق فرمایا۔ وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ پھر تمام فرشتے یہی بات دہراتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام اس وحی کو جہاں اللہ عزوجل کا حکم ہوتا ہے، وہاں پہنچا دیتے ہیں''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اس تفصیل سے سورہ سباء کی آیت کی تفسیر معلوم ہوئی۔

2۔ اس میں ابطال شرک کی دلیل ہے، بالخصوص ایسے شرک کی جس کا تعلق صالحین امت سے ہے۔ اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آیت، دلوں میں سے شجر شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکتی ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

4۔ فرشتوں کے سوال کی وجہ اور سبب بھی مذکور ہے۔

5۔ فرشتوں کے سوال پر جبریل علیہ السلام انہیں جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

6۔ جب سب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے جبریل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں۔

7۔ چونکہ ہر آسمان کے فرشتے جبریل علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں، اس لیے وہ سب کو جواب دیتے ہیں۔

8۔ یہ بے ہوشی اور غشی تمام آسمانوں کے فرشتوں پر طاری ہوتی ہے۔

9۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمان لرز جاتے ہیں۔

10۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ کی وحی کو منزل مقصود پر پہنچاتے ہیں۔

11۔ شیاطین چوری چھپے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] (اخرجه ابن كثير فى التفسير :503/ 6و ابن خزيمة فى كتاب التوحيد، ح:206)

مزید سمجھنے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو مرفوع روایت نقل کی ہے اس پر غور کیجئے تو بات صاف ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''فرشتے بادلوں میں نازل ہوتے ہیں اور جو فیصلہ آسمان میں ہوتا ہے اُس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس آواز کو شیاطین چوری چھپے سن لیتے ہیں اور کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں''۔

یہ حدیث منکرین نطق (یعنی اللہ تعالیٰ کو بولنے والا نہ ماننے والوں) پر اہل سنت کی طرف سے دلیل اور برہان قاطع ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ مُتَكَلِّمًا اِذَا شَآءَ ''اللہ تعالیٰ ازل سے صفتِ کلام سے متصف رہے ہیں، وہ جب چاہیں تکلم فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

12۔اوراس مقصد کے لیے وہ ایک دوسرے پر سوار ہو جاتے ہیں۔

13۔ان شیاطین پر ایک شہاب (شعلہ) چھوڑا جاتا ہے۔

14۔بعض اوقات کاہن تک بات پہنچنے سے قبل ہی شہاب (شعلہ) اس شیطان کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے ہی یہ شیطان اپنے انسانی دوست (کاہن، نجومی) کو وہ بات بتا چکا ہوتا ہے۔

15۔بعض اوقات کاہن کی بتائی ہوئی ایک آدھ بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔

16۔اور یہ کہ کاہن اس ایک صحیح بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔

17۔لوگ کاہن کی جھوٹی باتوں کو محض اس لیے درست مان لیتے ہیں کہ اس کی ایک بات تو صحیح تھی حالانکہ وہ بات آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔

18۔نفوس انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔دیکھئے! وہ کاہن کی صرف اس ایک بات کو مدنظر رکھتے ہیں اور اس کی ایک سو غلط باتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔

19۔شیاطین اس ایک بات کو ایک دوسرے سے حاصل کر کے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے باقی جھوٹوں کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

20۔اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی اثبات ہوتا ہے۔جبکہ اشاعرہ اور معطلہ ان صفات کے منکر ہیں۔

21۔یہ وضاحت کہ آسمانوں پر طاری ہونے والی دہشت اور کپکپی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے۔

22۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

اس باب کی شرح:

باب: حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ ....

توحید کے وجوب اور شرک کے بطلان پر یہ ایک دوسری عظیم الشان دلیل ہے۔اس باب میں وہ دلائل ذکر کئے گئے ہیں جو اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی پر دلالت کرتے ہیں؛ جس کے سامنے تمام عظیم تر مخلوقات کی عظمتیں بھی مدہم؛ چھوٹی اور کمزور پڑ جاتی ہیں۔جس کے سامنے فرشتے؛ عالم بالا اور عالم اسفل کی مخلوقات سرنگوں ہو جاتے ہیں؛ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں؛ تو ان کے دل پھٹے جاتے ہیں۔انہیں قرار نصیب نہیں ہوتا۔اور ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا ایک معمولی حصہ تجلی پذیر ہوتا ہے۔بیشک تمام کی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔اور اس کی عظمت وجلال کی معترف ہیں؛ اور اس سے لرزاں وترساں ہیں۔پس جس کی یہ شان ہو؛ وہ وہ رب ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا عبادت؛ حمد وثناء؛ شکر اور تعظیم کا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معبود بنائے جانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔اس کے سوا جو بھی ہیں؛ انہیں یہ حق حاصل نہیں۔جیسے کمال مطلق؛ کبریائی اور عظمتِ جمال وجلال کی تعریفات مطلق طور پر ساری کی ساری صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی دوسرے میں یہ صفات پائی جائیں۔ایسے ہی ظاہری اور باطنی عبودیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا خاص حق ہے؛ جس میں کسی بھی طرح کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہے [1]۔

---

[1] اس باب میں جن آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کی وضاحت اور توضیح کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ وہ عظیم بادشاہ ہیں جس کے کلام کو سن کر فرشتے خوف ودہشت سے غش کھا کر گر پڑتے ہیں اور تمام مخلوقات اس سے گھبراتی اور کانپتی ہیں اور وہ ذاتِ اقدس ہے جو اپنی صفات، اپنے علم، اپنی قدرت، اپنی بادشاہت، اپنی عظمت وشرف اور بے نیازی میں تمام مخلوقات سے کامل واکمل ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور اس کے فیصلے، اس کا تصرف اور اس کی تقدیر مخلوقات میں نافذ اور جاری وساری ہیں کیونکہ وہ علیم وحکیم ہے۔پس ایسی باکمال ذاتِ کبریا کے ساتھ کسی کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرانا شرعاً یا عقلاً کسی لحاظ سے بھی درست نہیں۔جو خود پرورش یافتہ ہو، اُسے پرورش کنندہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ اور جو خود عابد ہو، اُسے معبود کیونکر مانا جاسکتا ہے؟ ان کی عقلیں کہاں چلی گئی ہیں اور ان کی قوتِ فہم کیوں سلب ہوگئی ہے؟ تعجب ہے کہ یہ موٹی موٹی باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں؟ سبحان اللہ عما یشرکون۔اللہ تعالیٰ تو صاف اور کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں: ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا(۹۳) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا(۹۴) وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا(۹۵) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا(۹۶)﴾ ''تمام شخص جو زمین وآسمان میں ہیں، سب اللہ کے رُوبرو غلامانہ حیثیت سے آئیں گے اُس نے ان کو گھیر رکھا اور شمار کر رکھا ہے اور سب قیامت کے دِن ان کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔(مریم:۹۳تا۹۵)۔

پس بلا استثناء جب تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی غلام اور عبید ہے تو بغیر کسی دلیل وحجت کے ایک دوسرے کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اپنی رائے کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور اختراعات اور من گھڑت اُمور میں مبتلا ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو صرف اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو شرک سے بچنے کی تلقین کریں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت سے منع کریں، اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی اطاعت میں ایسا ہی کیا۔

سب سے اہم مسئلہ جس پر غور وفکر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس خالق کائنات کے علاوہ کون ہے جس کی عبادت کی جائے، جس سے دُعا کی جائے، جس سے ڈرا اور خوف کھایا جائے اور کون ہے جس پر بھروسہ کیا جائے اور اُس سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں اور ان عبادات کے علاوہ دوسری عبادات میں اللہ کے سوا کون مستحق ہے؟ فرشتوں کی حالت اور ان کے خوف ودہشت پر ایک نظر ڈالیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس قدر لرزہ براندام ہیں۔ان کی حالت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ(۲۶) لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ(۲۷) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ(۲۸) وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۲۶تا۲۹) ''بلکہ وہ (فرشتے) اُس کے صاحب عزت بندے ہیں۔اسکے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اسی کے حکم پر عمل پیرا رہتے ہیں جو کچھ ان سے پہلے ہو چکا اور جو کچھ اب ہوگا وہ سب سے آگاہ اور واقف ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔اور جو بھی ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے بعد میں بھی معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:الشفاعة

باب: شفاعت کا بیان ❶

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ (انعام: ۵۱)۔

''اور آپ اس (علم وحی) کے ذریعہ سے اُنہیں نصیحت کریں جو اپنے رب کے سامنے پیش کئے جانے سے ڈرتے ہیں اُس کے سوا وہاں کوئی ان کا حامی اور مددگار یا سفارشی نہ ہوگا؛ تاکہ وہ خوفِ الٰہی کی روش اختیار کرلیں'' ❷۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر ۴۴]

''فرمادیں: ساری شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے''۔

---

❶ اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ سفارش کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفارش وہ ہے جو قرآن کریم سے ثابت ہے اور دوسری سفارش وہ ہے جس کے قائل مشرک ہیں۔ سابقہ دو ابواب کے بعد اس مسئلہ کی از حد ضرورت تھی۔ کیونکہ جو لوگ نبی ﷺ یا دیگر اولیاء وانبیائے سے فریادیں کرتے؛ ان آگے ہاتھ پھیلاتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں جب ان کے سامنے توحید ربوبیت کے دلائل ذکر کئے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی ان تمام باتوں کو مانتے اور ان پر اعتقاد رکھتے ہیں، البتہ یہ تمام بزرگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں؛ اور ان کا مرتبہ عظیم اور بلند ہے اور جو شخص ان بزرگوں کی طرف رجوع کرے تو یہ بزرگ اس کے حق میں سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو قبول فرمائیگا۔ اس مسئلہ کی وضاحت کے پیش نظر مستقل باب قائم کیا ہے۔

شفاعت، سفارش اور دعا کو کہتے ہیں، کوئی شخص جب یوں کہے کہ میں نبی ﷺ کی شفاعت کا طلب گار ہوں تو اس کی بات کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے حق میں رسول اکرم ﷺ کی سفارش اور دعا چاہتا ہے۔ گویا سفارش اور دعا کی درخواست کو شفاعت کہتے ہیں۔

❷ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مشرکین جن لوگوں کو اپنا شفاعت کنندہ سمجھتے ہیں اُن کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ چونکہ یہ مقرب اور برگزیدہ ہیں اس لئے یہ ہماری شفاعت کریں گے۔ قرآن مجید نے یہ کہہ کر کہ سفارش کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے اس عقیدہ کی تردید کی ہے''۔

مفسر قرآن علامہ ابن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مشرکین نے یہ کہا کہ ہم کسی وثن اور صنم کی قطعاً پوجا نہیں کرتے ہم تو ان اولیائے کرام کے نام کی نذر و نیاز صرف اس لئے دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ ہم گنہگاروں کے لئے قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: (ترجمہ) ''زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے اور پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔ یعنی سفارش بھی اُسی کی ہوگی جس کے قبضہ و قدرت کے دائرے آسمان و زمین تک وسعت پذیر ہیں''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾[البقرة ٢٥٥]

''کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟'' ❶۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰی ﴾[النجم ٢٦]

''آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں، جن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آ سکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اِس کی اجازت نہ دے جس کے لئے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اُس کو پسند کرے'' ❷۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ☆ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبأ ٢٢-٢٣]

''فرما دیجیے: پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین

❶ اس سے پتہ چلا کہ جب کسی شخص میں دو شرطیں پائی جائیں گی تو وہ سفارش کر سکے گا: ا۔ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دیدے کہ تم سفارش کر سکتے ہو۔ ٢۔ جس کے لئے شفاعت کرنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

❷ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب مقرب اور برگزیدہ فرشتوں کا یہ علم ہے کہ وہ بھی بارگاہِ قدس میں دم نہیں مار سکتے تو یہ جاہل اور احمق لوگ غیر اللہ اور معبودانِ باطل سے کس طرح توقع اور اُمید لگائے بیٹھے ہیں؟ جن کی عبادت کا اللہ تعالیٰ نے نہ شریعت میں کوئی حکم فرمایا اور نہ اجازت دی۔ بلکہ اس کے برعکس تمام انبیائے کرام کے ذریعہ سے اس کی تردید اور ممانعت فرمائی، اور اپنی نازل کردہ کتب میں اس کی نفی کی''۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کر دی جن سے مشرکین استدلال کیا کرتے تھے۔ مثلاً اس نے اس بات کی نفی کی ہے کہ کسی کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی قدرت، کلی یا جزوی اختیارات ہوں، یا کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون اور مددگار ہو، البتہ سفارش ہو سکتی ہے۔ مگر وہ بھی صرف اسی کے لیے مفید ہو گی جس کے حق میں سفارش کی اجازت خود اللہ تعالیٰ دے گا جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: (ولا یشفعون إلا لِمنِ ارتضی) (انبیاء 28)

''اور وہ سفارش نہیں کر سکیں گے، بجز اس کے لیے، جس سے اللہ راضی ہو''۔

پس وہ سفارش جس کے مشرکین قائل ہیں قیامت کے دن معدوم ہو گی جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی نفی اور انکار کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ: آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر فوراً سفارش کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور اس کی حمد وثنا کریں گے۔ اس کے بعد آپ سے کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کریں، آپ جو مانگیں گے آپ کو دیا جائے گا: آپ سفارش کریں، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے جو آپ کی سفارش کا حق دار ہو گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے خلوص دل سے کلمہ توحید لا إلہ إلا اللہ کا اقرار کیا۔ یعنی یہ سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت سے صرف خلوص دل سے کلمہ پڑھنے والوں کو حاصل ہو گی اور مشرکین کے حق میں سفارش کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

پس جس شفاعت کا قرآن نے انکار کیا ہے اس سے وہ شفاعت مراد ہے جس میں اللہ کے ساتھ شرک ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی اجازت سے شفاعت کا اثبات کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے صاف صاف فرمایا ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے لیے ہو گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے''[1]۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((نَفَى اللّٰهُ عَمَّا سِوَاهُ كُلَّ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ . فَنَفَى اَنْ يَّكُوْنَ لِغَيْرِهٖ مِلْكٌ اَوْ قِسْطٌ مِّنْهُ اَوْ يَكُوْنَ عَوْنًا لِّلّٰهِ . وَ لَمْ يَبْقَ اِلَّا الشَّفَاعَةُ فَبَيَّنَ اَنَّهَا لَا تَنْفَعُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّبُّ كَمَا قَالَ :﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ فَهٰذِهِ الشَّفَاعَةُ الَّتِيْ يَظُنُّهَا الْمُشْرِكُوْنَ هِيَ مُنْتَفِيَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا نَفَاهَا الْقُرْاٰنُ . وَ اَخْبَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَّهٗ يَاْتِيْ فَيَسْجُدُ لِرَبِّهٖ وَ يَحْمَدُهٗ لَا يَبْدَاُ بِالشَّفَاعَةِ اَوَّلًا ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ :((اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ سَلْ تُعْطَ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ)) ۔

''اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کی دی جن سے مشرکین سند پکڑتے ہیں اور خصوصاً اس بات کی نفی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آسمان وزمین میں کسی قسم کی قدرت ہو یا قدرت کا کچھ حصہ یا وہ اللہ کی کچھ مدد کرتے ہوں۔ باقی رہی سفارش، تو یہ بھی اُسے نفع دے گی جس کے بارے میں ربِّ کریم اجازت عطا فرمائے، جیسا کہ فرمایا: ''وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو''۔ (الانبیاء:۲۸)۔ البتہ قیامت کے دن وہ شفاعت جس کے مشرکین قائل ہیں اُن کے حق میں نہ ہو سکے گی، کیونکہ قرآن کریم نے اس کی صراحت کے ساتھ غیر مبہم الفاظ میں تردید کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''وہ قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کے حضور پیش

[1] اللہ تعالیٰ نے ان تمام اسباب اور ذرائع کو کالعدم قرار دے دیا ہے جن کو کسی نہ کسی صورت میں مشرکین عقیدۂ سفارش کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مشرک غیر اللہ کو اس لئے معبود بناتا ہے کہ اُسے اس سے کوئی فائدہ اور نفع حاصل ہو لیکن جب تک کسی میں مندرجہ ذیل چھ صفات نہ پائی جائیں اس وقت تک اُس سے نفع کی توقع عبث ہے: ۱۔ اسے نفع اور فائدہ پہنچانے پر قدرت یا ملکیت اور اختیار ہو۔ ۲۔ ملکیت حاصل نہ ہو تو شریک ملکیت ہو۔ ۳۔ شرکت بھی میسر نہ ہو تو مالک کا معین و مددگار ہو۔ ۴۔ اگر مددگار بھی نہیں تو کم از کم مالک کے ہاں اس کی یہ حیثیت تو مُسلَّم ہو کہ اس کی سفارش کے اس کے مانی جاتی ہے۔ ۵۔ اُس کے پاس ایسی ہی سلطنت وملکیت ہو۔ ۶۔ طاقت وقوت میں اُس سے بڑھ کر ہو۔
پس ایک عقلمند، اور صاحب بصیرت شخص کے لئے اس آیت میں ہدایت اور دلائل کی دولت موجود ہے اور توحید الٰہی سمجھنے کے لئے شمع نور ہو یدا ہے۔ اب مردوں سے اپنی حاجات طلب کرنا اور اُن سے استغاثہ اور فریاد کرنا دنیا میں سب سے بڑا شرک ہے۔ اس لئے کہ انسان کے مرنے کے بعد جب کوئی خود اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں رہتا تو وہ دوسرے کی فریاد سن کر کیا جواب دے گا؟ اب تو دوسروں کی شفاعت اس کے لئے ممکن ہی نہیں رہی۔ شفاعت طلب کرنے والا اور جس کو شفاعت کنندہ سمجھ لیا گیا دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برابر ہیں۔ بلکہ زندہ انسان کی شفاعت مردہ کے حق میں اللہ کے ہاں زیادہ مقبول ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ زندہ لوگ مرنے والے کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں؛ اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں؛ خواہ مرنے والا نیک اور ولی ہو یا شہید یا عام مسلمان۔ یہ سب اللہ کی بارگاہ میں اس مردہ کے حق میں سفارش ہی تو ہے کہ اللہ پاک اس کی مغفرت کر دے؛ اور اس کا معاملہ آسان کر دے۔ جہاں تک اگلے جہاں میں کسی کی سفارش کا تعلق ہے؛ تو یہ امور بھی آخرت سے متعلق ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کرنا تو درکنار اونچی آواز سے بول بھی نہیں سکتا۔ اور سب سے غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے استغاثہ، فریادرسی اور سوال کرنے کو اپنا رضا کا سبب اور ذریعہ بھی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو عدم اجازت اور شرک سے تعبیر فرمایا ہے اور اپنے غضب اور قہر کا باعث ٹھہرایا ہے۔ معبودِ حقیقی کے ساتھ شرک اُس کے دین خالص میں تغیر وتبدیلی، اہل توحید سے عداوت اور دشمنی یہ سب عیب مشرکین نے اپنے اندر جمع کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔ آمین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے اور فوراً شفاعت نہیں کریں گے بلکہ آپ ﷺ سب سے پہلے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے، اُس کی حمد وثنا بیان کریں گے۔ پھر آپ ﷺ کو حکم ہوگا کہ اپنا سر مبارک اٹھاؤ۔ آپ ﷺ کی بات کو سنا جائے گا اور جو سوال کرو گے وہ دیا جائے گا اور سفارش کیجئے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی''۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ . قَالَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ .))❶۔

''یارسول اللہ ﷺ! وہ کون خوش نصیب شخص ہے جو آپ ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے دل کی گہراہیوں سے کلمہ لَا اِلٰه اِلَّا الله کا اقرار کرے''۔

پس ثابت ہوا کہ یہ شفاعت اُن کو حاصل ہوگی جو اپنے اعمال وافعال میں مخلص ہوں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے، لیکن مشرکین کی شفاعت ہرگز نہ ہو سکے گی۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے گا اُن کی دُعا کی وجہ سے اہل اخلاص پر اپنا خاص فضل وکرم کرتے ہوئے معاف فرما دے گا؛ تاکہ اُن کی عزت وتکریم ہو اور وہ قابل تعریف مقام حاصل کر لیں۔ پس قرآن کریم نے جس شفاعت کی تردید کی ہے وہ ایسی شفاعت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر شفاعت کو اپنی اجازت سے ثابت اور مقید کر دیا ہے۔ اور یہ شفاعت صرف موحدین اور سچی توحید والوں کے لئے ہوگی''❷۔

---

❶ اس حدیث پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف توحید کو شفاعت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہ غیر اللہ سے محبت اور ان کی عبادت کی بنا پر اور ان کو سفارشی سمجھ کر شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے اس زُعم باطل کے برعکس فرمایا کہ شفاعت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے توحید میں تجرید واخلاص کا پایا جانا۔ جب اخلاص پیدا ہو جائے گا تو پھر اس کے لئے شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔ مشرکین کی جہالت یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن کو انہوں نے اپنا ولی، دوست، اور سفارشی سمجھ رکھا ہے وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور اس کی بارگاہ میں ان کے لئے نفع رساں ثابت ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ بادشاہوں کے مقربین اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچا دیتے ہیں مشرکین اس بات کو بالکل بھول گئے ہیں کہ اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش کرنے کی جرات نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسی شخص کی سفارش ممکن ہے جس کے اعمال وافعال اور کردار پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

❷ ''اس حدیث پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف توحید کو شفاعت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہ غیر اللہ سے محبت اور ان کی عبادت کی بنا پر اور ان کو سفارشی سمجھ کر شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے اس زُعم باطل کے برعکس فرمایا کہ شفاعت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے توحید میں تجرید واخلاص کا پایا جانا۔ جب اخلاص پیدا ہو جائے گا تو پھر اس کے لئے شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔ مشرکین اس بات کو بالکل بھول گئے ہیں کہ اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش کرنے کی جرات نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسی شخص کی سفارش ممکن ہے جس کے اعمال وافعال اور کردار پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

شفاعت کی اقسام: شفاعت کی چھ قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی: شفاعت کبریٰ ہے، جس سے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام بھی گھبرا جائیں گے۔ حتی کہ معاملہ رسول اکرم ﷺ تک آ پہنچے گا۔ رسول اکرم ﷺ فرمائیں گے: ''انا لها'' کہ یہ میرا ہی کام ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آئے گا جب کائنات یکے بعد دیگرے تمام انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کے لئے عرض کرے گی کہ اس مقام کے عذاب سے لوگوں کو نجات ملنی چاہیے۔ اس شفاعت کے وہی لوگ مستحق ہوں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔ ۲۔ دوسری شفاعت دخولِ جنت کی ہوگی۔ [جاری ہے]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل:

1۔ان باب میں چند آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

2۔غیر مقبول شفاعت کی بھی وضاحت ہوئی۔

3۔اور مقبول شفاعت کا بیان بھی ہوا۔

4۔شفاعت کبری کا ذکر بھی ہے جس کی اجازت نبی کریم ﷺ کو ملے گی۔اسی کو مقام محمود بھی کہتے ہیں۔

5۔نبی کریم ﷺ کسی طرح شفاعت کریں گے؟ آپ یکدم ہی شفاعت نہیں کریں گے بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے۔پھر اجازت ملنے پر شفاعت کریں گے۔

6۔کون سا آدمی شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا؟[وہ جو خلوص دل سے کلمہ توحید لاِ لٰہ اِلا اللہ کا اقرار کرے]۔

7۔مشرکین،کو یہ شفاعت حاصل نہ ہو سکے گی۔

8۔شفاعت کی حقیقت بھی واضح ہوئی۔

اس باب کی شرح:

سابقہ ابواب کے بعد یہاں پر اب مصنف رحمہ اللہ نے شفاعت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔اس لیے کہ مشرکین اپنے شرک جواز اور ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء کو پکارنے کے حق میں یہ کہہ کر جواز پیش کرتے تھے؛ کہ: ہم جانتے ہیں کہ یہ بھی مخلوق اور مملوک ہیں؛لیکن پھر بھی ہم انہیں پکارتے ہیں؛اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت مقام و مرتبہ ہے۔اور اعلی مقام پر فائز ہیں۔اور ہم انہیں اس لیے پکارتے ہیں تا کہ یہ ہمیں مرتبہ میں اللہ کے قریب کردیں۔اور اس کی بارگاہ میں ہماری سفارش کردیں۔جیسا کہ بڑے لوگ بادشاہوں اور حکمرانوں کی بارگاہ میں قربت دلانے کے لیے وسیلہ بنتے ہیں۔تاکہ انہیں بھی اپنا وسیلہ بنا کر اپنی حاجات کی بار آوری کروائی جائے؛اور اپنی امید کو پورا کیا جاسکے۔یہ سب سے بڑی باطل بات ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر؛اور بادشاہوں کے بادشاہ کو؛جس کے ہر ایک ڈرتا ہے؛اور تمام مخلوق اس کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے؛اور تمام بادشاہ؛حکمران؛سردار اور وزراء بھی

[بقیہ حاشیہ]۳۔تیسری شفاعت ان لوگوں کی ہوگی جو اُمت محمدیہ ﷺ میں سے ہوتے ہوئے اپنے گناہوں کی پاداش میں دخولِ جہنم کے مستوجب قرار پا جائیں گے لیکن رسول اکرم ﷺ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ان کی شفاعت کریں گے تاکہ یہ لوگ دوزخ میں نہ جاسکیں۔

۴۔چوتھی شفاعت ان اہل توحید کے لئے ہوگی جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔احادیث متواترہ،اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم،اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل توحیدا اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا بھگتیں گے۔جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان نفوس قدسہ نے ان کو بدعتی قرار دیا ہے،ان کی نکیر کی ہے اور ان کو گمراہ ٹھہرایا ہے۔

۵۔پانچویں شفاعت صرف اہل جنت کے لئے ہوگی تاکہ ان کے اجر میں اضافہ کیا جائے اور ان کے درجات بلند کئے جائیں۔اس شفاعت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مندرجہ بالا شفاعتیں صرف ان مخلصین کے لئے ہیں جنہوں نے کسی غیر اللہ کو اپنا ولی اور کارساز؛حاجت روا اور مشکل کشا نہ بنایا ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
''اور اے محمد ﷺ تم اس (علم وحی) کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس حال میں پیش کئے جائیں گے کہ اس کے سوا وہاں کوئی (ایسا ذی اقتدار) نہ ہوگا جو اِن کا حامی و مددگار ہو یا ان کی سفارش کرے(الانعام:۵۱)۔

۶۔چھٹی شفاعت بعض اہل جہنم کفار کے لئے ہے تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے اور یہ صرف ابوطالب کے لئے خاص ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنی خواہشات اور حاجات کی تکمیل اور اپنی قوتوں کے نفاذ میں اس کی بارگاہ کے فقیر اور نیاز مند ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس بدگمانی پر رد کیا ہے؛ اور یہ واضح کیا ہے کہ ہر قسم کی شفاعت وسفارش صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسے تمام جہانوں کی بادشاہی صرف اسی کو سزاوار ہے۔ اور یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں کوئی بھی کسی کی بھی سفارش نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کے لیے سفارش کی اجازت دیں گے جس کے قول اور عمل سے وہ راضی ہوں۔ اور اللہ کی رضامندی خالص عمل اور توحید کے بغیر ممکن نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ شفاعت میں مشرک کا کوئی حصہ یا نصیب نہیں ہے۔

اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ: مثبت شفاعت بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی ہوگی۔ اور یہ صرف اہل اخلاص موحدین کے لیے ہوگی؛ جو کہ اس کی طرف سے سراسر رحمت اور شفاعت کرنے والے کی کرامت ہے۔ اور اس کی رحمت اور ذریعہ معافی ہے مشفوع کے لیے۔ یہ شفاعت حقیقت میں مقام محمود ہے۔ وہ مقام جس کی اجازت صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوگی۔

اس عقیدہ کی تفصیل پر کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ اس موقع پر مصنف رحمہ اللہ نے امام تقی الدین رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا ہے جو کہ اس بحث میں کافی وشافی ہے۔ پس یہاں پر مقصود یہ ہے کہ: وہ دلائل ذکر کئے جائیں جو ہر اس وسیلہ اور سبب کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں سے جوڑے ہوئے ہیں۔

اور یہ کہ ان معبودوں کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ نہ ہی ذاتی طور پر؛ اور نہ ہی کسی دوسرے کی معاونت سے اور نہ ہی غلبہ کے طور پر۔ اور نہ ہی انہیں سفارش کرنے پر کوئی زور حاصل ہے۔ بلکہ یہ تمام امور صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کے اختیار میں ہیں۔ تو یہ بات متعین ہوگئی کہ معبود برحق بھی صرف وہی ایک ہی ہستی ہے [1]۔

---

[1] الغرض قرآن وسنت سے شفاعت کی دو قسمیں ثابت ہیں: (الف) شفاعت منفیہ (غیر مقبولہ) (ب) شفاعت مثبتہ (مقبولہ)

منفی شفاعت (غیر مقبول) وہ ہے جس کی اللہ عزوجل نے مشرکین کے حق میں نفی کی ہے، جیسا کہ سورہ انعام کی آیت (۵۱) میں ہے۔

(2) شفاعت مثبتہ (مقبولہ): جس کی اہل توحید کے سوا تمام کے حق میں نفی کی گئی ہے۔ اہل توحید کے حق میں شفاعت قبول ہونے کی چند شرائط ہیں:

(الف) شفاعت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت۔

(ب) شفاعت کرنے والے اور جس کے حق میں سفارش کی جائے، دونوں کے لیے اللہ کی رضا اور خوشنودی۔ گویا اصل سفارشی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ اس لیے مصنف رحمہ اللہ نے اس کے بعد دوسری آیت قل للہ الشفاع جمیعا بیان کی ہے۔

(3) یعنی ہر قسم کی شفاعت (سفارش) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ درحقیقت اہل ایمان اور غیر اہل ایمان، سب کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں، بلکہ شفاعت اللہ عزوجل کی اجازت اور رضامندی ہی سے ہوگی۔

شفاعت کی مذکورہ بالا شروط سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ مخلوق کے ساتھ حصول شفاعت کی غرض سے تعلق قائم کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے ہاں اسے اس قدر مقام ومنزلہ حاصل ہے کہ یہ از خود شفاعت کا اختیار رکھتا ہے، قطعاً درست نہیں۔ یہی اعتقاد مشرکین کا اپنے معبودان باطلہ کے بارے میں ہوتا ہے کہ وہ لازماً ان کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو رد بھی نہیں کرے گا۔

نوٹ: قیامت کے دن نبی کریم ﷺ یقیناً شفاعت کریں گے لیکن ہم اس شفاعت کے حصول کی درخواست کس سے کریں؟ صرف اللہ وحدہ سے اور یوں دعا کریں کہ یا اللہ! ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما کیونکہ اللہ رب العزت ہی نبی کریم ﷺ کو توفیق بخشے گا اور آپ کے دل میں الہام کرے گا کہ فلاں فلاں کے حق میں شفاعت کریں اور یہ شفاعت انھی لوگوں کے حق میں ہوگی جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے، نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے حصول کی دعا کی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

باب: آپ اپنے پسندیدہ کو ہدایت نہیں دے سکتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہیں ہدایت دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ (القصص:۵۶)

''بیشک جسے آپ چاہیں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے''[1]۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سعید رحمہ اللہ اپنے باپ سیدنا مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا مسیّب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سیدنا حُزن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبِ الْوَفَاةُ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ عِنْدَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُمَيَّةَ وَ اَبُوْ جَهْلٍ . فَقَالَ لَهٗ اَیْ عَمِّ! قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ .

فَقَالَا لَهٗ: اَتَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟۔ فَاَعَادَ عَلَيْهِ النَّبِیُّ ﷺ . فَاَعَادَا .

فَكَانَ اٰخِرُ مَا قَالَ هُوَ: عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؛ وَ اَبٰى اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ :((لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ .)) فانزل اللّٰه عز و جل: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى﴾ (التوبہ:۱۱۳)۔

و انزل اللّٰه فی ابی طالب: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ (القصص:۵۶)۔

''جب اُبوطالب کی وفات کے آثار دکھائی دیئے تو رسول اللہ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اُس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچاجان! کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کا اقرار کرلو، میں

[1] اس مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بھی واضح فرمایا ہے جیسے: (ترجمہ) ''اے میرے رسولِ کریم ﷺ ان کو ہدایت اور راہِ راست پر لانا آپ کا کام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نورِ ہدایت سے منور فرماتا ہے''۔ (البقرۃ:۲۷۲)۔ ان آیات میں جس ہدایت کی نفی کی گئی ہے وہ یہ کہ ہدایت کی توفیق دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں، اس کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہی اس پر قدرت رکھتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لئے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور دلیل پیش کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ بولے ''کیا عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے''؟۔

رسول اکرم ﷺ بار بار کلمہ شہادت کی ترغیب دیتے تھے اور وہ دونوں ابوطالب کو اپنے مذہب پر قائم رہنے پر اصرار کرتے تھے۔ ابوطالب کی آخری بات یہ تھی کہ: ''وہ عبدالمطلب کے دین پر ہی قائم رہے گا''۔ اور اُس نے لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کے اقرار سے اِنکار کر دیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا: ''جب تک مجھے روک نہ دیا گیا میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا''۔ اس پر اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی: ''نبی کریم ﷺ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ رِشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں''۔

اور رب ذوالجلال نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

''اے نبی! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں''[1]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اس باب میں آیت کریمہ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ کی تفسیر ہے۔

2۔ آیت کریمہ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴾

''نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں''۔ کی تفسیر اور شان نزول بھی بیان ہوا ہے۔

3۔ ایک بڑا اور اہم مسئلہ کہ کلمہ توحید لِاِلٰہ لِا اللہ کا زبان سے اقرار ضروری ہے۔ اس میں علم کے ان دعوے داروں کی تردید ہے جو محض دلی معرفت کو کافی سمجھتے ہیں۔

4۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا سے لِاِلٰہ لِا اللہ پڑھنے کو کہا تو ابوجہل اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی اس

[1] رحمۃ للعلمین ﷺ نے ابوطالب کو کلمہ توحید کا اقرار کرنے کی ترغیب دی لیکن ابوطالب نے انکار کر دیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ علم و یقین کے ساتھ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ شرک اور مشرکین سے کلیۃً اظہارِ براءت کی جائے۔ اور تمام عبادات پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کی جائیں اور اسلام کے دائرہ میں داخل ہوا جائے۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے کیونکہ اگر ابوطالب خلوص دل سے اور ان تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو نفی و اثبات کی صورت میں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ سے وابستہ ہیں یہ کلمہ پڑھ لیتا تو وہ لازماً اس کے لئے سودمند ثابت ہوتا۔
ابوطالب کے ہدایت یاب نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں، ان میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ: لوگوں کو اس بات کا علم و یقین ہو جائے کہ کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کے سوا کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ حسب کلام نبی کریم ﷺ نے حقیقتاً اپنے چچا کے حق میں مغفرت کی دعا کی بھی، لیکن کیا نبی ﷺ کی دعا نے آپ کے چچا کو کوئی فائدہ پہنچایا؟ نہیں! کیونکہ وہ مشرک تھا۔ مشرک کے حق میں استغفار اور شفاعت قطعاً مفید نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی مشرک کے گناہوں کی معافی میں اسے کچھ نفع دے سکیں۔ یا کوئی شخص اگر شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ کی طرف رجوع کرے تو آپ اس کی پریشانی کو دور کر کے یا بھلائی پہنچا کر اس کے کچھ کام آ سکیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے کیا مراد ہے؟ اسی لیے وہ ابوطالب کو عبدالمطلب کے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا برا کرے جن کی نسبت ابوجہل اصل دین لاالٰہ الا اللہ کے مفہوم کو بہتر جانتا تھا۔

5۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کو مسلمان کرنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔

6۔ جو لوگ ابوطالب اور اس کے اسلاف کو مسلمان سمجھتے ہیں، اس میں ان کی بھی تردید ہے۔

7۔ نبی کریم ﷺ نے ابوطالب کے حق میں مغفرت کی دعا کی مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس کی مغفرت نہیں کی بلکہ نبی کریم ﷺ کو مشرکین کے لیے دعا کرنے سے بھی روک دیا۔

8۔ برے لوگوں کی صحبت ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔

9۔ اکابر و اسلاف کی تعظیم میں غلو کرنا نقصان دہ ہے۔

10۔ باطل پرستی پر عہد جاہلیت سے استدلال [اہل باطل کا پرانا وطیرہ ہے]۔

11۔ نجات کا دارومدار زندگی کے آخری اعمال پر ہے کیونکہ اگر ابوطالب بوقت وفات کلمہ کا اقرار کر لیتا تو اسے ضرور فائدہ ہوتا۔

12۔ گمراہ لوگوں کے دلوں میں راسخ اس بڑے مغالطے کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے، اس لیے کہ ابوطالب کے قصہ میں مذکور ہے کہ سرداران مکہ اسی مغالطہ کی بنا پر ابوطالب سے جھگڑتے رہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے مبالغہ اور تکرار کے ساتھ ابوطالب کے سامنے کلمہ حق، کلمہ توحید پیش کیا۔ چونکہ ان لوگوں کے ہاں یہ بہت بڑی بات تھی کہ آبا اجداد کے دین کو چھوڑا نہیں جا سکتا اسی لیے وہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔

اس باب کی شرح:

باب: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ....

یہ باب بھی اپنے سے پہلے والے باب کی نظیر اور مثال ہے۔ اور یہ اس طرح سے ہے کہ جب نبی کریم ﷺ علی الاطلاق تمام مخلوق سے افضل تھے؛ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام و مرتبہ سب سے اعلیٰ تھا؛ اور ان سب سے بڑھ کر قربت کا وسیلہ رکھتے تھے؛ مگر آپ بھی اپنے محبوب افراد کو زبردستی راہ راست پر نہیں لا سکتے؛ یعنی توفیق دینا آپ کے بس میں نہیں۔ بیشک یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے؛ اور وہ دلوں کو ہدایت دینے میں بھی ایسے ہی متفرد اور اکیلا ہے جیسے مخلوقات کو پیدا کرنے میں۔ پس اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی معبود برحق ہے۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان گرامی کا تعلق ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [شوری ۵۲]

"اور بلاشبہ آپ یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں"۔

تو یہاں پر ہدایت سے مراد ہدایت بیان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی کو لوگوں تک پہنچانے والے ہیں؛ جس کی وجہ سے مخلوق کی ایک بڑی تعداد نے ہدایت پائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[صالحین کی شان میں غلو؛ گمراہی کی اصل بنیاد]

باب:ما جاء ان سبب کفر بنی آدم وتر کہم دینہم ھو الغلو فی الصالحین

باب: بنی آدم کے کفر اور ترکِ دِین کا سبب بزرگوں کی شان میں غلو کرنا ہے ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو'' ❷۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا وَّ لَا یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا﴾ (نوح:۲۳)

[[هٰذِهِ اَسْمَآءُ رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَی الشَّیْطٰنُ اِلٰی قَوْمِهِمْ اَنْ

❶ اس امت میں بھی اور سابقہ امتوں میں بھی شرک کا سب سے بڑا سبب صالحین کی عزت وتکریم میں غلو اور حد سے تجاوز کر جانا ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ غلو کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی حد سے بڑھا دینا۔ یعنی بنی آدم کے کفر اور اللہ کے مقرر کردہ دین کو ترک کرنے کا سبب صالحین کی عزت وتکریم میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کر جانا ہے۔ صالحین میں انبیاء ورسل اور اولیاء کے علاوہ وہ تمام لوگ شامل ہیں جو نیکی اور اخلاص کی صفات سے متصف ہوں۔ وہ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہوں یا متوسط درجہ کے، اللہ کے ہاں ان کے درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر صالحین سے محبت رکھنے، ان کی تکریم کرنے اور نیکی اور دین وعلم کی باتوں میں ان کی اقتداء کرنا مطلوب ہے۔ صالحین کے احترام، ان سے محبت ودوستی، ان کے دفاع اور ان کی مدد کی حد وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ ان کی تعظیم میں غلو کی ایک صورت یہ ہے کہ ان میں بعض الٰہی خصوصیات کا عقیدہ رکھا جائے یا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لوح وقلم کے اسرار سے واقف ہیں؛ یا بعض امور کائنات پر تصرف رکھتے ہیں۔

❷ اصل میں یہ خطاب اگرچہ یہود ونصاریٰ سے ہے لیکن اس کے ساتھ ہی پوری اُمت محمدیہ سے بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ یہ اُمت بھی کہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرلے جو نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ (الحدید:۱۶) ''کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دِل اللہ کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں''؟۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا''۔ [بخاری]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَنْصِبُوْا اِلٰی مَجَالِسِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا یَجْلِسُوْنَ فِیْهَا اَنْصَابًا وَ سَمُّوْهَا بِاَسْمَآئِهِمْ فَفَعَلُوْا وَ لَمْ تُعْبَدْ حَتّٰی اِذَا هَلَكَ اُولٰٓئِكَ وَ نُسِیَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ۔))

''اورانہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو وداور سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو)

فرماتے ہیں: ''یہ سب قوم نوح علیہ السلام کے صالح لوگ تھے، جب وہ مرگئے تو شیطان نے اُن کی قوم کو یہ بات سمجھائی کہ یہ نیک لوگ جس جگہ بیٹھتے تھے وہاں بطورِ یادگار پتھر نصب کرو اور اس پتھر کو اُن کے نام سے پکارو، سو اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب اگلے لوگ مرگئے اور علم اُن سے جاتا رہا تب اُن کی اولاد نے اُن یادگاروں کی پرستش شروع کردی'' ❶۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((قَالَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ لَمَّا مَاتُوْا عَكَفُوْا عَلٰی قُبُوْرِهِمْ ثُمَّ صَوَّرُوْا تَمَاثِیْلَهُمْ ثُمَّ طَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَعَبَدُوْهُمْ .))

''اکثر سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مرگئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کی تصاویر بنائیں، پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی عبادت کرنے لگ گئے'' ❷۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ .)) ❸

---

❶ ابلیس نے ان سے کہا کہ دیکھو! تمہارے آباؤ اجداد ان بزرگوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے طفیل بارش ہوتی تھی۔ اس نے ان اصنام کی عبادت کو ان کے سامنے انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا اور ان کی عظمت کا نقش اس طرح بڑھا چڑھا کر ان کے دلوں میں بٹھا دیا کہ وہ سمجھنے لگے کہ گویا وہی ان کے معبودِ حقیقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (60) وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (61) وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾: ''اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے مگر اس کے باوجود اُس نے تم میں سے ایک گروہِ کثیر کو گمراہ کردیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے''۔ (سورۂ یٰسین)۔

اللہ تعالیٰ کے اس عہد و پیمان کو یاد رکھنے کا اصل فائدہ یہ ہے کہ انسان غلو سے محفوظ رہتا ہے۔ شیطان نے صالحین کی شان میں افراط و مبالغہ اور ان سے غلو فی المحبت کی بنا پر ہی ان لوگوں کو مبتلائے شرک کیا تھا۔ جیسا کہ آج کل اُمت محمدی میں سے اکثر لوگ شرک کا شکار ہوگئے ہیں۔

❷ قبروں کے پجاریوں کے دل میں شیطان ہمیشہ یہ وسوسہ ڈالتا رہا کہ دیکھو! انبیائے کرام اور صلحائے عظام کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا اور ان پر قبے تعمیر کرنا ان اہل قبور سے محبت و عقیدت کا مظہر ہے اور یہ کہ ان کی قبروں کے پاس آ کر دعا کرنا قبولیت دعا کا ذریعہ ہے۔ یہ بات ان کے دل میں اچھی طرح گھر کر گئی تو پھر یہ وسوسہ ڈالا کہ: دیکھو! اگر ان کے نام کو وسیلہ ٹھہرا کر دعا کرو گے اور ان کے نام کی قسم دے کر مانگو گے تو دعا بہت جلد قبول ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں بلند ہے کہ ان بتوں کا نام لے کر اس کی قسم کھائی جائے یا کسی مخلوق کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے۔

جب یہ بات اچھی طرح ان کے ذہن میں بیٹھ گئی تو یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کو براہِ راست پکارو، ان کو اپنا شفاعت کنندہ سمجھو، ان کی قبروں پر چادریں چڑھاؤ، اور خوب چراغاں کرو۔ اگر ان کی قبروں کا طواف کیا جائے، ان کو بوسہ دیا جائے اور ان پر جانور ذبح کئے جائیں تو یہ بہت ہی نیکی اور سعادتمندی کی بات ہے۔ جب یہ چیز ان کے ذہن میں راسخ ہوگئی تو کہا: دیکھو! لوگوں کو بھی ان بزرگانِ کرام کی عبادت کی طرف بلاؤ۔ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان کے عُرس منانے کا اہتمام کرو، اور ان کے یومِ پیدائش مناؤ۔ مشرکین نے جب دیکھا تو انہوں نے اس فعل کو انتہائی نفع بخش سودا سمجھا۔ دنیا میں بھی مالا مال ہوگئے اور آخرت میں بھی اپنے آپ ہی کو نجات یافتہ قرار دیا۔ جیسا کہ آج کل بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔

❸ [(واذکر فی الکتاب مریم)ح: 3445، واصله عند مسلم فی الصحیح ، ح:1691]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ نے مبالغہ کیا تھا۔ میں ایک بندہ ہوں، بس مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَ الْغُلُوَّا فَاِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ .)) ❶۔

''غلو سے بچتے رہو کیونکہ تم سے پہلے جتنے لوگ ہلاک ہوئے وہ سب غلو ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے''۔

صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ۔)) ❷۔

''تکلف کرنے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو گئے''۔

اس باب کے مسائل

1۔ جو شخص اس باب کو اور اس سے بعد والے دو ابواب کو اچھی طرح سمجھ لے اس پر اسلام کی اجنبیت واضح ہو جائیگی (یہ اجنبیت ہی ہے کہ بہت سے لوگ اسلام کی روح سے ناآشنا ہیں) اور دلوں کے پھیرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب کرشمے اس کے سامنے آئیں گے۔

2۔ زمین پر رونما ہونے والا اولین شرک صالحین کی شان میں غلو اور ان کی بہت زیادہ تعظیم وتکریم کے سبب ہوا۔

3۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے پہلی چیز جس کے ذریعہ انبیا کے دین میں تغیر ہوا وہ کیا تھی؟ اور اس کا سبب کیا تھا؟ جبکہ اس بات کا بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔

4۔ بدعات کی مقبولیت کا سبب کیا ہے؟ جبکہ شریعت اور فطرت سلیمہ اس کو رد کرتی ہے۔

5۔ اس کا سبب، حق و باطل کو آپس میں خلط ملط کر دینا تھا۔ پہلی وجہ صالحین کی حد درجہ محبت تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ بعض اہل علم اور اصحاب دین نے کچھ ایسے کام کیے جن میں ان کا ارادہ تو خیر ہی کا تھا مگر بعد والوں نے ان کا مقصد کچھ اور ہی سمجھ لیا۔

6۔ سورہ نوح کی آیت کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

7۔ فطری طور پر انسان کے دل میں حق بتدریج کم ہوتا رہتا ہے جبکہ باطل بڑھتا رہتا ہے۔

❶ (سنن النسائی، المناسك، باب التقاط الحصی، ح: 3059و سنن ابن ماجه، المناسك، باب قدر حصی الرمی، ح:3029)

❷ (صحیح مسلم، العلم، باب هل المتنطعون، ح: 2670)]متنطع: سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے افعال واقوال یا کسی بھی چیز میں اس قدر غلو اور تکلف کرتے ہیں؛ جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ تنطع، اطراء اور غلو کے معانی قریب قریب ہیں۔ صرف لفظ غلو میں یہ تمام معانی آ جاتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جب لوگ بزرگان دین کے حق میں غلو یعنی ان کی عزت وتکریم میں حد سے تجاوز کرنے لگ جائیں تو وہ دین سے دور اور کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ قوم نوح نے صالحین کے حق میں غلو کیا اور ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے تو آخر کار انھی کی پوجا شروع کر دی۔ اسی طرح عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ان کے حواریوں اور علماء کے حق میں غلو کیا، بالآخر انھیں معبود سمجھنے لگے۔ اسی طرح اس امت میں بھی بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق الٰہی خصوصیات اور اختیارات کا عقیدہ رکھنے لگے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ ان باتوں سے منع فرمایا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

8۔اسلاف اہل علم کی تائید ہوتی ہے کہ بدعات، کفر کا سبب بنتی ہیں۔اور شیطان کے نزدیک بدعت عام گناہ سے زیادہ پسندیدہ ہے ۔کیونکہ گناہ سے تو انسان توبہ کر لیتا ہے؛ جب کہ بدعت سے توبہ نہیں کرتا۔

9۔شیطان بدعت کے انجام سے خوب آگاہ ہے؛ اگرچہ بدعت جاری کرنے والے کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

10۔ایک عمومی قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ غلو سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے؛ اور اس کے انجام کو سمجھنا چاہئے۔

11۔کسی نیک عمل کی انجام دہی کے لیے بھی قبر پر بیٹھنا [مجاور بننا] نقصان دہ ہے۔

12۔مجسمے [بنانے] کی ممانعت اور ان کو مٹا ڈالنے اور توڑ ڈالنے کی حکمت بھی واضح ہوتی ہے۔

13۔قوم نوح علیہ السلام کے قصہ کی اہمیت؛ اسے جاننا نہایت ضروری ہے؛ کیونکہ اکثر لوگ اس سے غفلت کا شکار ہیں۔

14۔افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اہل بدعات، یہ واقعہ کتب تفسیر وحدیث میں پڑھتے ہیں اور اس کے معانی سمجھتے بھی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں اور ان کے دلوں کے درمیان آڑ بن گیا؛ حتی کہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ قوم نوح والا عمل (بزرگوں کی تصاویر بنا کر رکھنا، ان کی تعظیم وتکریم میں غلو کرنا اور قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا) افضل ترین عبادت ہے۔اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے؛ وہ وہ کفر ہے جو مال وجان کو مباح کرتا ہے۔

15۔یہ واضح کر دیا کہ ان بتوں کو پوجنے والوں کا عقیدہ تھا کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے۔

16۔ان مشرکین کا یہ گمان تھا کہ جن سابق اہل علم نے ان بزرگوں کی تصاویر بنائی تھیں ان کا مقصد بھی یہی تھا جو ہمارا ہے۔

17۔((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ))اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے کھلی اور عظیم نصیحت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں کہ آپ نے واضح طور پر تبلیغ کا حق ادا فرما دیا۔

18۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تاکیداً یہ نصیحت فرمائی ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں۔

19۔علم کی اہمیت اور جہالت کے نقصان کا پتہ چلتا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام میں علم ختم ہونے کے بعد ہی بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہوئی تھی۔

20۔فقدان علم کا سبب علمائے کرام کی موت ہے۔

اس باب کی شرح:

باب: بنی آدم کے کفر اور ترکِ دِین کا سبب

یہ کہ اولیاء وصالحین کی شان میں غلو ان کے دین سے دور ہونے اور کفر میں جا پڑنے کا سبب بنا۔

غلو کا مطلب ہے: حد سے تجاوز کرنا۔کہ اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے کوئی چیز اولیاء اللہ کے لیے تسلیم کی جائے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن میں کوئی بھی شریک شراکت دار نہیں بن سکتا؛ وہ ہر لحاظ اور ہر پہلو سے اس کا کمال مطلق؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطلق غنا [یعنی بے نیازی]؛ اور مطلق تصرف ہے۔ اور یہ کہ عبادت بجالانے اور معبود بنائے جانے کا مستحق اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا۔

پس جو کوئی مخلوق میں سے کسی ایک کی شان میں غلو کرتا ہے؛ اور ان مذکورہ بالا امور میں سے کوئی ایک چیز اس کے لیے تسلیم کرتا ہے؛ تو یقیناً وہ اس کو اللہ رب العالمین کے برابر قرار دیتا ہے۔ یہ سب سے بڑا شرک ہے۔

جان لیجیے کہ حقوق تین اقسام کے ہیں:

۱۔ وہ حق جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے؛ جس میں کوئی ایک بھی اس کا شریک نہیں ہوسکتا۔ وہ معبود بنانا؛ اور صرف اس ایک وحدہ لاشریک کے لیے عبادت بجالانا۔ محبت خوف اور امید سے اس کی طرف رغبت رکھنا اور رجوع کرنا۔

۲۔ وہ حق جو مرسلین کے لیے خاص ہے؛ یعنی ان کی توقیر بجالانا؛ اور ان کی عزت کرنا؛ اور ان کے خاص حقوق ادا کرنا۔

۳۔ مشترکہ حق: یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا؛ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا اور اللہ اور رسول سے محبت رکھنا۔ لیکن یہ حق اصل میں اللہ تعالیٰ کا ہے؛ رسول اللہ ﷺ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق کے تابع ہے۔

اہل حق ان تینوں حقوق کے مابین فرق کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ پس وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی بندگی کرتے ہیں۔ اور اللہ کے رسولوں اور اولیاء کا حقوق کے بھی ان کے مراتب و منازل کے اعتبار سے ادا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من التغليظ فيمن عبد الله عند قبر رجل صالح فكيف اذا عبده

باب: قبروں کے پاس مجاوری اور عبادت.....

[کسی بزرگ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا کس درجہ فتنوں کو دعوت دیتا ہے، چہ جائیکہ خود اُس مردِ صالح کی عبادت کی جائے]۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے؛ آپ فرماتی ہیں:

((اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَنِيْسَةً رَاَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبْشَةِ وَ مَا فِيْهَا مِنَ الصُّوْرِ فَقَالَ :((اُولٰٓئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ اَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شَرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .)) ❶۔

''سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ملک حبشہ میں جو گرجا دیکھا جس میں تصاویر بھی تھیں؛ اس کے متعلق رسول اکرم ﷺ کو بتایا؛ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں اگر کوئی صالح اور دیندار شخص فوت ہو جاتا تو یہ لوگ اُس کی قبر کے پاس مسجد بنا لیتے اور پھر اُس مسجد میں فوت شدہ شخص کی تصویر بنا کر لٹکا دیتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس قسم کے افراد اس کی بارگاہ میں بدترین لوگ شمار ہوتے ہیں''۔

ان لوگوں میں بیک وقت دو فتنے جمع ہو گئے تھے: ایک قبر پرستی کا اور دوسرا تصویر سازی [مجسمہ گری] کا فتنہ ❷۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے؛ فرماتی ہیں:

---

❶ (صحيح البخاري، الصلا، باب تنبش قبور مشركي الجاهلي و يتخذ مكانها مساجد، ح: 427، 434، 1341وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بنا المسجد على القبور، ح:528)

❷ اس سے ثابت ہوا کہ قبرستان میں مسجد تعمیر کرنا حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت فرمائی ہے۔ چونکہ قبروں پر مساجد کی تعمیر کی وجہ سے اکثر و بیشتر اقوام شرک میں ملوث ہو کر عذاب الٰہی کا شکار ہوئی تھیں، اسی بنا پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنی اُمت کو اس سے سختی سے منع فرما دیا۔ جب ہم مشرکین کو کسی بزرگ کی قبر پر دیکھتے ہیں تو وہ وہاں آہ وزاری میں مبتلا ہوتے ہیں، انتہائی خوف وخشیت کی حالت میں دعائیں کرتے ہیں اور قلب وذہن کی تمام توجہات سے اس طرح قبر پر عبادت میں مشغول ہوتے ہیں کہ مسجد میں ان کی یہ کیفیت ہرگز نہیں ہو پاتی۔ اکثر لوگوں کو سجدہ کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے اور وہ وہاں نماز پڑھنے اور دعاء والتجا کرنے کو مسجد سے زیادہ بابرکت سمجھتے ہیں، اسی خرابی کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے قبروں کو بالکل سطح زمین کے برابر رکھنے کا حکم فرمایا۔ اور قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا اگرچہ نمازی کی نیت برکت حاصل کرنا نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ:((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ .)) يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا . وَلَوْ لَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا .))❶۔

''جب رسول اللہ ﷺ پر وفات کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ شدت تکلیف سے اپنی چادر کبھی چہرۂ انور پر ڈال لیتے اور کبھی اسے ہٹا دیتے؛ اس حالت میں فرماتے: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو اُنہوں نے انبیائے کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا''۔ آپ فرماتی ہیں: آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کے اس کردار سے ڈرا رہے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنائے جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر بھی عام صحابہ کی قبروں کی طرح ظاہر ہوتی''❷۔

صحیح مسلم میں سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِخَمْسٍ وَ هُوَ يَقُوْلُ :((اِنِّيْ اَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْكُمْ خَلِيْلٌ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا وَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا . اَلَا وَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ مِنْ قُبُوْرِ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ . اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .)) فَقَدْ نَهٰى عَنْهُ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ ثُمَّ اَنَّهٗ لَعَنَ وَ هُوَ فِي السِّيَاقِ مَنْ فَعَلَهٗ وَ الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا مِنْ ذٰلِكَ وَ اِنْ لَّمْ يُبْنَ مَسْجِدٌ وَ هُوَ مَعْنٰى قَوْلِهَا خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا .))❸۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ روز قبل یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں تم میں سے کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے اور اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو (سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو بناتا۔ غور سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار! میں تم کو قبروں میں مساجد تعمیر کرنے سے منع کرتا ہوں''۔ اس سے رسول اکرم ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں روکا تھا، پھر

---

❶ (صحیح البخاری، احادیث الانبیا، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ح: 3453، 1390و صحیح مسلم، المساجد، باب النهی عن اتخاذ القبور مساجد، ح:529)

❷ اس بات سے آپ کا مقصود اپنی امت کو ایسے طرز عمل سے ڈرانا اور روکنا تھا۔ اگر نبی کریم ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہر کھلی جگہ پر ہوتی۔ اس سے اسلام کی بے چارگی کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس عمل بد سے رسول اللہ ﷺ نے روکا، اور اس کے کرنے والے کو ملعون قرار دیا، آج اسی عمل میں آپ ﷺ کی اُمت کی اکثریت گرفتار ہو چکی ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے ذرائع شرک کے سدباب کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی قبر کی دیوار کو اتنا اونچا کر دیا کہ اس میں داخل ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ پھر اس کے اردگرد چار دیواری تعمیر کی جس کی وجہ سے وہ ایک گھیرے میں آ گئی۔ بعد ازاں ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ آپ ﷺ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے، کیونکہ وہ نمازوں کے سامنے پڑتی تھی اور ان کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ وہ عبادت کی صورت میں، اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیں گے چنانچہ اس خطرے کے پیش نظر قبر کے جانب شمال میں دونوں طرف دیواریں اس انداز سے تعمیر کی گئیں کہ نمازوں کے سامنے آنا ممکن نہ رہا''۔

❸ [صحیح مسلم، باب النهی عن بنا المساجد علی القبور، ح:532]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ موت وحیات کی کشمکش میں تھے کہ یہود ونصاریٰ اور اُس شخص پر جو قبروں میں مسجد بنا کر یا بغیر مسجد بنائے نماز پڑھے، لعنت فرمائی ہے''[1]۔

مذکورہ مفہوم اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کہ ''خَشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا'' میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ ہم معنی اور ہم مطلب عبارات ہیں۔ اس لیے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی قبر کے اردگرد مسجد بنالیں کیونکہ جس جگہ نماز پڑھنا مقصود ہو وہ مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں نماز پڑھی جائے اُسے مسجد ہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''میری اُمت کے لئے رُوئے زمین کو پاک صاف اور مسجد قرار دے دیا گیا ہے''۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِکُھُمُ السَّاعَۃُ وَ ھُمْ اَحْیَاءُ . وَالَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ .))[2]۔

''سب سے بدترین لوگ وہ ہوں گے جن کی زندگی میں ان پر قیامت قائم ہوگی۔ اور وہ لوگ بھی بدترین ہیں جو قبروں کو مساجد (سجدہ گاہوں) کا درجہ دیں گے''۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کرنے سے نبی کریم ﷺ نے تنبیہ اور اس کی مذمت فرمائی ہے اگرچہ مسجد بنانے والے کی نیت صحیح ہی ہو۔

2۔ تصاویر و مجسمہ بنانے کی حرمت اور اس پر شدید وعید بھی ہے۔

3۔ مذکورہ اعمال کے معاملہ میں نبی کریم ﷺ کے انتہائی بلیغ بیان سے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ پہلے تو آپ نے اس کام سے

---

[1] یہود ونصاریٰ کے اس فعل پر رسول اللہ ﷺ نے جو انکار فرمایا ہے، اس کے دو سبب تھے: ۱۔ پہلا یہ کہ وہ انبیائے کرام کی قبروں کو تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ وہ انبیاء کی قبروں پر نماز پڑھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور حالت نماز میں ان انبیاء کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انبیاء کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ایک خاص درجہ حاصل ہو جائے گا۔ پہلی صورت شرکِ جلی کہلاتی ہے اور دوسری شرکِ خفی۔ اسی بنا پر وہ لعنت کے مستحق ٹھہرائے گئے۔ جناب سید المرسلین ﷺ کی اس درجہ سخت تہدید، شدید وعید اور ان کو ملعون قرار دینے کے بعد ایک مسلمان کا قبروں کی تعظیم کرنا، اوران پر قبے (ومزار) تعمیر کرنا، وہاں جا کر اور خصوصاً ان کو مرکزِ توجہ ٹھہرا کر نماز پڑھنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ یہ لوگ اگر ذرا بھی غور وفکر کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ براہِ راست اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دشمنی اور جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ کی قسم یہی وہ دروازہ ہے جس سے یغوث، یعوق، نسر اور اصنام پرستوں میں شیطان داخل ہوا اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ پس مشرکین میں دو جُرم بیک وقت جمع ہو گئے: ایک صالحین کی شان میں غلُوّ، اور دوسرا صالحین کے طریقے کی مخالفت۔

[2] (ورواہ ابو حاتم فی صحیحہ ؛ مسند احمد: 5316و صحیح ابن خزیم ، ح:789)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

امت کو ویسے منع فرمایا، پھر آخر عمر میں وفات سے پانچ روز قبل مزید تنبیہ فرمائی۔ پھر نبی کریم ﷺ کا جب سفر آخرت شروع ہونے والا تھا، اس عالم میں ایک مرتبہ پھر سخت ممانعت فرمائی۔

4۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی قبر پر ایسا عمل کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا، حالانکہ آپ کی قبر ابھی تک وجود میں بھی نہیں آئی تھی۔

5۔ انبیاء وصلحاء کی قبروں پر مساجد بنا کر ان میں عبادت کرنا یہود ونصاریٰ کا طرز عمل ہے۔

6۔ اس عمل کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائی۔

7۔ ان پر لعنت کرنے سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ ہمیں اپنی قبر پر ایسے کام کرنے سے خبردار کریں۔

8۔ نبی کریم ﷺ کی قبر کو کھلی اور عام جگہ پر نہ بنانے کی اصل وجہ اور مصلحت بھی معلوم ہوئی۔

9۔ یہ بھی واضح ہوا کہ قبروں کو مساجد بنانے کا مفہوم کیا ہے؟

10۔ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور جن لوگوں پر ان کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی، ان دونوں کا اکٹھے ذکر کر کے کفر وشرک کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی اس کے اسباب اور انجام سے آگاہ فرما دیا۔

11۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل اپنے خطبہ میں ان دو گروہوں کا رد فرمایا جو سب سے بڑے اہل بدعت ہیں۔ بعض اہل علم نے تو انہیں بہتر (72) گروہوں سے بھی خارج قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ روافض ہیں اور دوسرا گروہ جہمیہ ہے۔ خصوصاً روافض ہی کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبر پرستی کی ابتدا ہوئی اور انہی لوگوں نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔

12۔ نزع کے وقت نبی کریم ﷺ کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

13۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

14۔ صاف معلوم ہوا کہ خلیل ہونے کا مرتبہ، مقام محبت سے بلند تر ہے۔

15۔ یہ واضح ہو گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے افضل ہیں۔

16۔ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے [1]۔

---

[1] کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت جس سے زیادہ ہوگی وہی آپ ﷺ کی جانشینی کا زیادہ مستحق ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ تیسری یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے فرمائیں تو آپ ﷺ اس پر برہم اور ناراض ہوئے۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی مرض الموت کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب: ان الغلو فی قبور الصالحین یصیرها اوثانا تعبد من دون الله

باب: بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو؛.....❶

(بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو؛ اور اُن کو بت بنا دینا حتی کہ اُن کی بھی پرستش ہونے لگتی ہے۔)

موطأ امام مالک رحمہ اللہ میں ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ .))❷۔

''اے اللہ! میری قبر کو مورتی نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے؛ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوا جنہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا''❸۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی سند سے سفیان بن منصور رحمہ اللہ سے؛ انہوں نے مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی0 ﴾ قَالَ: كَانَ يَلُتُّ لَهُمُ السَّوِيْقَ فَمَاتَ فَعَكَفُوْا عَلٰى قَبْرِهٖ.))

''بھلا تم نے کبھی لات اور عزی کے بارے میں بھی غور کیا ہے''۔ فرمایا:

---

❶ صالحین کی قبروں کے بارے میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بارے میں جو حکم دیا گیا اور جن باتوں سے روکا گیا ہے، ان سے تجاوز کرنا۔ قبروں پر کتبے لگانا، انہیں خوب بلند بنانا، ان پر عمارتیں کھڑی کرنا، انہیں سجدہ گاہیں بنانا، قبر کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھنا، قبر یا صاحب قبر کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی سمجھنا، قبر یا صاحب قبر کے لیے نذر ماننا، اس کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا، یا قبر کی خاک کو سفارشی یا متبرک سمجھنا اور ان اعمال کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھنا۔ یہ تمام باتیں غلو ہیں اور شرک اکبر کی اقسام ہیں۔

❷ (الموطا لامام مالك ، الصلاة ، باب جامع الصلا ، ح: 261و المصنف لابن ابی شیبة:345 /3)

❸ زیر بحث حدیث کے الفاظ اس بات پر شاہد ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو پوجا جاتا تو وہ بہت بڑا وثن بن جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو اس طرح محفوظ فرمایا ہے کہ وہاں تک پہنچنا کسی بادشاہ کے اختیار میں بھی نہیں رہا۔ حدیث مذکورہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ قبر، وثن کہلاتی ہے جسے قبروں کے پجاری اپنے ہاتھوں سے چومنا چاٹنا شروع کر دیں یا ان کے تابوتوں سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کریں۔ افسوس کہ آجکل قبروں کی تعظیم اور ان کی عبادت کا فتنہ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کو جڑ سے کاٹ پھینکنے کا حکم صادر کیا جس کے نیچے بیٹھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اس درخت کو اس لئے کاٹ دیا گیا کہ لوگوں نے وہاں جا کر اُس کے نیچے نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شرک کا فتنہ پھیلنے کے خدشے کی وجہ سے اس کو کٹوا دیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لات: ان کے لیے ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے''۔

ابوالجوزاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؛ فرماتے ہیں: ''وہ حجاج کے لیے ستو گھولا کرتا تھا''۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے؛ فرماتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ .)) ❶۔

''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے؛ اور ان پر بھی جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں''۔ [اسے اہل سنن نے روایت کیا ہے۔]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اس بحث سے اوثان یعنی بتوں کی تشریح ہوتی ہے۔

2۔ عبادت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔

---

❶ (سنن ابی داود، الجنائز، ح: 3236 وجامع الترمذی، الصلاۃ، باب ما جا فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجد، ح: 320 وسنن النسائی، الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، ح: 2045)

قبروں پر مساجد تعمیر کرنا اور وہاں چراغاں کرنا منع ہے کیونکہ یہ ان کی تعظیم میں غلو اور حد سے تجاوز ہے۔ ماضی میں قبروں پر چراغ اور قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔ آج کل بڑے بڑے برقی قمقمے اور بلب جلائے جاتے ہیں۔ اس سے قبر کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔ قبروں پر ایسا کرنا ناجائز ہے اور نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایسا کرنے والے ملعون ہیں۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان خواتین پر بھی لعنت کی ہے جو کثرت کے ساتھ قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا سہارا لے کر عورتوں کو قبرستان جانے کی رخصت دے دی ہے، تو اُنہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور قبر پر کھڑی ہو کر کہنے لگیں: ''(اے بھائی!) اگر میں تمہاری وفات کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو تمہاری قبر کی زیارت نہ کرتی''۔

رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو اجازت دینے کی علت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ''قبروں کی زیارت موت کی یاد دلاتی ہے، دل کو نرم کرتی ہے اور آنکھوں کو پرنم کرتی ہے''۔ (مسند احمد)۔ اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر عورت کے لئے یہ اجازت دے دی جائے تو وہ اپنی فطری کمزوری کے باعث جزع فزع اور بین کرنے سے باز نہیں رہ سکتی جس کا حرام ہونا سب کے نزدیک مُسلّم ہے۔ اس طرح عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لئے جانا گویا حرام کاموں میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسی حد مقرر نہیں کی جا سکتی جس کی بناء پر عورتیں جزع وفزع جیسے حرام کاموں سے بچ سکیں۔

محمد بن اسماعیل الصنعانی علیہ السلام اپنی مشہور تصنیف ''تطہیر الاعتقاد'' میں فرماتے ہیں کہ: ''یہ بڑے بڑے قبے (ومزار) اور میلے جو الحاد اور شرک میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی بنیادیں ہل کر رہ گئی ہیں ان کو تعمیر کرنے والے بڑے بڑے بادشاہ، سلاطین، رؤسا اور والیان ریاست ہی تو تھے۔ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے قبے ومزار بنائے، یا ان لوگوں کی قبروں پر قبے ومزار تعمیر کئے جن کے متعلق یہ ملوک اور سلاطین حسن ظن رکھتے تھے۔ جیسے کوئی فاضل، یا عالم، یا صوفی، یا فقیر، یا کوئی بہت بڑا بزرگ۔ جو لوگ ان کو جانتے تھے وہ تو ان کی قبروں کی زیارت اس نیت سے کرتے تھے کہ ان کے لئے دعا اور استغفار کریں۔ یہ لوگ ان کے نام کی قطعاً دہائی نہ دیتے تھے اور نہ ان کو وسیلہ ہی خیال کرتے تھے۔ بلکہ ان کے لئے دعا کرتے اور بخشش مانگتے۔ لیکن ان اصحابِ قبور کو جاننے والے جب خود فوت ہو گئے تو بعد میں آنے والوں نے دیکھا کہ قبر پر ایک شاندار قبہ ومزار تعمیر ہے، جس پر چراغاں بھی ہوتا ہے اور نہایت قیمتی فرش بچھایا گیا ہے اور قبر پر اعلیٰ قسم کے کپڑے کے پردے لٹک رہے ہیں اور قبر کو ہاروں اور پھولوں سے خوب لادا اور سجایا گیا ہے۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ ان سے کوئی نفع حاصل کیا جائے یا کسی مصیبت سے نجات حاصل کی جائے۔ اور یہ ان قبروں کے مجاور اِن قبروں کے متعلق طرح طرح کے افسانے تراشتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

3۔ نبی کریم ﷺ نے اس چیز سے پناہ مانگی جس کے وقوع پذیر ہونے کا آپ کو اندیشہ تھا۔
4۔ رسول اکرم ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے اور ان میں مساجد تعمیر کرنے کو ایک جیسا گناہ قرار دیا ہے۔
5۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ کن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا شدید قہر اور غضب نازل ہوا۔
6۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لات؛ جو کہ عرب کا سب سے بڑا بت تھا، اس کی عبادت کس طرح شروع ہوئی؟
7۔ یہ بھی واضح ہوا کہ وہ ایک صالح بزرگ (لات) کی قبر تھی۔
8۔ لات صاحب قبر کا نام ہے۔ اور اس میں اس کی وجہ تسمیہ بھی بیان ہوئی ہے۔
9۔ نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔
10۔ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

ان ابواب کی شرح:

باب: کسی بزرگ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا

باب: بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو

مصنف رحمہ اللہ نے ان دو ابواب میں تفصیل کے ساتھ اس عقیدہ کے دلائل ذکر کئے ہیں کہ صالحین کی یا دیگر قبروں کے پاس کیا کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ قبروں کے پاس جو کچھ کیا جاتا ہے؛ اس کی دو اقسام ہیں: مشروع اور ممنوع۔

مشروع: صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جسے شارع علیہ السلام نے جائز اور مشروع ٹھہرایا ہو؛ جیسے شرعی طریقہ سے قبرستان کی زیارت؛ بغیر کسی لمبے اور پر مشقت سفر کے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ قبرستان کی زیارت کرے؛ اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لیے اور اپنے اقارب اور جان پہنچان والوں کے لیے خصوصی طور پر دعا کرے۔ یہ اس کی طرف سے ان اہل قبور کے ساتھ احسان ہوگا کہ ان کی معافی؛ مغفرت اور ان پر رحمت کے نزول کے لیے دعا کرے۔ اور اس میں اپنے نفس کے ساتھ بھی احسان ہے کہ سنت کی اتباع کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو آخرت کی یاد دلاتا ہے؛ اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے۔

ممنوع: ممنوع زیارتِ قبرستان کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: حرام زیارت: جو کہ شرک کا وسیلہ بنتی ہے؛ جیسے قبروں کو چھونا؛ چومنا؛ اور اہل مقابر سے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ اختیار کرنا؛ اور قبروں کے پاس نمازیں پڑھنا؛ وہاں پر چراغ جلانا؛ اور قبے وغیرہ بنانا۔ قبروں اور اہل قبرستان کے متعلق غلو کرنا؛ جب تک کہ یہ امور عبادت کے رتبہ تک نہ پہنچتے ہوں۔

دوسری قسم: شرک اکبر: جیسے قبر والوں کو پکارنا؛ ان سے مشکل کشائی چاہنا؛ اور ان سے اپنی دنیاوی اور آخرت کی ضرورتیں طلب کرنا؛

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا کرنا شرک اکبر ہے۔ یہ بالکل وہی کام ہیں جو بتوں کے پجاری اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایسا کرنے والا یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس کے مطالبے پورے کرنے میں خود مختار ہیں؛ یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے وسیلہ ہیں۔ بیشک مشرکین بھی تو یہی کہا کرتے تھے؛ [جیسے قرآن نے بیان کیا ہے]:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾[الزمر۔2]

''ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرا دیں۔''

اور ان کے متعلق مزید فرمایا:

﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس 10]۔

''اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

پس جو کوئی ایسا کوئی عقیدہ اور گمان رکھتا ہے؛ تو یقیناً وہ کتاب وسنت کو جھٹلاتا ہے۔ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کو پکارتا ہے؛ وہ ہر دو حال میں مشرک اور کافر ہے؛ خواہ وہ جس کو پکار رہا ہے؛ اسے خود مختار داتا سمجھتا ہو یا وسیلہ۔

یہ بات دین اسلام میں ضرورت کے تحت معلوم شدہ ہے۔ آپ کے لیے اس تفصیل کا جاننا انتہائی ضروری ہے جس سے اس اہم باب کے مسائل میں فرق واضح ہوتا ہے جن میں اضطراب اور فتنہ پیدا ہو چکا ہے؛ اور اس فتنہ سے صرف وہی بچ سکا ہے جس نے حق کی معرفت حاصل کر کے اس کی اتباع کی ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فی حمایة المصطفٰی ﷺ جناب التوحید و سد کل طریق یوصل الی الشرك

باب: نبی کریم ﷺ کی توحید کی حفاظت؛ اور شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا

[اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اُن اقوال واعمال کی، جو عقیدۂ توحید میں نقص واضمحلال کا باعث بنتے ہیں، کس طرح بیخ کنی کی اور شجرِ توحید کی آبیاری کیلئے کیا کیا کوششیں فرمائیں]۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾

''تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان اُس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، مؤمنوں پر وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اگر وہ آپ سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ فرما دیجیے: میرے لئے اللہ بس کافی ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی (اللہ)، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرش عظیم کا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَ صَلُّوْا فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ .))[1]۔

''تم اپنے گھروں کو (نماز، دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) قبرستان نہ بنانا نہ میری قبر کو میلہ گہ بنانا اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود وسلام بھیجو، تمہارے درود وسلام مجھے پہنچ جاتے ہیں تم جہاں بھی ہو''۔

حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

((اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يَجِيْءُ اِلٰى فُرْجَةٍ كَانَتْ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَدْخُلُ فِيْهَا فَيَدْعُوْ فَنَهَاهُ وَ قَالَ اَلَآ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّ لَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ تَسْلِيْمَكُمْ يَبْلُغُنِيْ اَيْنَ كُنْتُمْ))[2]۔

---

[1] (سنن ابی داود، المناسك، باب زیار القبور، ح:2032)

[2] [(رواه الضیا المقدسی فی المختارة، ح: 428ومجمع الزوائد:3/ 4)]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''آپ نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی قبر کے گرد بنی دیوار کے ایک شگاف سے اندر داخل ہو کر قبر کے پاس دعا کرتے دیکھا تو اسے روک دیا اور فرمایا کیا میں تجھے وہ حدیث نہ سناؤں جو میرے باپ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے میرے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ نے فرمایا:

''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ اور تم (نماز، دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) اپنے گھروں کو قبرستان (کی مانند) نہ بنالینا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا۔ اس لیے کہ تم جہاں بھی ہو گے، تمہارا سلام مجھے پہنچ جائیگا'' [1]۔

یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث دونوں حسن سند کے ساتھ روایت کی گئی ہیں۔ دونوں جید درجہ کی ہیں۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس تفصیل سے سورہ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر و توضیح ہوتی ہے۔

2۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو حدود شرک سے بہت دور رہنے کی ہدایت اور تلقین فرمائی ہے۔

3۔ نبی کریم ﷺ اپنی امت پر نہایت شفیق و مہربان اور اس کی رشد و ہدایت کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے۔

4۔ نبی کریم ﷺ نے مخصوص طریقہ پر اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا ہے لیکن آپ کی قبر کی زیارت، شرعی حدود و قیود میں رہ کر کی جائے تو یہ انتہائی فضیلت والا عمل ہے۔

5۔ نبی کریم ﷺ نے بار بار زیارت قبر کے لیے جانے سے منع فرمایا ہے۔

6۔ ان احادیث میں نفلی نماز گھروں میں ادا کرنے کی ترغیب بھی ہے۔

---

[1] نبی کریم ﷺ نے توحید اور گلشن توحید کی مکمل حفاظت فرمائی اور ذریعہ شرک بننے والی ہر راہ حتی کہ اپنی قبر کی بھی حد درجہ تعظیم سے امت کو منع فرمایا۔ جب نبی کریم ﷺ کی قبر کی تعظیم میں غلو کرنا منع ہے تو باقی لوگوں کی قبروں کی بھی ایسی تعظیم کی اجازت نہیں۔ مگر افسوس کہ امت نے نبی کریم ﷺ کی ہدایت و فرامین کی پروانہ کی۔ ان سب احکام، ہدایات اور فرامین کو پس پشت ڈالتے ہوئے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ ان پر میلے اور عرس کرنے لگے۔ ان پر قبے کھڑے کر دیے۔ حتی کہ ان پر چراغاں کیے جاتے ہیں، قبروں پر جانور ذبح کیے جاتے اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ کعبہ کی مانند ان کا بھی طواف ہوتا ہے۔ اور قبر کے اردگرد کی جگہ کو اسی طرح مقدس سمجھا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدوں کو مقدس سمجھتے ہیں۔ یہ قبر پرست لوگ نبی یا کسی صالح و بزرگ شخصیت یا کسی ولی کی قبر کے پاس آ کر اس قدر عاجزی، انکسار اور خاموشی اختیار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی عاجزی نہیں کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی صریح مخالفت اور ان سے عداوت کا اظہار ہے۔ والعیاذ باللہ

رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی اُمت کو شرکِ جیسی معصیت سے ڈرایا ہے؛ اور اُن اسباب و ذرائع سے آگاہ فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایک عام آدمی مرتکب شرک ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے شرک میں مبتلا ہونے کے اسباب بیان کئے۔ اُن اسباب و ذرائع میں سب سے اہم یہ ہیں: ۱۔ قبروں کی تعظیم کرنا۔ ۲۔ اُن کی تعظیم میں غلو سے کام لینا۔ ۳۔ قبرستان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ ۴۔ قبرستان میں نماز پڑھنا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَ صَلُّوْا فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ)) ۔ ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ اور میری قبر کو (عید یعنی) عرس کی جگہ نہ ٹھہراؤ۔ اور مجھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ تم جہاں بھی رہو یہ دُرود و سلام مجھ تک بہر حال پہنچتا ہے''۔

صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی طرف یا کسی دُوسری قبر یا مشہد کی طرف قصداً جانا منع ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اِس قبر کو زیارت گاہ بنالیا گیا ہے، اور یہ ممنوع ہے۔ دوسری بات یہ کہ شرک میں مبتلا ہونے کا یہ سب سے بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر کر کے نہیں جانا چاہیے اور وہ یہ ہیں: مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

7۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں یہ بات طے شدہ اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

8۔ اس باب میں مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ آدمی جہاں بھی ہو وہیں درود وسلام پڑھ سکتا ہے خواہ دور ہی کیوں نہ ہو، لہذا اس غرض سے انسان کو قبر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

9۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے درود وسلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی شرح:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کی حفاظت؛ اور شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا

جو کوئی اس باب میں وارد کتاب وسنت کی نصوص میں غور وفکر کرے گا؛ وہ دیکھے گا کہ بہت ساری نصوص ایسی ہیں جو ہر اس چیز کی ترغیب دیتی اور اس پر ابھارتی ہیں جن سے توحید مضبوط ہو؛ اس میں ترقی ہو؛ اور اس میں نمو ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس کا انحصار اس بات پر ہے کہ ڈر وخوف اور امید ورغبت ہر حال میں دل کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان پر اس کی طمع بڑھے؛ اور وہ ان چیزوں کے حصول کی کوشش کرے۔ اور مخلوق کی غلامی سے مکمل طور پر آزادی حاصل کر لے؛ اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا دلی لگاؤ اور جھکاؤ نہ رکھے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کی شان میں غلو نہ کرے۔ اور ظاہری اور باطنی اعمال کو مکمل طور پر بجا لائے۔ ان نصوص نے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی ترغیب دی ہے جو کہ ساری عبادت کی روح ہے۔

پھر اس کے مقابلہ میں ان اقوال وافعال سے منع کر دیا ہے جن میں مخلوق کی شان میں غلو کیا جاتا ہے؛ اور ایسے ہی مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع کیا ہے؛ کیونکہ اس سے انسان ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اور پھر ان اقوال وافعال سے منع کیا ہے جن کے بارے میں اندیشہ تھا کہ ان کی وجہ سے شرک تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہ تمام امور توحید کو محفوظ رکھنے کے لیے کئے گئے ہیں۔

اور پھر ہر اس وسیلہ اور سبب سے منع کر دیا جس سے شرک تک رسائی ہو سکتی ہو۔ ایسا اہل ایمان پر رحمت کی وجہ سے کیا گیا تا کہ وہ اپنی تخلیق کا مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ظاہری اور باطنی طور پر مکمل کر سکیں تا کہ انہیں دنیا اور آخرت میں سعادت اور کامیابی حاصل ہو سکے۔

ان کے شواہد بہت زیادہ اور معروف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ماجاء ان بعض هذه الامة يعبد الاوثان

باب:اس امت کے بعض افراد بت پرستی میں مبتلا ہوں گے

[اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُمتِ محمدی ﷺ کے بعض افراد بت پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے ❶]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾[النساء]

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیا؛ اور ان کا حال یہ ہے کہ جِبت اور طاغُوت کو مانتے ہیں۔اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ مؤمنوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں''❷۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

---

❶ اگر کوئی یہ کہے کہ:امت محمد یہ ﷺ تو شرک اکبر میں مبتلا ہو ہی نہیں سکتی۔کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:((إن الشيطان قد يئس أن يعبده المصلون فِي جزيرةِ العربِ ، ولكن فِي التحريشِ بينهم .))صحيح مسلم ، صفات المنافقين ، ح:2812)۔

''شیطان اس بات سے مایوس و نامراد ہو چکا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں نمازی[مسلمان]اس کی عبادت کریں،البتہ وہ ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا رہے گا''۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی امت شرک اکبر میں مبتلا نہ ہوگی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ شیطان اس بات سے مایوس، ناکام اور نامراد ہو چکا ہے مگر اللہ نے اسے اس سے مایوس نہیں کیا۔دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ شیطان اس بات سے ناامید ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں اور یہ بات یقینی ہے کہ نمازی ہمیشہ نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے رہیں گے۔اور سب سے بڑی برائی شرک ہے۔جو لوگ صحیح معنوں میں نماز قائم کریں،شیطان ان لوگوں سے واقعتاً مایوس ہے وہ کبھی اس کی عبادت نہیں کریں گے۔اس لیے حدیث کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ اس امت میں سے کوئی بھی شیطان کی عبادت[اطاعت] نہیں کریگا۔یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد کچھ عرب قبائل مرتد ہو گئے تھے۔یہ بھی تو شیطان کی عبادت ہی تھی کیونکہ شیطان کی عبادت سے مراد اس کی اطاعت ہے۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت[اطاعت]نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔[یٰس :36]

اس آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح شرک کے ارتکاب اور ایمان اور اس کے تقاضوں کو ترک کرنے میں شیطان کی اطاعت اس کی عبادت کے مترادف ہے،اسی طرح اوامر و نواہی میں بھی اس کی اطاعت اس کی عبادت ہی ہے''۔

❷۔جبت: ہر وہ چیز جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اعتقاداً مخالفت ہو وہ جبت ہے۔جادو بھی جبت ہے،کاہن کو بھی جبت کہا جاتا ہے اور حقیر و گھٹیا ضرر رساں چیز کو بھی جبت کہتے ہیں۔اور طاغوت: ہر وہ معبود یا متبوع جسے انسان اس کی حد سے بڑھا دے،طاغوت ہے۔شرعی طور پر متبوع کی حد یہ ہے کہ وہ انھی کاموں کا حکم دے جن کا شریعت نے حکم دیا ہے،اور ان کاموں سے روکے جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔لہذا شرعی حدود سے نکل کر جن کی عبادت،اتباع اور اطاعت کی جائے وہ سب طاغوت میں شامل ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ﴾[المائدة 60]

''آپ فرمادیں، کیا تمھیں بتادوں جن کا انجام اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر ہے؟ وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنادیا اور جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی'' ❶۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴾[الكهف : 21]

''اور ان میں سے اپنی بات میں غالب آنے والے بولے: ہم تو ان کی غار پر ضرور مسجد (عبادت گاہ) بنائیں گے'' ❷۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ)) ❸۔

''تم پہلی امتوں کے راستوں پر چلو گے؛ اور یوں ان کی برابری کرو گے جیسے تیر کا ایک پر دوسرے پر کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ضب (سانڈے) کے بل میں گھسے تو تم بھی جا گھسو گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی مراد یہود و نصاری ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟''۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا . وَ إِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا . وَ أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَ الْأَبْيَضَ . وَ إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ أَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ . وَ أَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ . وَإِنَّ رَبِّيْ قَالَ :((يَا مُحَمَّدُ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَ إِنِّيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَّا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَ أَنْ لَّا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَ لَوْ إِجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ بِأَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَ يُسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا .)) ❹۔

---

❶ بتوں کی پوجا، قبروں کی عبادت، اصحاب قبور/ درگاہ اور مزار والوں کو معبود سمجھنا/ یعنی اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا یہ سب طاغوت کی عبادت ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ امت محمدیہ کے بہت سے افراد قبروں، آستانوں، درختوں، پتھروں وغیرہ کی عبادت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

❷ جیسے ان لوگوں نے صالحین کی تعظیم میں غلو کیا اور ان کی غار پر اور قبروں پر مسجد بنالی، یہ امت بھی ضرور ایسے کام کریگی کیونکہ سابقہ امتوں نے جو بھی شرکیہ خصلت اختیار کی، نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ امت اس کو ضرور اختیار کریگی۔

❸ (صحيح البخاري ، احاديث الانبيا ، باب ماذكر عن بني اسرائين ، ح: 3456و صحيح مسلم ، العلم ، باب اتباع سنن اليهود و النصاري ، ح:2669)

نبی کریم ﷺ نے لتتبعن کا لفظ بول کر قسمیہ انداز میں انتہائی تاکید کے ساتھ یہ پیش گوئی فرمائی کہ یہ امت پہلی امتوں کے راستوں کی پیروی ضرور کریگی اور اس طرح ان سے برابری کرے گی جیسے تیر کا ایک پر دوسرے پر کے بالکل برابر ہوتا ہے۔ دونوں کے مابین کچھ فرق نہیں ہوتا۔

❹ (صحيح مسلم ، الفتن ، باب هلاك هذه الام بعضهم ببعض ، ح:2889)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اس حد تک سمیٹ دیا کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے سمیٹ کر دکھائی گئی۔ اور مجھے سفید (چاندی) اور سرخ (سونا) دو خزانے عطا کیے گئے۔ اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے۔ اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہ کرے جو انھیں تباہ کر کے رکھ دے۔ میرے رب نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ میں آپ کی مت کے بارے میں آپ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انھیں تباہ کر کے رکھ دے اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متحد اور مجتمع کیوں نہ ہو جائیں۔ البتہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بھی بنائیں گے''۔

اور اس حدیث کو امام حافظ البرقانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب الصحیح میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے:

((وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَإِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ لَا تَقُوْمَ السَّاعَةُ حَتّٰى يَلْحَقَ حَيٌّ مِّنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى تَعْبُدَ فِئَامٌ مِّنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَإِنَّهٗ سَيَكُوْنَ فِيْ أُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ مَنْصُوْرَةٌ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى .))[2]۔

''مجھے اپنی امت کے بارے میں صرف گمراہ پیشواؤں کا خدشہ ہے۔ اور جب ان میں ایک دفعہ تلوار چل پڑی تو قیامت تک بند نہ ہوگی اور قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک میری امت کی ایک بڑی جماعت مشرکین سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے گروہ بت پرستی نہ کرنے لگیں۔ اور میری امت میں تیس (30) دجال پیدا ہوں گے۔ وہ سب نبوت کا دعویٰ کریں گے، حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ (قیامت تک) حق پر رہے گا اور ان کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد کی جائیگی۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ جانے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آ جائے''[3]۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس بحث سے سورہ نسا کی آیت (51) کی تفسیر واضح ہوئی۔

2۔ اور سورہ مائدہ کی آیت (60) کی تفسیر واضح ہوئی۔

---

[1] (صحيح مسلم، الفتن، باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض، ح:2889)

[2] (سنن ابی داود، الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن و دلائلها، ح: 4252و مسند احمد: 278 /5، 284)

[3] گمراہ پیشواؤں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں انسانوں نے دین یا سلطنت میں اپنے پیشوا بنا رکھا ہے جن کے ہاتھ میں انسانوں کی باگ ڈور ہے اور وہ بدعات و شرکیات کے ذریعے گمراہی پھیلاتے اور لوگوں کی نظروں میں اس قدر مستحسن کر کے دکھاتے ہیں کہ وہ انہیں حق ہی سمجھنے لگتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

3۔اور سورہ کہف کی آیت (21) کی تفسیر معلوم ہوئی۔

4۔جبت (بت) اور طاغوت (شیطان) پر ایمان لانے کا مفہوم اچھی طرح واضح ہوا کہ اس سے صرف قلبی اعتقاد مراد ہے یا ان سے نفرت اور ان کے بطلان کا عقیدہ رکھتے ہوئے بظاہر ان کی موافقت؟

5۔یہود کی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اپنے کفر سے واقف کفار، اہل ایمان سے زیادہ صحیح راہ پر ہیں۔

6۔اس امت میں بھی وہی برائیاں پائی جاتی ہیں جو گزشتہ امتوں میں تھیں، جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہے۔

7۔اس امت کے بہت سے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہوں گے۔

8۔تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ مختار ثقفی جیسا شخص نبوت کا دعوی کرنے لگا حالانکہ وہ توحید و رسالت کا معترف اور محمد ﷺ کا امتی ہونے کا دعوی کرتا اور مانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ برحق اور قرآن کریم سچی کتاب ہے۔اور اس قرآن میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔اس کی باتوں میں اس قدر واضح تضاد کے باوجود لوگ اس کی تصدیق کرتے رہے۔یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے آخری دور میں ظاہر ہوا اور بہت سے لوگوں نے اس کی پیروی کی۔

9۔اس حدیث میں یہ بشارت بھی ہے کہ امت محمد یہ سے کلی طور پر حق مٹ نہیں جائے گا جیسا کہ سابقہ زمانوں میں متعدد مرتبہ ایسا ہوا؛ بلکہ اس کے برعکس اس امت میں ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔

10۔اس میں ایک پیش گوئی اور اہل حق کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ اہل حق کی قلت کے باوجود ان کا ساتھ چھوڑ جانے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

11۔یہ پیش گوئی قیامت تک برقرار رہے گی۔

12۔اس حدیث میں مندرجہ ذیل اہم باتیں بطور خاص بیان ہوئی ہیں:

☆ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کے مشارق و مغارب سمیٹ دیے۔نبی کریم ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا بخلاف شمال و جنوب کے (کہ نبی کریم ﷺ نے ان کا ذکر ہی نہیں فرمایا)

☆ آپ کا یہ فرمان کہ مجھے دو خزانے عطا کیے گئے ہیں۔ایک سفید (چاندی) اور ایک سرخ (سونا) (گویا ساری دنیا کے خزانے دیے گئے)

☆ نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی کہ امت کی بابت آپ کی پہلی دو دعائیں قبول ہو گئیں۔اور تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔

☆ نبی کریم ﷺ نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی کہ جب اس امت میں تلوار چلی تو قیامت تک نہ رکے گی۔

☆ نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا کہ میری امت کے لوگ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بھی بنائیں گے۔نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے بارے میں گمراہ پیشواؤں کا خدشہ بھی ظاہر کیا۔

☆ نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی کہ اس امت میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار (جھوٹے نبی) پیدا ہوں گے۔

☆ آپ کا خبر دینا کہ ایک طائفہ منصورہ (اللہ کی طرف سے مدد کی ہوئی) جماعت قیامت تک موجود رہے گی۔نبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ تمام باتیں حرف بحرف پوری ہوئی ہیں، حالانکہ عقلی طور پر ان تمام باتوں کا وقوع پذیر ہونا بڑا مشکل اور بہت بعید ہے۔

13۔ نبی کریم ﷺ نے امت کے صرف گمراہ پیشوا طبقہ سے ضلالت وگمراہی کا خطرہ محسوس کیا۔ (ہدایت یافتہ پیشواؤں سے نہیں)

14۔ عبادت اوثان یعنی بت پرستی کا صحیح معنی اور حقیقی مفہوم بھی اچھی طرح واضح ہوا۔

اس باب کی شرح:

باب: اس امت کے بعض افراد بت پرستی میں مبتلا ہوں گے

اس باب کا یہ عنوان قائم کرنے کا مقصد شرک کا خوف دلانے اور اس سے خبردار کرنا ہے۔ اور یہ کام حقیقت میں اس امت میں ہو کر رہنے والا ہے۔ اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جو کہتے ہیں: جس نے لا إله إلا الله کا اقرار کیا؛ اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے؛ تو وہ اسلام پر ہی باقی رہے گا؛ بھلے وہ ایسے کام کرے جو اسلام کے منافی ہوں؛ جیسے اہل قبور سے مشکل کشائی چاہنا؛ مشکلات میں انہیں پکارنا وغیرہ؛ اور پھر اسے عبادت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے وسیلہ کا نام دیا جاتا ہے۔ بیشک ایسا کرنا باطل ہے۔

بیشک وثن ''یعنی صنم'' ایک جامع نام ہے؛ جو ہر اس چیز کو شامل ہے اللہ کے علاوہ جس کی پوجا کی جائے؛ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ کوئی درخت ہو یا پتھر ہو یا کوئی عمارت۔ یا انبیاء میں سے کوئی نبی ہو یا اولیاء اللہ صالحین میں سے کوئی ولی ہو؛ یا کوئی دوسرا ہو۔ درحقیقت یہ چیز یعنی ''عبادت'' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پس جو کوئی غیر اللہ کو پکارتا ہے؛ اور یا اس کی عبادت کرتا ہے؛ تو وہ اس کو اپنا صنم اور معبود بناتا ہے؛ اور ایسا کرنے سے وہ دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اب اس کا اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنا کوئی کام نہیں آتا۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ مگر حقیقت میں وہ کافر اور مشرک یا ملحد اور منافق ہیں۔ یہاں پر اعتبار دین کی اصل روح کی بنیاد پر ہے نہ کہ ان الفاظ اور اسماء کے اعتبار سے جن کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابُ:مَا جَآءَ فِی السِّحر

باب: جادو کا بیان ❶

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴾(البقرة : ۱۰۲)

''یقیناً وہ جانتے تھے؛ جو اس چیز کا خریدار بنا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بابت فرمایا:

﴿ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ﴾[النساء51]

''وہ جادو اور شیطان پر ایمان رکھتے تھے''۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الجبت جادو اور الطاغوت شیطان ہے''❷۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''طاغوت وہ کاہن ہیں جن پر شیطان اترتا تھا۔ اور ہر قبیلے کا الگ الگ کاہن ہوتا تھا''❸۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اجتنِبوا السبع الموبِقاتِ، قالوا: یا رسول اللهِ ﷺ! وما هن؟ قال: الشِركُ بِاللهِ، والسِحر، وقتل النفسِ التِی حرم اللهُ إلا بِالحقِ، وأكل الرِبا، وأكل مالِ اليتِيمِ، والتولِی يوم الزحفِ، وقذف المحصناتِ المؤمِناتِ الغافِلاتِ.))❹۔

---

❶ جادو کی حقیقت: جادو میں کسی چیز کی تاثیر میں شیطان سے خدمت لی جاتی ہے۔ کوئی جادوگر جب تک شیطان کا دوست، مقرب اور محبوب نہ ہو، اس کا جادو کارگر نہیں ہوسکتا۔ جب وہ شیطان کا مقرب بن جاتا ہے تو شیاطین اس طرح اس کی خدمت کرتے ہیں کہ وہ مسحور (جس پر جادو کیا جائے اس) کے بدن پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ لہذا کوئی جادوگر شیاطین کے تقرب کے بغیر جادوگر نہیں بن سکتا۔ اسی لیے جادو کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کہا گیا ہے۔

❷ جادوگر توحید کے عوض جادو خریدتا ہے۔ گویا وہ توحید کو اپنے اس سودے (جادو) کی قیمت کے طور پر ادا کر ڈالتا ہے۔ اسی لیے توحید سے محروم مشرک کی طرح جادوگر کے لیے بھی آخرت میں کچھ نہیں ہوگا۔ اہل کتاب کے جادو پر ایمان لانے کی بنا پر اس آیت میں ان کی مذمت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر کے ان پر ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ پس جادو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک کیا جاتا ہے۔

❸ (اخرجه الطبری فی التفسیر، برقم: 5834؛ (اخرجه ابن ابی حاتم فی التفسیر كما فی الدر المنثور : 2/22 ورواه البخاری فی الصحیح معلقا، فتح الباری: 317 /8))

❹ (صحیح البخاری، اوصایا، باب قوله تعالیٰ ﴿إن الذِین یأكلون أموال الیتامی ظلما﴾ح: 2766، 5764و صحیح مسلم، الایمان، باب الكبائر و اكبرها، ح:89)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو۔صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ﴿2﴾ جادو کرنا ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل کرنا

﴿4﴾ سود خوری ﴿5﴾ یتیموں کا مال کھانا ﴿6﴾ کفار سے مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔

﴿7﴾ پاک دامن اور عفت مآب اہل ایمان عورتوں پر تہمت طرازی''۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(حدُّ السَّاحِرِ ضرب بِالسيفِ)❷۔

''جادوگر کی حد (سزا) یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے''۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ روایت موقوف (صحابی کا قول) ہے''۔

صحیح بخاری میں حضرت بجالہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

((كَتَبَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ أَنِ اقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ وَّ سَاحِرَةٍ)) قَالَ: فَقَتَلْنَا ثَلَا ثَ سَوَاحِرَ.))❸

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو۔ آگے بجالہ فرماتے ہیں سو ہم نے تین جادو گرنیوں کو قتل کیا''۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے:

((أَنَّهَا أَمَرَتْ بِقَتْلِ جَارِيَةٍ لَّهَا سَحَرَتْهَا فَقُتِلَتْ))(الموطا للامام مالك، ح:46)

''بیشک آپ نے اپنی ایک لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس نے انہیں جادو کر دیا تھا''۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا تھا''۔

اسی قسم کا قول جندب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جادوگر کو قتل کرنا نبی کریم ﷺ کے تین صحابہ (جندب، عمر اور حفصہ) رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے''۔

---

❶ (صحیح البخاری، الوصایا، باب قوله تعالیٰ ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما﴾ح: 2766، 5764و صحیح مسلم، الایمان، باب الکبائر و اکبرها، ح:89)۔

❷ (جامع الترمذی، الحدود، باب حد الساحر، ح:1460)

❸ (صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة و الحرب، ح: 3156وسنن ابی داود، الخراج، باب في اخذ الجزية من المجوس، ح: 3043ومسند احمد:190 /1، 191واللفظ له)
جادوگر کسی بھی نوعیت کا ہو اس کی سزا قتل ہی ہے۔ درحقیقت یہ مرتد کی سزا ہے۔ چونکہ جادو میں شرک لازمی طور پر پایا جاتا ہے اور شرک کا ارتکاب کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور اس کا خون اور مال حلال ہو جاتے ہیں [اس کی عزت وعصمت اور حرمت وحفاظت باقی نہیں رہتی] اس لیے جادوگر کی یہ سزا اس کے مشرک اور مرتد ہونے کی بنا پر ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل:

1۔اس باب میں سورہ بقرہ کی آیت 102 کی تفسیر ہے[جس میں جادوگروں کا انجام بیان کیا گیا ہے]۔

2۔سورہ نسا کی آیت 51 کی تفسیر بھی ہوئی۔[جس میں بیان ہے کہ یہود، جادو اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں]۔

3۔جبت اور طاغوت کے معانی اور ان کے مابین فرق بھی واضح ہوا۔

4۔طاغوت، کبھی جن بھی ہوتے ہیں اور کبھی انسان بھی۔

5۔مذکورہ حدیث سے ان سات کاموں کا بھی علم ہوا جو انتہائی مہلک اور خاص طور پر ممنوع ہیں۔

6۔یہ کہ بیشک جادوگر کافر ہے۔

7۔جادوگر کو فوراً قتل کر دیا جائے اور اسے توبہ اور رجوع کی مہلت بھی نہ دی جائے۔

8۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جادوگر موجود تھے تو اس سے بعد کے ادوار میں کیا حال ہوگا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:بیان شئ من انواع السحر

باب: جادو کی چند اقسام کا بیان ❶

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا مخارق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ الْعِيَافَةَ وَ الطَّرْقَ وَ الطِّيَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ .))❷

''بیشک پرندوں کواڑانا، زمین پر خطوط کھینچنا اور کسی کو دیکھ کر فال بد لینا، سب جادو کی اقسام ہیں''۔

پرندوں کواڑا کر فال لینا، زمین پر لکیریں کھینچنا (علم رمل) اور کسی چیز کو دیکھ کر بدفالی بدشگونی لینا، یہ سب جادو کی اقسام ہیں۔

عوف فرماتے ہیں :العِیافه: سے مراد ہے پرندے اڑا کر فال لینا۔

و الطرق : سے زمین پر لکیریں کھینچنا مراد ہے۔[یہ علم آج کل علم رمل کہلاتا ہے]۔

---

❶ لغوی طور پر جادو لفظ عام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسی چیزوں کو بھی جادو ہی کہا ہے جو نہ حقیقی جادو ہیں اور نہ ہی ان پر جادو والے حکم کا اطلاق ہوتا ہے۔اس کے درجات مختلف ہیں۔جادو کی ان اقسام میں فرق جاننا انتہائی ضروری ہے۔اسی تفریق کے لیے مصنف نے یہ باب قائم کیا ہے۔
جادوگر جب کسی شخص کو نشانہ بنانا چاہے تو دھاگہ لے کر اسے گرہ دیتے جاتے ہیں اور ہر گرہ پر کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونک مارتے جاتے ہیں۔جس سے وہ اپنے اس قبیح عمل میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کے اس گرہ دینے کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے۔
چغلی کو جادو اس لئے کہا گیا ہے کہ چغل خور بھی جادوگر کی طرح اپنی باتوں اور عمل سے مکر و حیلہ کر کے دوسرے کو اسی طرح اذیت اور تکلیف پہنچانا چاہتا ہے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ چغلی انتہائی اذیت رساں فعل ہے۔بعض اوقات چغلی جادو سے بھی زیادہ سنگین اور اذیت رساں ثابت ہوتی ہے۔البتہ جادوگر کو جادو کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا۔کیونکہ یہ خاص فعل ہے۔لیکن چغل خور کو اس معنی میں جادوگر نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی کافر قرار دیا جائے گا۔کیونکہ اس کے لئے وہی حکم لگایا جائے گا جو کہ اس عمل یا اس کے اثر کے مطابق ہوگا۔علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غیبت اور چغلی کی حرمت پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے البتہ خیر خواہی کے لئے غیبت جائز ہے۔اور ان کے کبائر میں سے ہونے پر بھی حجت اور دلیل پائی گئی ہے''۔
فصاحت و بلاغت: صعصعہ بن صوحان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔''اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کیونکہ بعض اوقات مدعا علیہ اصل حق دار کی نسبت تیز کلام اور چرب زبان ہونے کی وجہ سے، سامعین کو مسحور اور قائل کر کے دوسرے کا حق چھین لیتا ہے''۔
ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض اہل علم نے اس بنا پر فصاحت کی مذمت کی ہے کیونکہ یہ جادو کی ایک قسم ہے اور جادو بذات خود مذموم ہے''۔اکثر اہل علم اور اہل ادب کی ایک جماعت نے فصاحت کی تاویل مدح سے کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بیان کی تعریف فرمائی ہے۔ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک سائل آیا اور اس نے اپنے سوال کو انتہائی فصاحت و بلاغت سے پیش کیا؛ تو آپ نے فرمایا: ''واللہ یہ جادو ہے۔لیکن حلال ہے''۔
بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فصاحت و بلاغت میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے۔

❷ (سنن أبی داود، الکهان والتطیر، باب فی الخط وزجر الطیر، ح:3907)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الجبت :حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : شیطانی آہ وبکا اور چیخ پکار جبت ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ النُّجُوْمِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ .)) ❶

''جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا، اس نے اسی قدر جادو سیکھا۔ جو جتنا زیادہ سیکھتا جائے، اس کی وجہ سے گناہ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا''۔

سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:

((مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيْهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ وَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ .)) ❷۔

''جس نے گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری، تحقیق اس نے جادو کیا۔ اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اور جو کوئی (اپنے گلے، ہاتھ، بازو وغیرہ پر) کوئی چیز (باندھے یا) لٹکائے تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے''۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلا هَلْ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيْمَةُ . اَلْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ .)) ❸۔

''کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ جادو کیا ہے؟ (پھر فرمایا): وہ چغلی ہے''یعنی لوگوں کے درمیان فتنہ کی باتیں کرنا''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا)) ❹۔

''بیشک کسی کسی کے بیان کرنے میں بھی جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے''۔

اس باب کے مسائل

1۔اس باب سے معلوم ہوا کہ العِيافة ، الطرق اور الطِيرة سب جادو کی اقسام ہیں۔

2۔العِيافة ، اور الطرق کا معنی ومفہوم بھی خوب واضح ہوا۔

3۔علم نجوم جادو ہی کی ایک صورت ہے۔

4۔گرہ لگانا اور پھونک مارنا بھی جادو کی ایک شکلیں ہیں۔

5۔چغلی بھی جادو کی ایک صورت ہے۔

---

❶ (سنن ابی داود، الکهان و الطیر، باب فی النجوم، ح:3905)

❷ [سنن النسائی، تحریم الدم، باب الحکم فی السحر، ح:3084)]

❸ (صحیح مسلم، البر والصل ولادب، باب تحریم النمیم ح: 2606و مسند احمد، 1/ 437)

❹ [صحیح البخاری، النکاح، باب الخطب، ح:5146، مسند احمد: 2/ 16)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6۔بعض لوگوں کا فصیح و بلیغ کلام، بسا اوقات جادو کی سی تاثیر رکھتا ہے۔

ان دو ابواب کی شرح:

جادو کو توحید کے ابواب میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جادو کی بہت ساری اقسام کا شرک اور شیطانی ارواح کے توسل کے بغیر جادو کے مقاصد میں کارگر ہونا ممکن نہیں۔پس انسان کے ہاں توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ جادو کو بالکل ہی ترک نہ کر دے؛خواہ وہ جادو تھوڑا ہو یا زیادہ۔

یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جادو کو شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔اس میں جادو دو طرح سے داخل ہوتا ہے:

اول: اس میں شیاطین سے کام لیا جاتا ہے؛ اور ان سے تعلق رکھا جاتا ہے۔اور بیشتر اوقات ان شیاطین کے پسندیدہ کام کرنے پڑتے ہیں تاکہ وہ اس کا مطلب پورا کرنے میں اس کی خدمت کریں۔

دوم: اس میں علم غیب جاننے کا دعوی کیا جاتا ہے؛ جو کہ درحقیقت علم میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشارکت کا دعوی ہے؛ اور پھر اس علم تک رسائی کے لیے ایسے راستے اپنائے جاتے ہیں۔اور ایسا کرنا کفر و شرک کی ایک شاخ ہے۔

نیز جادو میں کئی حرام کام کئے جاتے ہیں۔اور نازیبا و ناشائستہ حرکتیں کی جاتی ہیں؛ جیسے منتر وغیرہ کر کے دو محبت کرنے والوں میں جدائی ڈالنا؛ دلوں پر اثر انداز ہونا؛ محبت اور میلان پیدا کرنا؛ اور عقول و سمجھ میں تبدیلی لانا۔یہ سب سے بڑا حرام کام ہے۔اور ایسا کرنا شرک اور اس کے وسائل میں سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ جادوگر کے اتنے بڑے فساد اور خرابی اور ضرر رسانی کی وجہ سے اس کی متعین سزا قتل کر دینا ہے۔

اور جادو کی ہی اقسام میں سے ایک قسم؛ بہت زیادہ لوگ جس کا شکار ہیں؛ وہ چغل خوری ہے۔کیونکہ چغل خوری بھی لوگوں کے مابین جدائی اور نفرت ڈالنے کے کام میں جادو کی ہم پلہ ہے۔اس سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں تغیر واقع ہوتا ہے اور شر و فساد کے بیج بوئے جاتے ہیں۔

پس جادو کی کئی انواع و اقسام ہیں؛ جن میں سے کچھ اقسام انتہائی زیادہ قبیح اور گری ہوئی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ماجاء فی الکُہّان و نحوھم

باب: کاہنوں اور دیگر لوگوں کا بیان ❀

[اس باب میں کہانت اور غیب دانی کے بارے میں احکام شریعت کے وضاحت کی گئی ہے]

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات سے مروی ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ أَرْبَعِیْنَ یَوْمًا .)) ❶

''جو شخص کسی نجومی کے پاس گیا؛ اور اس سے کسی چیز کا پوچھا اور اس کی بات کی تصدیق بھی کی تو اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہوگی''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من أتی کاهِنا فصدقه بِما یقول فقد کفر بِما أُنزِلَ علی محمد ﷺ .)) ❷

''جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا؛ اور اس کی باتوں کی تصدیق کی ؛ تو یقیناً اس نے اس کا کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا''۔[اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے]

سنن اربعہ اور مستدرک حاکم میں روایت ہے: جسے امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح کہا ہے؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❀ کہانت یعنی غیب کی خبریں جاننے کا دعوی کرنا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دینا توحید کے منافی ہے۔ کاہن درحقیقت مشرک ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جنات کی عبادت کر کے، ان کا تقرب اور خوشنودی حاصل کر کے ان کی خدمات حاصل کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اسے بعض پوشیدہ اور مخفی باتیں بتا جاتے ہیں۔قبل از اسلام بنیادی طور پر کاہن وہ ہوتے تھے جن کے متعلق لوگوں کا اعتقاد ہوتا کہ وہ نیک اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اور مستقبل میں، زمین پر یا کسی کے ساتھ جو امور پیش آنے والے ہیں وہ ان سے واقف ہیں۔ اس لیے لوگ ان کاہنوں سے ڈر کر ان کی خوب تعظیم کیا کرتے تھے۔

❶ (صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الکهان و اتیان الکهان، ح: 2230دون قوله فصدقه فهو عند احمد فی المسند: 68 /3، 380 /5)۔

نماز کی عدم مقبولیت کا مفہوم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجومیوں سے احوال دریافت کرنا اور ان کی باتوں کو سچ جاننا اتنا بڑا جرم ہے کہ چالیس دن تک ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ یعنی وہ نماز ادا کرے تو اس کی طرف سے ادا تو ہو جائے گی؛ اور اس پر ان نمازوں کی قضا بھی واجب نہیں گی؛ مگر اسے اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ نجومی سے احوال دریافت کرنے کا گناہ چالیس دنوں کی نمازوں کے ثواب کے برابر ہے اور یہ گناہ اس ثواب کو مٹا ڈالتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نجومی سے احوال دریافت کرنے والا اس کی باتوں کی تصدیق کرے یا نہ کرے، وہ بہرصورت گناہ گار ہے۔

❷ (سنن ابی داود، الکهان والتطهیر، باب فی الکهان، ح:3904)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((من أتى عرافاً كاهناً فصدقه بما يقول فقد كفر بما أُنزِلَ على محمد ﷺ .)) ❶

''جس نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے''۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَلَهُ أَوتَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ ؛ أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَلَهُ وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ .)) ❷

''جو شخص خود فال نکالے یا اس کے لئے فال نکالی جائے یا خود کاہن بنے یا اس کے لئے کاہن تجویز کرے یا جو شخص خود جادوگر ہو یا اس کے لئے جادو کیا جائے؛ وہ ہم میں سے نہیں۔ اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے شریعت محمدیہ سے کفر کا ارتکاب کیا'' ❸۔

اس حدیث کو بزار نے بسند جید روایت کیا ہے۔ جبکہ یہی حدیث، امام الطبرانی نے المعجم الاوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں من اتی کاھنا سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْعَرَّافُ الَّذِي يَدَّعِي مَعْرِفَةَ الْأُمُوْرِ بِمُقَدَّمَاتٍ يُّسْتَدَلَّ بِهَا عَلَى الْمَسْرُوْقِ وَمَكَانَ الضَّالَّةَ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ .))

''عراف وہ ہے جو علامات کی روشنی میں چوری شدہ یا گم شدہ چیز کی نشان دہی یا اسی طرح کے دوسرے امور کی معرفت کا دعوی کرے''۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں: ''عراف اور کاہن ایک ہی ہوتا ہے یعنی وہ شخص جو مستقبل میں رونما ہونے والے امور کی خبر دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ: ''جو دل کی بات بتائے وہ کاہن کہلاتا ہے''۔

ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عراف ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق کاہن، نجومی، رمال [لیکریں کھینچنے والے] اور اس قسم کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے۔ جو اپنے اپنے طریقوں سے بعض امور و واقعات کی خبر دیتے ہیں'' ❹۔

---

❶ (مسند احمد: 429 /2، و المستدرك للحاكم: 8 /1و سنن الكبرى للبيهقي:135 /8)

❷ (مسند البزار، ح: 3044؛ سند جيد؛ و مجمع الزوائد، الطب، باب في السحر و الكهان ...، ح:8480)

❸ مذکورہ تمام اعمال حرام ہیں اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ اعمال کبیرہ گناہوں میں ہیں۔ کاہن کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کے متعلق نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ''اس نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا''۔ کیونکہ کاہن کی تصدیق کرنے سے شرک اکبر میں اس کا تعاون پایا جاتا ہے۔ یہ تو اس شخص کے بارے میں وعید ہے جو کاہن کے پاس جا کر اس سے کچھ دریافت کرے۔ رہا خود کاہن؛ تو اس کے متعلق ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ شرک اکبر کا مرتکب ہوتا ہے۔

❹ فتاوی ابن تیمیہ: 173/35 کاہن بات کرتے اور بتاتے وقت یوں اظہار کرتا ہے گویا وہ یہ باتیں اپنے علم کی بنیاد پر کہہ رہا ہے۔ اس سے سامع دھوکا کھا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اسے یہ علم جنات سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر کمزور عقیدہ کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کاہنوں کے پاس خصوصی علم اور فن ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ اس لیے وہ مستقبل کے احوال سے واقف ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((فِيْ قَوْمٍ يَكْتُبُوْنَ أَبَاجَادٍ وَ يَنْظُرُوْنَ فِي النُّجُوْمِ مَآ أَرٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ خَلَاقٍ))

''جو لوگ حروف ابجد لکھ کر حساب کرتے اور نجوم (ستاروں) سے رہنمائی لیتے ہیں میرے خیال میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں کچھ حصہ نہیں''۔

اس باب کے مسائل

1۔ یہ معلوم ہوا کہ قرآن پر ایمان اور کاہنوں کی تصدیق یہ دونوں باہم متضاد ہیں، اس لیے یہ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

2۔ یہ صراحت بھی ہے کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

3۔ کہانت کروانے والے کا بیان۔

4۔ فال نکلوانے والے کا بیان۔

5۔ اور جادو کروانے والے کا حکم بھی معلوم ہو گیا [کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں]۔

6۔ علم ابجد کی مذمت بھی بیان ہوئی ہے۔

7۔ کاہن اور عراف کے مابین فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس باب کی شرح:

باب: کاہنوں اور دیگر لوگوں کا بیان

کاہن وہ ہے جو کسی بھی طرح سے علم غیب جاننے کا دعوی کرتا ہو۔ اس لیے کہ غیب کا علم جاننے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس علم میں شریک ہونے کا دعوی کرے؛ خواہ وہ کہانت سے ہو؛ یا ہاتھ کی لکیریں وغیرہ دیکھ کر؛ یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے؛ یا جو کوئی ایسے کسی دعوی کی تصدیق کرے؛ تو یقیناً وہ اس چیز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا خاص حق ہے۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جھٹلاتا ہے۔

اور بہت سارے وہ کاہن جن کا تعلق اور رابطہ شیاطین سے ہوتا ہے؛ ان کی حرکات کسی بھی طرح شرک سے خالی نہیں ہوتی۔ وہ ان واسطوں کی قربت حاصل کرتے ہیں جن سے وہ علم غیب کے دعوی کو سچ ثابت کرنے کے لیے مدد حاصل کر سکیں۔ پس یہ کام ایک تو اس اعتبار سے شرک ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص علم میں اس کا شریک ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے۔ اور دوسرا اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کی قربت حاصل کی جاتی ہے۔

اس میں درحقیقت شارع علیہ السلام نے مخلوق کو ان خرافات سے دور رکھا ہے جن کی وجہ سے عقول میں اور ادیان میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ماجآء فی النشرة

باب: جادو سے جادو کے علاج کی ممانعت ❶

[اس باب میں جادو وغیرہ اور جنوں کو نکالنے کے علاج کے متعلق امور کا ذکر کیا گیا ہے۔]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ آپ فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ النُّشْرَةِ ؟ فَقَالَ:((هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۔)) ❷

''بیشک رسول اکرم ﷺ سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطانی عمل ہے''۔

اور امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((سُئِلَ أَحْمَدُ عَنْهَا فَقَالَ: ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَكْرَهُ هٰذَا كُلَّهُ .))

''امام احمد رحمہ اللہ سے یہی مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کاموں کو ناجائز کہتے تھے'' ❸۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

((قلت لابن المُسَيِّب : رَجُلٌ بِهٖ طِبٌّ أَو يُؤَخَّذُ عَنْ إِمْرَأَتِهٖ؛ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ ؟ قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ إِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهِ الْإِ صْلَاحَ فَأَمَّامَ يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ)) ❹

''میں نے ابن مسیّب رحمہ اللہ سے دریافت کیا: اگر کسی پر جادو کا اثر ہو یا کوئی ایسا ٹونا جس کے سبب وہ اپنی بیوی کے

---

❶ جس شخص پر جادو کا اثر ہو، اس کا علاج کرنے کو النشرہ یعنی جادو اتارنا کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: جائز اور ناجائز۔
اگر مریض کے کسی عضو پر جادو کا اثر ہو، اور اس کا علاج قرآن کریم، ادعیہ مسنونہ، اور اطباء کی دواؤں سے کیا جائے تو یہ جائز ہے۔
نشرہ ممنوعہ: یعنی جادو کے ذریعہ جادو کا علاج کیا جائے اور اس کا اثر زائل کیا جائے۔
ظاہر ہے کہ علاج کرنے والا بھی جادوگر ہی ہوگا جو اس سلسلہ میں جنات کی طرف رجوع کریگا، ان سے مدد مانگے گا اور فریاد کرے گا کہ وہ جادو کرنے والے جنات کے جادو کا اثر ختم کریں لہذا یہ شرک ہے۔
حدیث ہے: [لا يحل السِحر لا ساحِر] کہ جادو کو [غیر شرعی طریقہ سے] جادوگر ہی زائل کرسکتا ہے۔

❷ (مسند احمد بسند جيد: 293 /3وسنن ابى داود ، الطب ، باب فى النشر ، ح:3868)

❸ قرآنی تعویذات کے ذریعہ جادو کا علاج کرنے کو بھی انہوں نے ناجائز کہا ہے۔ لیکن اگر گلے میں تعویذات لٹکائے بغیر محض آیات وادعیہ پڑھ کر اور پھونکنے سے علاج کیا جائے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمہ اللہ اسے جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے یہ دم کیا اور اس کی اجازت بھی دی ہے۔

❹ صحيح بخارى ، الطب ، باب هل يستخرج السحر ، ح 49تعليقا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قریب نہ آ سکتا ہو تو کیا اس کا توڑ کرنا یا اس کو ختم کرنے کے لیے کلام استعمال کرنا درست ہے؟
تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے پڑھنے والے کا مقصود اصلاح ہے، نفع مند اور مفید شے کے استعمال کی ممانعت نہیں''۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((لَا يَحُلُّ السِّحْرَ إِلَّا سَاحِرٌ)) ❶۔

''جادوگر ہی جادو کو (غیر شرعی طریقے سے) زائل کرسکتا ہے''۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أَلنُّشْرَةُ حَلُّ السِّحْرِ عَنِ الْمَسْحُوْرِ وَهِيَ نَوْعَانِ؛ احدهما: حَل بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ وَ هُوَ الَّذِيْ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ وَ عَلَيْهِ يُحْمَلُ قَوْلُ الْحَسَنِ . فَيَتَقَرَّبُ النَّاشِرُ وَالْمُنْتَشِرُ إِلَى الشَّيْطٰنِ بِمَا يُحِبُّ فَيُبْطِلُ عَمَلَهٗ عَنِ الْمَسْحُوْرِ . والثاني: أَلنُّشْرَةُ بِا لرُّقْيَةِ وَ التَّعَوُّذَاتِ وَ الْأَدْوِيَةِ وَ الدَّعْوَاتِ الْمُبَاحَةِ فَهٰذَا جَائِزٌ .))[زاد المعاد 124/4]

''سحر زدہ سے جادو کو زائل کرنا نشرہ کہلاتا ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو یہ ہے کہ جادو کو جادو کے ذریعہ زائل کیا جائے۔ یہ ناجائز اور شیطانی عمل ہے۔اس صورت میں جادو کرنے کے لیے اس کے پسندیدہ کام کرتے ہیں اور وہ ایسے امور بجالاتے ہیں کہ شیطان خوش ہو کر سحر زدہ سے اپنا اثر ہٹا لیتا ہے۔حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دم، تعوذات، ادویات اور جائز و مباح ادعیہ سے اس کا علاج کیا جائے؛ یہ بلاشبہ جائز ہے''۔

اس باب کے مسائل

1۔اس باب سے ثابت ہوا کہ جادو کے ذریعے جادو کا علاج کرنا منع ہے۔
2۔اس باب میں وضاحت کے ساتھ جائز اور ناجائز علاج کا بیان کیا گیا ہے جس سے تمام اشکالات اور شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

اس باب کی شرح:

نشرہ کا مطلب ہے: جادو زدہ انسان سے جادو کے اثرات کا توڑ کروانا۔ اس سلسلہ میں مصنف رحمہ اللہ نے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا تفصیلی کلام نقل کیا ہے۔اس میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ابن قیم کا بیان اس سلسلہ میں کافی ہے۔

❶ خلاصہ یہ کہ جادو، شرک کے ذریعے مؤثر ہوتا ہے اور اسی طریقے سے زائل بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جادو کا علاج جادو کے ذریعے کرنے کی قطعا اجازت نہیں۔البتہ جائز شرعی دم کے ذریعے جادو کا اثر ختم کیا جا سکتا ہے۔
جادو کا اثر ختم کرنے کا ایک آسان طریقہ: وہب بن منبہ کی کتاب میں ہے کہ ''بیری کے سات سبز اور تازہ پتے لے کر ان کو دو پتھروں میں پیس کر پانی میں ڈال دو اور اس پانی پر آیۃ الکرسی، چاروں قل پڑھ کر دم کر دو۔اور پھر بیمار کو تین گھونٹ پلا دو اور باقی پانی سے وہ غسل کر لے۔ یہ نسخہ بیمار کے لئے تیر بہدف ثابت ہوگا، خصوصاً جس جادو کے ذریعے مرد کو بیوی کے ساتھ مجامعت سے دور کر دیا گیا ہو''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب: مَا جَآءَ فِي التَّطَيُّرِ

باب: بدفالی کے بیان میں

[اس باب میں شگون اور فال کے بارے میں شریعت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور اس کو کسی قطعی فیصلے پر پہنچنے کا ذریعہ قرار دینے سے روکا گیا ہے ❶]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔﴾[الاعراف 131]

''خبردار! ان کی بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں مقدر ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ [یس 19]

''وہ بولے: تمہاری نحوست تمہارے ہی ساتھ ہے۔ کیا تمہیں نصیحت کی گئی ہے؟ بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کر چکے ہو''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا عدوة ولا طِيرة، ولا هام ولا صفر.)) ❷۔

''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدفالی اور بدشگونی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ نہ الو کا بولنا (کوئی برا اثر رکھتا) ہے اور نہ ہی ماہ صفر (منحوس) ہے''۔

صحیح مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے: ''ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بھی بے اصل ہے اور بھوتوں کا بھی کوئی وجود نہیں''۔

---

❶ کسی جانو یا پرندے یا اس کی کسی حرکت کو دیکھ کر اپنی کامیابی یا ناکامی پر بدفالی اور بدشگونی لینا یہ بھی توحید کے منافی اور شرک ہے۔ انہیں کوئی فائدہ یا نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر ہے۔ کوئی چیز ان کے لیے برا یا نیک شگون نہیں رکھتی۔ جانوروں سے بدفالی اور بدشگونی لینا انبیا و رسل کے دشمن مشرکین کی مذموم عادت ہے۔ اہل ایمان اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

❷ (صحيح البخاري، الطب، باب لاهام، ح: 5757و صحيح مسلم، السلام، باب لا عدوى ولا طير ولا هام ولا صفر، ولا نو ولا غول، ح:2220)

کوئی بیماری از خود متعدی نہیں ہوتی بلکہ اگر کسی بیماری کا اثر دوسرے تک پہنچتا ہے تو محض اللہ عزوجل کے اذن اور حکم ہی سے۔ دور جاہلیت میں لوگوں کا یہی اعتقاد تھا کہ بیماری طبعی طور پر خود اثر انداز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتقاد کو باطل قرار دیا۔ اسی طرح بدفالی اور بدشگونی کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ ایک دلی وہم ہوتا ہے ورنہ اللہ کی قضا اور تقدیر میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا عَدْوٰی وَ لَا طِیَرَةَ وَ یُعْجِبُنِی الْفَالُ .)) قَالُوْا: وَ مَا الْفَالُ؟ قَالَ:((اَلْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ .))❶۔

''کوئی بیماری متعدی نہیں۔ نہ بدفالی و بدشگونی کی کچھ حقیقت ہے البتہ مجھے فال پسند ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی :فال سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: عمدہ اور بہترین بات (سن کر حسن انجام کی امید رکھنا)''۔

سنن ابی داؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ آپ نے فرمایا:

((ذُکِرَتِ الطِّیَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:((أَحْسَنُهَا الْفَآلُ ؛ وَ لَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَاٰی أَحَدُکُمْ مَا یَکْرَهُ فَلْیَقُلْ :((اَللّٰهُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا أَنْتَ وَ لَا یَدْفَعُ السَّیِّاٰتِ إِلَّا أَنْتَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ .))❷۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدفالی اور بدشگونی ❸ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ان سب سے بہتر فال ہے اور یہ کسی مسلمان کو اس کے مقصود سے روک نہ دے۔ چنانچہ جب کوئی شخص ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے:

''یا اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائیاں لاسکتا ہے نہ کوئی برائیوں کو دور کرسکتا ہے۔ اور تیری توفیق کے بغیر ہم میں بھلائی کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت''۔

اور ابوداؤد میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلطِّیَرَةُ شِرْکٌ الطِّیَرَةُ شِرْکٌ وَمَا مِنَّا إِلَّا ..... . وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یُذْهِبُهٗ بِالتَّوَکُّلِ .))❹

''بدفالی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے (بتقاضائے بشریت) ایسا وہم نہ ہوتا ہو .....مگر اللہ رب العزت توکل کی وجہ سے اس کو رفع فرما دیتا ہے''۔

---

❶ (صحیح البخاری ، الطب ، باب لا عدوی ، ح: 5776و مسلم ، السلام ، باب الطیرة والفال ح:2224)
نیک شگونی میں اللہ تعالیٰ پر حسن ظن ہوتا ہے جبکہ بدفالی میں اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کی جاتی ہے۔ اس لیے فال یعنی نیک شگونی ممدوح ہے اور بدفالی مذموم۔

❷ (سنن ابی داود ، الکهان و التطیر ، باب فی الطیر ، ح:3919) .

❸ الطیرة [بدشگونی وبدفالی] لفظ عام ہے۔ اس لفظ میں وہ تمام اقوال اور اعمال شامل ہیں جن سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں بدشگونی کی ممانعت اور نیک فال کی طرف رہنمائی ہے۔ کیونکہ نیک فالی سے انسان کا دل فراخ رہتا اور شیطان کے وسوسے سے پیدا ہونے والی دلی تنگی دور ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان اپنے دل میں نیک فالی پیدا کرلیتا ہے تو پھر شیطان کے وسوسے اس کے دل پر کوئی اثر نہیں کرسکتے۔
حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فال کو اس لئے پسند فرمایا کہ نحوست بری چیز تھی، جس سے انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق بلاسبب بدگمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ البتہ نیک فال سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے؛ اس لئے انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھے''۔
مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو فالِ بد اپنے کام سے روک دے اس نے شرک کیا''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے مذکورہ بالا دعا سکھائی۔

❹ (سنن ابی داود ، الکهان والطیرة ، باب فی التطیر ، ح: 3910و جامع الترمذی ، السیر ، باب ما جا فی الطیرة ، ح: 1614)و صححه الترمذي۔ وجعل آخره من قول ابن مسعود۔
بدشگونی و بدفالی لینا شرک اصغر ہے۔ بسا اوقات ایک مسلمان و موحد آدمی کے دل میں بھی بدشگونی کا وسوسہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں۔ لیکن چونکہ بندہ مومن کا اللہ پر توکل اور بھروسہ ہوتا ہے اس لیے اسی توکل کی بنا پر اللہ عزوجل اس وسواس کو دور کردیتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مسند أحمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے کسی کام سے بدفالی کی بنا پر رکا اس نے شرک کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت کیا اس کا کفارہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اس کا کفارہ یہ دعا ہے:

(اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَ لَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ)(مسند احمد :220 /2)

''یا اللہ! تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں۔ اور تیرے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں''۔

اور مسند أحمد میں ہی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا اَمْضَاكَ اَوْ رَدَّكَ .))(مسند احمد : 213 /1)

''بدشگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرے یا اس سے روک دے''۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس باب میں سورہ الاعراف کی آیت ﴿ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ اور سورہ یس کی آیت: ﴿ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ﴾ کی تفسیر اور ان کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

2۔ اس میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے۔

3۔ اس میں بدفالی کی بھی نفی ہے۔

4۔ اور اُلو کی آواز سے بدفالی لینے کی بھی نفی ہے۔

5۔ اور ماہ صفر کی نحوست کے عقیدہ کی بھی نفی ہے۔

6۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ نیک فالی منع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

7۔ فال کے مفہوم کی بھی وضاحت ہوئی۔

8۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر بادل نخواستہ بدفالی کے وسوسے اور خیالات دل میں پیدا ہو جائیں تو وہ مضر نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں۔

9۔ جس شخص کے دل میں بدفالی کے وسوسے پیدا ہوں؛ وہ کون سی دعائیں پڑھ لیا کرے؛ [اس میں رہنمائی کی گئی ہے]۔

10۔ اس بات کی بھی صراحت ہوگئی کہ بدفالی لینا شرک ہے۔

11۔ نیز اس بحث سے مذموم بدفالی کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

باب: بدفالی کے بیان میں

بدفالی [التـــطیـــر] سے مراد ہے کہ مختلف پرندوں؛ اسماء؛ الفاظ اور مختلف جگہوں سے نحوست پکڑنا؛ بدشگونی لینا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدفالی لینے سے منع فرمایا ہے؛ اور بدفالی لینے والوں کی مذمت کی ہے۔ آپ ﷺ کو نیک فال پسند تھی؛ اور بدفالی کو ناپسند کرتے تھے۔

ان دونوں چیزوں میں فرق یہ ہے کہ: نیک فال سے انسان کے عقیدہ یا عقل میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس میں دل کا تعلق غیر اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں مصلحت ہوتی ہے۔ جس سے انسان میں نشاط اور چستی اور سرور آتا ہے؛ اور اپنے نفع بخش مطالب حاصل کرنے کے لیے نفوس کو تقویت ملتی ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ: ایک انسان سفر یا شادی کا؛ یا کسی دیگر معاملہ میں کسی اہم ترین حالت میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہے؛ پھر وہ کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جو کہ موجودہ حالات خوش کر دیتی ہے؛ یا پھر ایسی بات سنتا ہے جس سے وہ خوشی پاتا ہے؛ مثال کے طور پر وہ سنتا ہے کوئی پکارتا ہے: ایک کامیاب انسان؛ اے غنیمتوں کے سمیٹنے والے؛ اے صحیح سالم اور فتح یاب انسان۔ تو وہ اس سے وہ نیک فال لیتا ہے۔ اور اس کام کے آسانی سے ہو جانے میں اس کی طمع مزید بڑھ جاتی ہے جس کا وہ ارادہ کئے ہوئے ہے۔ تو یہ سارے کا ساری خیر و بھلائی ہے؛ اور اس کا ثمرہ بھی خیر و بھلائی ہوتا ہے؛ اس میں کوئی بات ممنوع نہیں ہے۔

اور بدگمانی یہ ہے کہ انسان کسی ایسے کام کے کرنے کا عزم کر لے جو اس کے لیے دین اور دنیا میں نفع بخش ہو؛ پھر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے؛ یا کوئی ایسی بات سنے جو اس کے دل میں ناپسندیدہ ہو؛ اور وہ دل میں اپنے اثرات چھوڑ جائے؛ یہ اثرات ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک ہے۔ وہ دو اثرات یہ ہیں:

اول: یہ کہ اس ناپسندیدگی پر؛ دل کی بات مان کر وہ کام ترک کر دے جس کا وہ پختہ عزم کر چکا تھا؛ یا پھر اس کے برعکس معاملہ ہو جائے۔ وہ اس سے بدفالی لیکر اس کام سے الٹے پاؤں پھر جائے جس کا وہ عزم کئے ہوئے تھا۔ تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں؛ اس میں اس کا دل انتہائی درجہ تک اس مکروہ چیز کے ساتھ معلق ہے؛ اور اسی پر وہ عمل کر رہا ہے۔ اور اس مکروہ چیز نے اس کے عزم و ارادہ اور عمل میں اپنا تصرف کر دکھایا ہے؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صورت اس کے ایمان پر اثر انداز ہوتی ہے؛ اور اس کی توحید اور توکل میں خلل ڈالتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد نہ پوچھیں کہ اس کردار کی وجہ سے اس کے دل میں کتنا خوف اور کمزوری اور مخلوق سے؛ اور ان وسائل اور اسباب سے تعلق پیدا ہو گا جو کہ اصل میں اسباب نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے دلی تعلق میں توڑ اور کمزوری پیدا ہو گی۔ اس کی اصل وجہ توحید اور توکل میں کمزوری اور شرک کی راہوں اور وسائل کا وجود ہے اور ان خرافات کی دخل اندازی ہے جن کی وجہ سے عقل میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

دوم: وہ اس خیال [فال/ داعی] کی بات کو نظر انداز کر دے؛ مگر پھر بھی اس کی وجہ سے اس کے دل میں غم و ملال اور افسوس پیدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ یہ اگرچہ پہلے کام کی نسبت کم درجہ کا ہے؛ لیکن اس کا برائی اور نقصان کے اثرات انسان پر پائے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے دل میں کمزوری پیدا ہوتی ہے اور توکل میں کمی آتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے پرندوں سے فال پکڑنے/ بدشگونی لینے سے کیوں منع فرمایا؟؛ اور اس عمل کی مذمت کیوں کی؟۔ اور یہ عمل کیوں اور کیسے توحید اور توکل کے منافی ہے؟۔

جس کسی کے دل میں کوئی ایسا خیال آئے؛ اور اسے یہ خوف محسوس ہو کہ کہیں طبیعت بشری کے تقاضے اس پر غالب نہ آ جائیں؛ تو اس انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے؛ اور اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے؛ اور کسی طرح بھی اس کی طرف مائل ہونے کے لیے اپنے دل میں کمزوری نہ آنے دے؛ تا کہ اس کی برائی کو اس سے دور کیا جا سکے [1]۔

---

[1] ابو السعادات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''فال خوشی، اور تکلیف دونوں حالتوں پر بولا جاتا ہے۔ البتہ طیرۃ تکلیف دہ حالت کے لئے خاص ہے۔ بعض اوقات خوشی کی حالت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فال کو اس لئے پسند فرمایا ہے کہ جب لوگ اللہ کی طرف سے کسی فائدہ کی اُمید کریں گے اور کسی اچھے نتیجے کی توقع رکھیں گے تو ان کے حصول کے لئے خواہ سبب ہلکا پھلکا ہو یا بہت بڑا دونوں صورتوں میں خیر ہی ہوگی۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمیدیں اور آرزوئیں ختم کر لیں گے تو سوائے مصائب کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن تطیر یعنی بدشگونی میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے بدگمانی اور مصائب کی توقع کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ تفاؤل کی صورت یہ ہے کہ جب مریض کسی کو یہ کہتا ہوا سنے کہ یا سالم! تو مریض کے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اب میں بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ یا کوئی شخص اپنی کسی گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہو اور وہ کسی کو یہ کہتا ہوا سنے کہ یا واجد! تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ میری چیز مجھے ضرور مل جائے گی۔ مندرجہ ذیل حدیث اس کی تائید کرتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ فال کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی بات کو فال کہتے ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مجھے فال بہت اچھی لگتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ فال اور چیز ہے اور طیرہ جس کی ممانعت کی گئی ہے، اور چیز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: ماجاء فِي التَّنْجِيْم

باب: علم نجوم کے بیان میں

[اس باب میں علم نجوم کے بارے میں شرعی احکام کی وضاحت کی گئی ہے ❶]۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

((خَلَقَ اللّٰهُ هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ زِيْنَةً لِّلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ عَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا غَيْرَ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَ أَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَ كَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ .))❷

اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین چیزوں کے لئے پیدا فرمایا ہے:

1) آسمان کی زینت کے لیے، 2) شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لیے،

3) بحر و بر میں راہ معلوم کرنے کے لیے۔ جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اس نے غلطی کی اور ہر قسم کی بھلائی سے خود کو محروم کر لیا۔ اور اس نے ایسے امر کا تکلف کیا جس کا اسے کچھ علم نہیں''۔

حرب رحمہ اللہ کا بیان ہے: حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے منازل قمر کا علم سیکھنے کو مکروہ اور ناپسند گردانا ہے۔ اور ابن عیینہ رحمہ اللہ نے بھی اس علم کے حصول کی اجازت نہیں دی۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ نے اس علم کے حصول کی اجازت دی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاث لا يدخلون الجنة: مدمن خمر ، وقاطع الرحم ، ومصدق بالسحر.))❸۔

---

❶ علم نجوم کی تین قسمیں ہیں: (الف) یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ستارے از خود مؤثر ہوتے ہیں اور ان کے اثر سے زمینی حوادث رونما ہوتے ہیں۔ ایسا سمجھنا ان کی عبادت کے مترادف ہے۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ ایسا عقیدہ کفر اور قوم ابراہیم کے شرک جیسا بڑا شرک ہے۔
(ب) علم نجوم کی دوسری قسم کا تعلق علم تاثیر سے ہے یعنی ان کی حرکات، ایک دوسرے سے ان کے قرب و بعد یا ان کے طلوع و غروب سے زمینی حوادث پر استدلال کرنا۔ یہ کہانت یعنی غیب کی خبریں دینے کی مانند ہے۔ ایسا کرنے والے کو نجومی کہا جاتا ہے۔ نجومیوں کو یہ باتیں شیاطین بتا جاتے ہیں۔ یہ قسم بھی حرام، کبیرہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر ہے۔ (ج) علم نجوم کی تیسری قسم جسے علم تسییر کہا جاتا ہے، اس میں ستاروں کی رفتار و حرکات سے قبلہ اور اوقات یا موسموں وغیرہ کا تعین کیا جاتا ہے، بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے۔

❷ صحيح بخاری ، بدء الخلق ، باب فی النجوم۔

❸ (مسند احمد: 399 /3 وموارد الظمان الی زوائد ابن حبان ، ح:1381)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

1) عادی شراب خور 2) قطع رحمی کرنے والا 3) اور جادو کر برحق ماننے والا''۔

اس باب کے مسائل

1۔ستاروں کو تخلیق فرمانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم ہوئی۔

2۔ان لوگوں پر رد ہے جو ان ستاروں سے کوئی اور دیگر علم اخذ کرتے ہیں [1]۔

3۔علم منازل قمر کے بارے میں اہل علم کی آرا مختلف ہیں۔

3۔مذکور حدیث میں جادو کی تصدیق کرنے پر وعید بھی بیان ہوئی ہے؛ اگرچہ وہ اس کے باطل ہونے کو جانتا بھی ہو۔

---

[1] جو لوگ ستاروں کی رفتار و حرکات، ان کے ایک دوسرے سے قریب ہونے یا دور ہونے، یا ان کے طلوع و غروب سے، محض وقت اور زمانہ کا تعین کرتے ہیں۔ وہ ستاروں کی ان حرکات کو کسی کام کے لیے سبب اور اثر قرار نہیں دیتے۔ محض اتنی سی بات کرنے اور اسی مقصد کے لیے ستاروں کا علم حاصل کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کی اجازت ہے''۔

آج کل اخبارات و رسائل اور جرائد میں ستارے کیا کہتے ہیں؟ کے عنوان سے عموماً مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ ان امور کی حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ ستاروں اور برجوں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا یہی تو کہانت ہے۔ ہر علاقہ/ اور ہر دور میں اور ہر سطح پر اس کی تردید اور مذمت کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے رسائل گھروں میں نہ لائے جائیں، نہ خود پڑھے جائیں نہ کسی کو دیئے جائیں کیونکہ ان ستاروں اور برجوں کا علم حاصل کرنا، اپنی ولادت کے برج کو جاننا اور اپنے موافق ستارے کی معلومات رکھنا، اس کے متعلق تحریرات پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے کسی نجومی کے پاس جا کر اس سے احوال دریافت کیے جائیں۔ ایسی باتوں کو پڑھ کر ان کو درست سمجھنا اور ان کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ والعیاذ باللہ:

وہ علم نجوم جس سے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد زوالِ شمس، اور جہتِ قبلہ وغیرہ معلوم کی جاتی ہے اُس کا حاصل کرنا ممنوع نہیں کیونکہ یہ اس سے زیادہ نہیں کہ اس سے پتا چل جاتا ہے کہ جب تک سایہ کم ہوتا رہے گا تو سورج مشرقی کنارہ سے وسط آسمان کی طرف بڑھتا جائے گا اور جب سایہ زیادہ ہونے لگے گا تو وسط آسمان سے سورج مغربی کنارہ کی طرف گرنا شروع ہو جائے گا اور یہ ایک صحیح علم ہے جس کا ادراک مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس فن کے جاننے والوں نے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں جن کی وجہ سے آدمی سورج کی رفتار کا ہر وقت معائنہ کرنے کا محتاج نہیں رہا (مثلاً گھڑیاں وغیرہ)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابُ:مَاجَآءَ فِی الْإِسْتِسْقَاءِ بِالْأَنْوَاءِ

باب: ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کے عقیدہ کا بیان [1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾(سورۃ الواقعہ)

''اور اس نعمت میں اپنا حصہ تم نے یہ رکھا ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو''۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ فِیْ أُمَّتِیْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ : اَلْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ وَ الطَّعْنُ فِی الْأَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَآءُ بِالنُّجُوْمِ وَ النِّيَاحَةُ .))

وَقَالَ : ((أَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ .)) [2]

''جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنہیں میری امت کے لوگ ترک نہیں کریں گے:

---

[1] اس باب میں بارش کو ستاروں کی مختلف منزلوں کی طرف منسوب کرنے پر وعید کی گئی ہے؛ کیونکہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا خلافِ شرع ہے۔ چاند کی مختلف منزلوں کو انواء کہتے ہیں۔ ابوالسعادات رحمہ اللہ نہایۃ میں فرماتے ہیں کہ: ''چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور وہ ہر رات اپنے لئے ان منزلوں میں سے ایک منزل تبدیل کرتا ہے''۔ چاند کی مختلف منزلوں کو قرآن کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے جیسے فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴾[یس] ''اور چاند، اس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں' حتی کہ وہ دوبارہ پرانی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہوجاتا ہے''۔

عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب چاند ایک منزل سے غروب کے بعد اس کے بالمقابل منزل سے طلوع ہوتا ہے تو اس وقت بارش ہوتی ہے اور اس بارش کو وہ اس منزل کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہمیں چاند کی فلاں منزل کے رحم وکرم کی وجہ سے بارش ملی اور اس کا نام نور رکھا گیا ہے کیونکہ جب چاند مغرب میں جا کر گرتا ہے تو وہ مشرقی مطلع سے دُور ہوجاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ تو پھر توحید کا تقاضا ہے کہ ان کی نسبت بھی اسی کی طرف ہونی چاہئے۔ بارش بھی اسی کی نعمت ہے جو اسی کے حکم سے برستی ہے۔ بارش کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ستاروں یا کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا زیادتی اور توحید کے منافی ہے، اس لیے کہ یہ تارے نزول بارش کے اسباب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بارش کے نزول کا سبب نہیں بنایا لہٰذا انہیں بارش کا سبب اور ذریعہ سمجھنا انتہائی غلط ہے۔ اسی طرح بارش اور دیگر نعمتوں کو ان کے حقیقی خالق وموجد کی بجائے غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

[2] [صحیح مسلم ,الجنائز ,باب التشدِيدِ فِی النِياحِ ح: 934و مسند احمد 5ظ 344, 342)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

1۔ حسب ونسب اور خاندانی شرف وفضیلت پر فخر کرنا [1]۔

2۔ دوسروں کے نسب اور خاندان میں نقص اور عیب نکالنا اور طعنہ زنی کرنا۔

3۔ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا [2]۔ 4۔ نوحہ کرنا'' [3]۔

نیز آپ نے فرمایا:''نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے گندھک کی شلوار اور خارش کی قمیص پہنا کر اٹھایا جائیگا''۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلٰی إِثْرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ ؛ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّکُمْ ؟ . قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ . قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ . فَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ رَحْمَتِهٖ" فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ کَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ . وَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَا" فَذَالِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ .))[مسلم،کتاب الإیمان ،باب بیان کفر من قال: مطرنا بالنواء ،ح: 71)]

''رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر رات بارش ہونے کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول

---

[1] اپنے آباء واجداد اور ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگوں پر اظہارِ فخر کرنا، یہ جہالت اور دیوانگی کی علامت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وشرف کے حصول کا تعلق صرف تقوی اور پرہیزگاری سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ﴾ (الحجرات:۱۳) ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَآ اَمْوَالُکُمْ وَ لَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ (سبا:۳۷)۔''یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو، ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے اُن کے عمل کا دُہرا بدلہ ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے''۔

سنن ابی داوٗد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی حماقت اور آباء واجداد کا فخر دُور کر دیا ہے اب یا تو متقی مومن ہوگا یا فاجر و فاسق، سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔اب لوگوں کو قومی فخر و مباہات کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ وہ جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں یا پھر وہ اللہ کے نزدیک گندگی کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے''۔

[2] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے: حضرت جابر نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں سے خطرہ ہے:۱۔ستاروں کے ذریعے سے بارش طلب کرنا۔۲۔بادشاہ کا ظلم ۔۳۔اور قضاوقدر کی تکذیب''۔جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ''ہمیں فلاں منزل یا فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ملی) تو وہ دو حال سے خالی نہیں: ایک یہ کہ کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ بارش برسنے میں ستاروں کو بہت بڑا دخل اور اثر حاصل ہے۔پس یہ عقیدہ کفر اور شرک کا ہے۔دوسرے یہ کہ ''مُطِرْنَا کَذَا وَ کَذَا'' (ہمیں اس طرح بارش ملی) وغیرہ کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی موثر اور بارش برسانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یونہی بر بنائے عادت اور لوگوں کی دیکھا دیکھی اس نے یہ جملہ کہہ دیا۔تو اس کی تصریح کی ہے کہ ''مُطِرْنَا کَذَا وَ کَذَا''(ہمیں اس طرح بارش ملی) کہنا حرام ہے۔

[3] کسی کے فوت ہونے پر بین کرنے کو النیاحة کہتے ہیں کیونکہ بین کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر ناراض ہو کر ہی بین کرتا ہے۔بین کرنا صبر کے سراسر خلاف ہے اور شریعت اسلامیہ میں کبیرہ گناہ شمار ہوتا ہے جس پر سخت وعید آتی ہے اور اس کی تردید میں بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔کسی مصیبت و پریشانی کے موقع پر چیخ پکار کرنا اور کپڑے پھاڑنا اور زور زور سے رونا پیٹنا، یہ بھی صبر کے منافی اور جاہلیت کا کام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں، ان میں سے جنھوں نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت [1] سے بارش ہوئی وہ میرے مومن ہیں اور ستاروں کے کافر۔اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر یہ بارش ستاروں کی وجہ سے ہوئی ؛وہ میرے کافر ہوئے اور ستاروں پر ایمان لائے''۔

بخاری اور مسلم میں اسی مفہوم کی ایک حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے،اس میں یوں ہے،آپ نے فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ:''فلاں فلاں ستارہ مفید ثابت ہوا ہے''تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیات نازل فرمادیں:

﴿ فلا أُقسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ.... ﴾[النجم ۷۵]

''مجھے قسم ہے ستاروں کی منازل کی.....''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورالواقعہ کی آیات کی تفسیر ہے۔

2۔ان چار امور کا ذکر بھی ہے جو جاہلیت کی رسوم ہیں۔

3۔ان چار میں سے بعض کام کفریہ ہیں۔

4۔کفر کی بعض اقسام ایسی بھی ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتی۔

5۔اللہ تعالیٰ کا فرمان:''میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں''۔ایسا نزول نعمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

6۔یہاں پر ایمان کی حقیقت پر بھی خوب غور کرنا چاہیے[یہ کس قدر نازک معاملہ ہے]۔

7۔کفر کی حقیقت پر بھی غور کرنا چاہیے۔[بعض اوقات بظاہر معمولی سی بات کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے]۔

8۔ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا اور ان کو اپنے لیے مفید(یا نقصان دہ) سمجھنا انتہائی غلط بلکہ کفر ہے۔

9۔(أتدرون ماذا قال ربكم؟)(کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟) سے ثابت ہوا کہ طالب علموں کو بات ذہن نشین کرانے کے لیے سوالیہ انداز اختیار کرنا جائز ہے۔

10۔نوحہ کرنے والیوں کے لیے عذاب اور وعید کا ذکر بھی ہے۔

---

[1] فضل اور رحمت اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ یہ صفات اپنی حقیقت پر ہیں؛ اور ان کا معنی وہی ہے جو معلوم ہے۔اور ان کے کیفیت ویسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔اس میں تاویل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔
اور اس مقام پر کفر کی حقیقت کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی نعمت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے،اسی لئے بعض علماء نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے،اگرچہ کہنے والے کا عقیدہ ستاروں میں تاثیر کا نہ ہو،اس کو کفرانِ نعمت سے تعبیر کیا جائے گا کیونکہ نسبت غلط ہوگئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

باب: ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کے عقیدہ کا بیان

جب یہ بھی توحید ہی کا حصہ تھا کہ نعمتوں سے نوازنے اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے واحد ومتفرد ہونے کا اقرار کیا جائے؛ اور اس کی اطاعت میں ان نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے زبانی وکلامی اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔ کہنے والے کا یہ کہنا: ''ہم پر یہ بارش ستاروں کی وجہ سے ہوئی'' اس مقصود کے بہت سخت منافی ہے؛ کیونکہ اس میں بارش کو [جو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے] ستاروں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

واجب تو یہ ہے کہ خواہ بارش ہو یا کوئی دوسری نعمت اسے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کیا جائے؛ کیونکہ وہی اپنے بندوں پر فضل واحسان سے یہ انعام کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ: ان ستاروں کا بارش کے برسنے میں کسی طرح سے کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس کا سبب تو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی اور اس کی رحمت ہے؛ بندوں کی ضرورت اور زبان حال وقال سے اللہ سے اس کا سوال ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی حکمت اور رحمت سے ان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق مناسب وقت میں بارش نازل کرتے ہیں۔

کسی انسان کی توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر؛ اپنے آپ پر اور دیگر تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف نہ کرلے؛ اور پھر ان کا استعمال اس کے ذکر وشکر اور عبادت میں نہ کرے۔

یہ مقام توحید کے حقائق کو سچ ثابت کرنے کا ہے۔ اس سے کامل اور ناقص ایمان کی معرفت ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: فی قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ....

باب: کچھ لوگ اللہ کے علاوہ معبود بنا لیتے ہیں.....[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ﴾[البقرۃ ۱۶۵]

''کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے''۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ .... اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾[التوبہ 24]

''آپ فرمادیں: اگر تمھارے آباء، تمہارے بیٹے، بھائی.....تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ عزیز ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اللہ تعالیٰ کی محبت اسلام کی بنیاد ہے اسی محور کے گرد اسلام کی چکی گھومتی ہے۔ جس شخص کا اسلام مکمل ہوگا اس کی اللہ سے محبت بھی کامل ہوگی۔ اور جس کا اسلام ناقص ہوگا اس کی محبت بھی ناقص ہوگی۔ مصنف رحمہ اللہ نے قلبی عبادات میں سے سب سے پہلے محبت کا ذکر کیا ہے۔ انسان کو ہر چیز حتی کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے۔ انسان کی یہ محبت محبتِ عبادت ہے کہ انسان کا اپنے محبوب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اس قدر گہرا ہو اور اس کے ساتھ اس قدر محبت ہو کہ وہ بخوشی اس کے ہر حکم کو بجالائے اور اس کی ہر ممنوعہ بات سے اجتناب کرے۔ یہی جذبہ دین کا ستون اور اصلاح قلب کی بنیاد ہے۔ ایسا مضبوط اور گہرا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ غیر اللہ کے ساتھ ایسا تعلق رکھنا بہت بڑا شرک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں غیر اللہ سے زیادہ محبت رکھنا اور محبت میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ سے مقدم سمجھنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ اور ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی ہے۔ لہذا توحید کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہر محبوب شے پر فوقیت دے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''جو شخص غیر اللہ سے ایسی والہانہ محبت رکھے جیسی کہ اللہ سے کی جاتی ہے تو گویا اُس نے اس غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر قرار دے لیا۔ یہ معبود محبت میں ہوگا نہ کہ تخلیق اور ربوبیت میں کیونکہ لوگ ربوبیت اور تخلیق میں غیر اللہ کو معبود نہیں بناتے بلکہ محبت میں بناتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر لوگوں نے غیر اللہ سے ایسی محبت قائم کر رکھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و توقیر سے تجاوز کر گئے ہیں''۔

اس آیت کے معنی میں علماء کے دونوں قول نقل کئے گئے ہیں: ا۔ ''جو لوگ مومن ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ان کی مشرکین کی، اپنے معبودانِ باطل کی محبت اور عظمت سے کہیں زیادہ ہے''۔ ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کا مطلب مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: ''ان پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر مانتے ہیں، ایمانداروں کی اللہ سے محبت، ان کافروں کی اپنے بتوں کی محبت سے کہیں زیادہ ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .))[1]

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنی اولاد، (ماں) باپ اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ . أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ أَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ . وَ أَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ .))[2]

''تین اوصاف جس آدمی میں ہوں وہ ان کی بدولت ایمان کی مٹھاس پالیتا ہے:

1۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔ 2۔ کسی سے محبت کرے تو محض اللہ تعالیٰ کے لیے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا تو اب وہ کفر پر لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے''۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانَ حَتّٰى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ ....))[3]

---

[1] (صحیح البخاری؛ کتاب الایمان ,باب: حب الرسولِ ﷺ مِن کتاب الإیمان ,ح: 15وصحیح مسلم کِتاب الایمان ,باب وجوبِ محبۃ رسولِ اللہِ ﷺ أکثر مِن الأھلِ والولدِ، والوالِدِ والناسِ أجمعِین ,ح:44)

ایمانِ کامل یہ ہے کہ انسان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، حتی کہ تمام دنیا سے زیادہ محبت ہو۔ یہ کمال کا یہ درجہ تب ہی حاصل ہوگا جب انسان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہو۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مجھے اپنی جان کے علاوہ تمام دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک تم مومن نہیں ہو سکتے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ٹھیک ہے''۔ زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ ایمان کا جزو لاینفک ہیں کیونکہ محبت دل کا عمل ہے۔ اور دُوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کا لازمی حصہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر اور اُس کے حکم کے مطابق کی جاتی ہے ایک مومن صادق کے دل میں جس قدر محبت الٰہی کی کثرت ہوگی اسی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی زیادہ ہوگی۔

[2] (صحیح البخاری ,کتاب الإِیمان ,باب حلاوۃِ الإِیمانِ ,ح: 6941 ,21 ,16وصحیح مسلم ,کتاب الإِیمانِ ,باب بیان خِصال منِ اتصف بِھِن وجد حلاوۃ الإِیمانِ ,ح:43)

[3] (صحیح البخاری ,کتاب الأدبِ ,باب الحبِ فِی اللہِ ,ح:6041)

حلاوت سے وہ دلی کیفیت مراد ہے جو کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر دِل پر طاری ہوتی ہے؛ یہ ذوق مومن اپنے قلوب میں ہمہ وقت محسوس کرتے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اطاعت الٰہی کے وقت، مصائب جھیلتے وقت، دُنیوی اغراض کو پس پشت ڈال کر، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اور اُس کی مخالفت سے رُک کر، جو کیفیت اور سُرور ایک مومن کے دِل میں اُبھرتا ہے، اُس ذوق کو حلاوتِ ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رہی وہ محبت جو طبعًا اور فطرتًا ایک انسان اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں سے کرتا ہے، یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے برابر نہ ہو بلکہ کمتر ہو۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حلاوتِ ایمانی اس فرحت و مسرت اور لذت کو متضمن ہے جو اللہ تعالیٰ کی کامل محبت کے بعد حاصل ہوتی ہے اور کامل محبت تین اُمور کے پائے جانے سے میسر آتی ہے: ۱۔ محبت میں کمال۔ ۲۔ محبت میں خلوص۔ ۳۔ اور محبت کے منافی اُمور سے دوری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حلاوت (مٹھاس) نہیں پا سکتا جب تک وہ کسی سے محبت کرے تو محض اللہ تعالیٰ کے لیے......''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَنْ أَحَبَّ فِي اللّٰهِ وَ أَبْغَضَ فِي اللّٰهِ وَ وَالٰى فِي اللّٰهِ وَ عَادٰى فِي اللّٰهِ ؛ فَإِنَّمَا تَنَالُ وَلَايَةَ اللّٰهِ بِذٰلِكَ . وَ لَنْ يَجِدَ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيْمَان وَ إِنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ وَ صَوْمُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ كَذٰلِكَ وَ قَدْ صَارَتْ عَامَّةُ مُوَاخَاةِ النَّاسِ عَلٰى أَمْرِ الدُّنْيَا وَ ذٰلِكَ لَا يُجْدِ عَلٰى أَهْلِهٖ .))[1]

''جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے، اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھے، اور کسی سے دوستی ہو یا دشمنی وہ بھی محض اللہ ہی کے لیے ہو تو جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت انہی کاموں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور کوئی بھی شخص ان امور کے بغیر ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتا خواہ وہ بکثرت نمازیں پڑھتا ہو یا روزے رکھتا ہو۔ عام لوگوں کی آپس میں محبت اور تعلقات دنیوی امور پر استوار ہیں، حالانکہ یہ عمل ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعا سودمند نہ ہوگا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ [البقرة 166] قَالَ الْمَوَدَّةَ

(اس روز ان کے سارے اسباب ختم ہو جائیں گے): ''اسباب سے دوستی، محبت اور تعلقات مراد ہیں''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ البقرہ کی آیت 165 کی تفسیر معلوم ہوئی۔

2۔ سورہ توبہ کی آیت 24 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

3۔ اپنی جان، اہل وعیال اور مال ومنال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیے۔

4۔ بعض اوقات ایمان کی نفی کا مطلب دائرہ اسلام سے خروج نہیں ہوتا بلکہ اس سے ایمان کی کمی مراد ہوتی ہے۔

5۔ ایمان کی ایک چاشنی ہے تاہم کبھی اس کا احساس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

6۔ چار قلبی اعمال ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی اور محبت) حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔

7۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین واقعات وحقائق کی روشنی میں جانتے تھے کہ عوام کے باہمی تعلقات اور میل جول محض دنیا کی خاطر ہیں۔

8۔ اس باب سے ﴿ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

9۔ بعض لوگ مشرک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔

---

[1] (رواہ ابن المبارك في كتاب الزهد، ح: 34759 و اخرجه الطبراني ايضا موقوفا على ابن عمر في المعجم الكبير: 12/ 13537)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

10۔سورہ توبہ کی آیت میں مذکورہ آٹھ اشیاء جس شخص کو اپنے دین سے زیادہ پیاری ہوں، اس کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔
11۔اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کا اپنے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی سی محبت رکھنا بھی شرک اکبر ہے۔

اس باب کی شرح:

کچھ لوگ اللہ کے علاوہ معبود بنا لیتے ہیں.....

توحید کی اصل بنیاد اور اس کی روح اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خالص محبت ہے؛ جو اس کی بندگی اور عبودیت کی جڑ ہے۔ بلکہ عبادت کی حقیقت ہی محبت ہے۔ اور انسان کی توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک رب سے اس کی محبت کامل نہ ہو۔ اور اللہ کی محبت ہر محبوب کی محبت سے مقدم اور اس پر غالب ہو۔ اور اس محبت کی روشنی میں سارے فیصلے ہوتے ہوں؛ یعنی انسان کی اپنے ہر محبوب سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہو؛ اسی میں بندے کی سعادت اور کامیابی ہے۔

اس کی ایک شاخ اور اسے مکمل کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت ہے۔ پس انسان ہر اس عمل اور فرد سے محبت رکھے؛ جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہوں؛ اور ہر اس شخص اور عمل سے بغض رکھے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دوستی رکھے؛ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے۔ اس طرح انسان کا ایمان اور توحید مکمل ہو جاتے ہیں۔

رہ گیا معاملہ مخلوق میں سے شریک بنانے کا؛ کہ ان سے یوں محبت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے؛ اور ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر مقدم رکھے؛ ان کو پکار کر اور ان کے ذکر میں خوشی محسوس کرے؛ تو یقیناً یہ وہی شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریں گے۔ اور ایسی محبت کرنے والے کا دلی تعلق اللہ تعالیٰ عزیز وحمید کی ہستی سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور ان چیزوں سے اس کا دل لگ جاتا ہے جو کسی بھی چیز کے کچھ بھی مالک نہیں ہے۔ یہ واسطہ وسیلہ بھی انتہائی کمزور ہوتا ہے جسے مشرکین نے اپنایا ہوتا ہے؛ اور بروز قیامت جب انسان اپنے اعمال کا بہت ہی زیادہ محتاج ہوگا؛ اور اس وقت یہ سارے واسطے وسیلے دم توڑ جائیں گے؛ اور آج کی یہ محبت اور دوستی اس وقت نفرت اور دشمنی میں بدل جائے گی۔

محبت کی اقسام:

جان لیجیے کہ محبت کی تین اقسام ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبت: یہ ایمان اور توحید کی اصل بنیاد ہے۔

۲۔ اللہ کے لیے محبت: جیسے اللہ تعالیٰ کے انبیاء ومرسلین؛ اور ان کے اتباع کی محبت؛ اور ان اعمال؛ افعال؛ جگہوں اور اوقات اور دیگر چیزوں سے محبت جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں۔ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اسے مکمل کرنے والی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ محبت: جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں اور شریکوں سے محبت کرتے ہیں؛ خواہ وہ شجر وحجر ہوں؛ یا بشر و ملائکہ؛ یا اس کے علاوہ کچھ؛ یہ شرک کی اصل بنیاد اور جڑ ہے۔

ان کے علاوہ محبت کی ایک چوتھی قسم بھی ہے؛ وہ یہ کہ:

طبعی محبت: جو انسان کی رغبت اور طبیعت وفطرت کی وجہ سے ہوتی ہے؛ جیسے: کھانے پینے؛ شادی بیاہ؛ دوست واحباب کی محبت؛ وغیرہ۔ یہ محبت بذات خود مباح ہونے کے باوجود؛ اگر اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت پر معاونت حاصل ہوتی ہو تو یہ بھی عبادات میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسے کاموں تک رسائی کا وسیلہ بن جائے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں؛ تو پھر یہ بھی ممنوعہ امور میں داخل ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا کچھ بھی نہ ہو تو یہ پھر اپنی جگہ پر مباح ہی باقی رہتی ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:قوله تعالىٰ : اِنَّمَا ذَالِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَ هٗ....

باب: بیشک یہ شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے......

[اللہ تعالیٰ کے خوف کا بیان ❶]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَ هٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[ال عمران ۱۷۵]

''بیشک وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا۔لہٰذا تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو'' ❷۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبة: ۱۸)

''بیشک اللہ کی مساجد کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکواۃ ادا کرتے ہیں۔اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔یقیناً ایسے لوگ ہی ہدایت پانے والوں میں سے ہیں''۔

---

❶ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف بھی عبادت ہے۔اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔اس عبادت کی تکمیل سے توحید کی تکمیل اور اس میں کمی سے توحید میں نقص اور کمی واقع ہو جاتی ہے۔غیر اللہ کا خوف بعض صورتوں میں شرک، بعض میں حرام اور بعض صورتوں میں مباح ہوتا ہے۔

اول: کسی نبی، ولی یا جن سے اس انداز سے ڈرنا کہ وہ انسان کو [اسباب سے بالاتر] نقصان پہنچا دے گا؛ یا یہ سمجھنا کہ فلاں نبی، ولی یا جن کی تعظیم کی جائے تو وہ آخرت میں میرے کام آئے گا۔اور اگر وہ ناراض ہو گیا تو آخرت میں میرے کام نہ آئیگا، سفارش کرے گا نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو مجھ سے دور کرے گا... کسی سے اس قسم کا خوف کھانا شرک ہے۔

دوم: مخلوق کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی خلاف ورزی کرنا، اس قسم کا خوف رکھنا حرام ہے۔

سوم: طبعی خوف ہے۔مثلاً انسان کا اپنے کسی دشمن سے، درندوں سے، یا آگ وغیرہ سے خوف کھانا طبعی اور فطری ہے۔اس پر کوئی گناہ یا مواخذہ نہیں۔

❷ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بسا اوقات شیطان، اہل توحید کے دلوں میں ان کے دشمنوں کا خوف پیدا کر ڈالتا ہے۔اسی لیے اللہ نے فرمایا:''ان سے ہرگز نہ ڈرنا''، یعنی ان سے ڈرنا حرام ہے کیونکہ اس قسم کا خوف عبادت کے زمرے میں آتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے گویا اللہ تعالیٰ نے شرک ہی کی ایک قسم سے منع فرمایا ہے۔اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں محض اللہ کی خشیت ہونی چاہئے کیونکہ اللہ نے ان لوگوں کی مدح و تعریف اسی لیے کی ہے کہ ان کے دل میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی خشیت پیدا نہیں ہوتی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ (العنکبوت: ۱۰)

''لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا''[1]۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْيَقِيْنِ أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلٰى رِزْقِ اللّٰهِ . وَ أَنْ تَذُمَّهُمْ عَلٰى مَا لَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اِنْ رِزْقَ اللّٰهِ لَا يَجُرُّهُ حِرْصُ حَرِيْصٍ وَ لَا يَرُدُّهُ كَرَاهِيَةُ كَارِهٍ .))[2]۔

''بلاشبہ یہ (ایمان اور اللہ پر) یقین کی کمزوری کی علامات ہیں کہ تو اللہ کی ناراضی مول لے کر لوگوں کو خوش کرے۔ اور اللہ نے جو رزق لوگوں کو دے رکھا ہے اس پر تو ان کی مدح وستائش کرے اور جو رزق اللہ تعالیٰ نے (لوگوں کو دیا ہے لیکن) تجھے نہیں دیا؛ اس کی وجہ سے لوگوں کی مذمت کرے۔ یاد رکھو، کہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو نہ کسی حریص کی حرص لا سکتی ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے روک سکتی ہے[3]۔''

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ أَرْضَى عَنْهُ النَّاسُ ۔ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ سَخَطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ أَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسُ ۔)[4]

''جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھے، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے؛ اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتا

---

[1] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایسے افراد کو جب معمولی سی محنت ومشقت سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو وہ ارتداد کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں''۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس جھٹلانے والی قوم کی صفات بیان کی ہیں جو صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل ایمان کی دولت سے بالکل خالی ہیں۔ دنیا میں جب ایسے لوگ مصائب ومشکلات اور محنت ومشقت میں پڑ جاتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ مُرتد ہو جاتے ہیں''۔

[2] (شعب الایمان، الخامس من شعب الایمان، وھو باب فی ان القدر ....، ح:207))

[3] مذکورہ اعمال، ایمان کی کمزوری کے اسباب اور علامات ہیں؛ جو کہ حرام امور ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت سے ایمان بڑھتا اور نافرمانی اور معصیب سے کم ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا، معصیب، گناہ اور حرام ہے۔ کیونکہ جو چیز تو ان سے طلب کرتا ہے وہ تیرے لئے مقدر نہیں ہے۔ جو چیز تم نے کسی سے مانگی تھی اگر وہ تیرے مقدر میں ہوتی تو تجھے ضرور مل جاتی۔ پس جو شخص یہ سمجھ لے کہ: ۱۔ رزق دینے والا ۲۔ رزق میں تنگی کرنے والا ۳۔ اسباب اور بغیر اسباب کے رزق مہیا کرنے والا۔ اور بعض اوقات ایسی جگہ سے رزق عطا فرمانے والا جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو، صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، تو ایسا شخص کسی کی نہ تعریف کرے گا اور نہ مذمت بلکہ اپنے دین ودنیا کے تمام اُمور صرف اللہ تعالیٰ کو سونپ دے گا۔ اسی پر اعتماد کر لے گا۔ اسی مفہوم کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

[4] (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، ح: 1541 1542و جامع الترمذی، ح: 2414وله الفاظ اخری)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے''[1]۔

اس باب کے مسائل

1۔سورہ آل عمران کی آیت 175 کی تفسیر واضح ہوئی [جس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب ہے]۔
2۔ سورہ توبہ کی آیت 18 کی تفسیر بھی واضح ہوئی ہے [جس میں اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنے والوں کی صفات مذکور ہیں]۔
3۔سورہ العنکبوت کی آیت 10 کی تفسیر بھی واضح ہوئی جس میں کمزور ایمان والوں کا ذکر ہے۔
4۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کبھی قوی اور کبھی کمزور ہوتا رہتا ہے۔
5۔ ایمان کی کمزوری کی تین علامات بھی بیان ہوئی ہیں۔
6۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اسی کا خوف کھانا ایک دینی وشرعی فریضہ ہے۔
7۔اللہ تعالیٰ کا خوف، اور خشیت رکھنے والوں کے لیے ثواب کا علم بھی ہو گیا۔
8۔اللہ تعالیٰ کا خوف ترک کرنے والے کے انجام کا بیان۔

اس باب کی شرح:

باب: بیشک یہ شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے

[حقیقت میں یہ باب اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کے بارے میں ہے]

یہ باب مصنف رحمہ اللہ نے یہ بتانے کے لیے قائم کیا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ سے خوف وخشیت کا تعلق رکھنا واجب ہے؛ اور مخلوق سے ایسا تعلق رکھنا منع ہے۔اور یہ بتایا ہے کہ اس کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔

یہاں پر تھوڑی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے تا کہ معاملہ صاف واضح ہو جائے؛ اور اشکالات ختم ہو جائیں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی کفالت کرتا ہے۔جو شخص یہ خیال کرے کہ سب لوگ اس سے راضی اور خوش ہو جائیں تو یہ ناممکن بات ہے۔لوگ اس وقت تک خوش رہیں گے جب تک ان کی اغراض پوری ہوتی رہیں گی۔لیکن جب لوگوں کو انجام کا پتا چلے گا کہ: ''جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے تو وہ اللہ کے مقابل اس کے کسی کام نہ آئیں گے''۔تو اپنے ہی ہاتھوں کو کاٹیں گے، جیسے ظالم کی طرح جو اپنے ہی ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔جو شخص اس دارِفانی میں لوگوں کی بے حد تعریف کرتا ہے وہی آخرت میں ان کی مذمت کرے گا۔آخرت تو متقین کے لئے ہی مخصوص ہے یہ عام لوگوں کی خواہش کے مطابق ابتدا میں کیسے میسر آ سکتی ہے؟ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''جس شخص پر اس بات کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے کہ زمین پر جتنی بھی مخلوق الٰہی ہے وہ سب مٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تو وہ شخص مٹی کی اطاعت کو رب الارباب کی اطاعت پر کیسے ترجیح دے سکتا ہے؟ یا ملک الاملاک اور اللہ کی ذات کو ناراض کر کے مٹی کو کیسے خوش کرنے کی کوشش کرے گا؟ اگر کسی بدنصیب نے ایسا کردار ادا کیا تو ''یہ تو بڑی عجیب بات ہو گی''۔
اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص لوگوں سے خوف کھا کر اللہ تعالیٰ کی رضا پر لوگوں کی خوشی کو ترجیح دے گا اسے سخت ترین سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔خصوصاً شریعت اسلامیہ کے مطابق جو سزا ملے گی اس کی سختی کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سزا سے محفوظ رکھے۔آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ جان لینا چاہیے کہ بیشتر اوقات خوف اور خشیت عبادت ہوتے ہیں۔ اور کبھی یہ طبیعت اور عادت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسباب اور اس کے متعلقات کی بنا پر ہوتا ہے۔

اگر خوف وخشیت عبودیت اور بندگی جیسا ہو؛ کہ اس خوف کی وجہ سے اس کی قربت حاصل کی جائے جس کا خوف اور ڈر محسوس ہو رہا ہے؛ اور وہ باطنی طور پر اسے اپنی اطاعت کی طرف بلا رہا ہو؛ یہ ایسا خفیہ خوف ہو جس کی وجہ سے انسان اس کی نافرمانی سے رک جائے جس کا خوف ہے؛ اگر یہ امور اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں؛ تو پھر یہ سب سے بڑا واجب اور عین ایمان ہیں۔ اور اگر ان کا تعلق غیر اللہ سے ہے؛ تو پھر یہ وہی شرک اکبر ہے جس کی مغفرت نہ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے۔ اس لیے کہ یہ انسان اللہ تعالیٰ کی اس عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے جو دل کے اعمال میں سے سب سے بڑا واجب ہے۔ اور اس واجب میں وہ غیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاتا ہے۔ اور بسا اوقات یہ غیر اللہ کا خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی اسی قسم کا خوف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہو تو وہ موحد اور مخلص ہے۔ اور جو کوئی غیر اللہ سے ڈرتا ہو تو یقیناً وہ اس ڈر میں غیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتا ہے۔ جیسے کوئی محبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو شریک بناتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے: کوئی انسان کسی صاحب قبر سے ڈرتا ہو کہ کہیں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچا دے؛ یا پھر اس سے ناراض ہو کر کوئی نعمت یا اس طرح کی کوئی چیز چھین نہ لے۔ ایسا اکثر طور پر قبر پرست لوگوں کے ہاں دیکھنے میں آتا ہے۔

اگر یہ طبعی خوف ہو؛ جیسے کوئی دشمن سے یا درندے سے ڈرتا ہو؛ یا سانپ وغیرہ سے؛ یا کسی چیز سے ظاہری طور پر نقصان پہنچنے کا ڈر ہو؛ تو اس قسم کا خوف عبادت نہیں۔ ایسا بہت سارے اہل ایمان میں پایا جاتا ہے؛ اور اس کا وجود ایمان کے منافی نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب خوف ایسی چیز سے ہو جس سے نقصان پہنچنا تجربہ اور علم کی روشنی میں ثابت ہو۔

اور اگر یہ خوف محض ایسے وہم کی بنا پر ہو جس کا کوئی اصل سبب ہی موجود نہ ہو۔ یا پھر انتہائی کمزور اور بودا سا سبب ہو؛ تو پھر یہ ایسا مذموم خوف ہے کہ ایسے انسان کا شمار بزدل لوگوں میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے؛ کیونکہ یہ برے اخلاقی اوصاف میں سے ایک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کامل ایمان اور توکل؛ اور شجاعت کی وجہ سے ایسے امور خود بخود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ خاص اور قوی اہل ایمان کے ہاں ایسے خوف ان کی ایمانی قوت اور قلبی شجاعت؛ کمال توکل کی وجہ سے ان کے حق میں اطمینان اور سکون میں بدل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کا باب قائم کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:قال الله تعالیٰ: وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

باب: اگر تم مؤمن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے

[اس باب میں توکل علی اللہ کو مومنوں کی ایک خاص علامت قرار دیا گیا ہے ❶]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾[المائدہ ۲۳]

''تم اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرو، اگر تم مومن ہو'' ❷۔

اور ارشاد الٰہی ہے:

---

❶ اس باب میں مسئلہ توکل کا بیان ہے۔ اللہ پر توکل کرنا، دین وایمان کی تصحیح وتکمیل کے لیے شرط ہے۔ شرعی طور پر توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تمام قلبی عبادات کو اللہ ہی کے لیے بجالانا یعنی اپنے تمام تر امور ومعاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اسباب وذرائع بھی اختیار کرنا۔ چنانچہ متوکل (اللہ پر توکل کرنے والا) وہ شخص ہوگا جو اسباب وذرائع اختیار کرنے کے بعد اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اس سبب سے نفع، اللہ کے حکم ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور جس کام کے لیے یہ سبب اختیار کیا گیا ہے وہ بھی محض اللہ کی توفیق واعانت ہی سے پورا ہوسکتا ہے کیونکہ تمام تر اختیارات اس مالک کے پاس ہی ہیں۔ گویا توکل خالص قلبی عبادت ہے۔ غیر اللہ پر توکل کی دو صورتیں ہیں:

(الف) جو امور صرف اللہ کے اختیار میں ہیں اور مخلوق میں سے کسی کی قدرت میں نہیں، ان میں غیر اللہ پر توکل کرنا، مثلاً گناہوں کی مغفرت، اولاد و معاش کا حصول وغیرہ، شرک اکبر اور توحید کے منافی ہے اور اکثر اس کا ارتکاب قبر پرست اور اولیا پرست لوگ کرتے ہیں۔

(ب) جن امور کی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو قدرت دے رکھی ہے ان میں مخلوق پر توکل کرنا شرک خفی یا شرک اصغر ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ میرا اللہ پر اور تم پر توکل ہے یا میرا اللہ پر اور پھر تم پر توکل ہے، ناجائز ہے۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے امور ومعاملات کو اس اللہ کے سپرد کرنا جس کے قبضہ واختیار میں سارے امور ہیں جبکہ مخلوق میں سے کسی کے پاس کوئی قدرت واختیار نہیں، البتہ مخلوق کو سبب اور ذریعہ ضرور بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مخلوق کو سبب اور ذریعہ بنانے کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ اس پر توکل بھی کیا جائے۔

❷ توکل علی اللہ کا دارومدار، توحید ربوبیت کو سمجھنے اور اس پر کامل ایمان رکھنے پر ہے اسی لیے بعض لوگ مشرک ہونے کے باوجود اللہ پر بہت توکل کرتے ہیں۔ کیونکہ توحید الوہیت پر تو ان کا ایمان نہیں ہوتا لیکن توحید ربوبیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ یاد رہے! اللہ کی ربوبیت کے آثار میں غور وخوض کرنے سے دل میں توکل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کی عظیم بادشاہت اور آسمان وزمین کے مستحکم ومضبوط نظام کو دیکھتا اور اس کے بارے میں سوچ بچار کرتا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس قدر پائیدار اور مربوط نظام کو چلانے والے مالک اور مولی کے لیے میری چھوٹی سی ضرورت پوری کرنے اور میری مدد کرنے میں کون سی مشکل ہے۔ اسی تدبر سے مومن کا ایمان اور اللہ پر توکل مزید بڑھ جاتا اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ پیش نظر آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے توکل کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے، جس سے پتا چلا کہ جس دل میں توکل نہیں، وہاں ایمان نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو! اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو، اگر مسلمان ہو۔ (یونس:۸۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾(الانفال: ۲)

''صحیح معنوں میں اہل ایمان وہ ہیں جن کے دل، اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں''❶۔

نیز اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾(الانفال: ۶۴)

''اے نبی! آپ کو اور آپ کے پیروکار اہل ایمان کو بس اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ (الطلاق: ۳)

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو اس کے لیے وہی کافی ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَ قَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِيْنَ قَالُوْا لَهٗ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ .)) (رواه البخاری والنسائی)۔

''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ''، ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے'' وہ کلمہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا؛ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے آپ سے کہا: ''کافروں نے آپ کے مقابلہ کے لیے لشکر جمع کر لیا ہے ان سے ڈرو تو ان کا ایمان مزید بڑھ گیا اور کہنے لگے: ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ''، ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''❷۔

---

❶ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی علامات بیان فرمائی ہیں کہ فرائض کی ادائیگی کے وقت بھی ان کے دل میں ذکر اللہ کی جھلک نظر نہیں آتی۔ * نہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ان کا ایمان ہے۔ نہ توکل علی اللہ کے قائل ہیں۔ جب مسلمانوں سے الگ ہوتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ مومن ہی نہیں ہیں۔ منافقین کی علامات بیان کرنے کے بعد مومنین کی صفاتِ حسنہ کو بیان کیا گیا ہے: ''سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کا.....''۔

❷ بعض سلف نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کی جزاء اس کی ذات سے رکھی ہے اور اللہ پر توکل کی جزا اس کو کفایت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا نگران ہے''۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کو اتنا اجر ملے گا، جیسا کہ دوسرے اعمال میں کہا ہے بلکہ متوکل کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو کافی اور اس کا محافظ بنایا ہے۔ اگر بندہ اللہ تعالیٰ پر پوری طرح توکل کرے اور اس کے خلاف زمین اور آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوقات اس کے خلاف تدبیر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی کشادگی کی راہ پیدا کرے گا اور رزق اور مدد میں اس کی کفایت کرے گا''۔

سیدنا ابراہیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اس واقعہ میں اس عظیم الشان دعائیہ جملہ کی عظمت اور فضیلت کا پتا چلتا ہے کیونکہ یہ دو محبوب ترین انبیائے کرام علیہم السلام کا متفقہ دعائیہ جملہ ہے اور وہ بھی انتہائی مشکل وقت میں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب تم کسی بڑی مصیبت میں گھر جاؤ تو یہ دعا ورد زبان رکھا کرو، اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کر دے گا۔ وہ عظیم دعا یہ ہے: ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل:

1۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور بھروسہ رکھنا دینی فریضہ ہے۔

2۔ بلا شک وشبہ ایمان کی شرطوں میں سے بھی ہے۔

3۔ سورہ الانفال کی آیت 2 کی تفسیر بھی ہوئی۔

4۔ سورہ الانفال کی اس آیت کے آخری جملہ: ﴿ وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ کی تفسیر۔

5۔ سورہ الطلاق کی آیت 3 کی تفسیر بھی واضح ہوئی [کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں ان کے لیے وہی کافی ہے]۔

6۔ اس کلمہ 'حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ' کی اہمیت اور عظمت؛ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی مشکل اور شدید پریشانی کے عالم میں یہی کلمہ پڑھا۔

اس باب کی شرح:

اگر تم مؤمن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا توحید اور ایمان کے بہت بڑے اور عظیم ترین واجبات میں سے ہے۔ اور جس قدر انسان کا اللہ تعالیٰ پر توکل مضبوط ہوگا؛ اسی اعتبار سے اس کا ایمان بھی مضبوط ہوگا؛ اور توحید کامل ہوگی۔ انسان اپنے ہر ایک کام کے کرنے؛ یا اس کو چھوڑنے یا ارادہ وغیرہ میں؛ دینی اور دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے لیے مجبور ہے۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اچھی طرح سے جان لے کہ تمام کے تمام امور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے؛ اور جو کچھ نہیں چاہتے؛ وہ نہیں ہوتا۔ اور بیشک نفع ونقصان دینے والی ذات؛ نوازنے والی اور محروم رکھنے والی ہستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے بغیر نہ ہی کسی کی نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے؛ اور نہ ہی برائی سے بچنے پر اس کا کوئی بس چلتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

اس علم کے حاصل ہونے کے بعد انسان کو چاہیے کہ دینی اور دنیاوی مصلحتوں کے حاصل کرنے اور برائی اور نقصان سے بچنے کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔ اور اس ہستی پر اتنا پختہ اعتماد ہو کہ یہ اعتماد انسان کو اس کے مطلوب تک پہنچا دے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے مطلب اور نفع بخش اسباب کو حاصل کرنے کے لیے خود بھی کوشش کرے۔ [ایسا کرنا کسی بھی لحاظ سے توکل کے منافی نہیں ہے]۔

پس جب بھی انسان اس علم واعتماد اور پختہ یقین کے ساتھ چلتا رہے؛ تو وہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی توکل کرنے والا ہے۔ اسے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے تمام امور میں کفایت کر جائیں گے؛ جیسا کہ اس نے متوکلین سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

اور جو بھی ان چیزوں کو غیر اللہ کے ساتھ معلق کر دے؛ تو وہ مشرک ہے؛ کیونکہ اس کا توکل اور اعتماد غیر اللہ پر ہے؛ اس کا دلی تعلق غیر اللہ سے ہے۔ اس کے امور اسی کے سپرد کر دیے جائیں گے؛ اور نتیجہ میں ناکامی اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ أعاذنا اللہ منہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ....

باب: اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾[المائدہ 23]

''کیا وہ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی چال سے گھاٹا پانے والی قوم ہی بے خوف ہوتی ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴾[الحجر 15]

''اور گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْكَبَآئِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ الْيَاْسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ وَ الْاَمْنُ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ))[1]۔

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اور اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف ہونا''[2]۔

---

[1] (مسند البزار، ح: 106 ومجمع الزوائد: 1/104)

[2] اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ایک قلبی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے تمام امور اس حد تک آسان کر دے کہ وہ اس زعم میں مبتلا ہو جائے کہ اب وہ مکمل طور پر محفوظ ہے، اب اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ حالانکہ یہ مہلت اس کے حق میں استدراج یعنی ڈھیل ہوتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جب تم دیکھو کہ کوئی بندہ مسلسل گناہ کیے جا رہا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے مزید انعامات سے نواز رہا ہو تو سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج یعنی مہلت اور ڈھیل ہے''۔ (مسند احمد: 145/4)

اور اللہ تعالیٰ یہ تدبیر انہی لوگوں کے ساتھ کرتا ہے جو اس کے انبیاء و اولیاء اور اس کے دین کے ساتھ خفیہ تدبیریں اور مکر و فریب کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال ہے کیونکہ وہ اپنی عزت و قدرت اور غلبہ و سلطنت کے اظہار کے لیے ایسا کرتا ہے۔ دوسری آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور ہدایت یافتہ لوگ اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔

عبادت الٰہی کے کامل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف اور اس کی رحمت کی امید رکھنا شرعاً واجب ہے۔ اللہ کی رحمت کی امید ترک کر دینے کا نام مایوسی ہے اور اس کے عذاب اور گرفت سے نہ ڈرنے کا مطلب اس کی تدبیر سے بے خوف ہونا ہے۔ جبکہ دل میں ان دونوں (رحمت کی امید اور عذاب کا ڈر) کا ہونا ضروری ہے اور ان کے دل سے نکل جانے یا ان میں کمی واقع ہونے سے توحید میں نقص اور کمی واقع ہو جاتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَکْبَرُ الْکَبَآئِرِ اَلْاِشْرَکُ بِاللّٰہِ وَ الْاَمْنُ مِنْ مَّکْرِ اللّٰہِ وَ الْقُنُوْطُ مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ وَ الْیَاْسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰہِ .))[1]۔

''سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونا، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اللہ کے فضل سے مایوس ہونا''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ الاعراف کی آیت 99 کی تفسیر معلوم ہوئی۔ [جس میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف رہنے والوں کو خسارہ پانے والے قرار دیا گیا ہے]۔

2۔ سورہ الحجر کی آیت 56 کی تفسیر بھی واضح ہوئی [کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والے لوگ گم راہ ہیں]۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف رہنے والوں کے لیے بہت سخت وعید۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والوں کے لیے بہت سخت وعید۔

اس باب کی شرح:

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے

اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ انسان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی رہے؛ اور ڈر و خوف کے ساتھ ساتھ اس سے اچھی امید بھی رکھے۔ اگر انسان اپنے گناہوں کی طرف؛ اور اللہ تعالیٰ کے عدل اور سخت سزا کی طرف دیکھے؛ تو اپنے رب سے ڈرے؛ اور خوف کھائے۔ اور اگر اس کے عام و خاص فضل و کرم اور عمومی عفو و مغفرت کی طرف دیکھے تو اس کی بخشش اور مغفرت پر امیدیں لگا لے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے عبادت کی توفیق دیں؛ تو پھر اتمام نعمت کے طور پر اس کی قبولیت کی امید بھی رکھے۔ اور اس کے ساتھ ہی عبادت کے حق میں کمی و کوتاہی ہو جانے کی وجہ سے اس کے رد کئے جانے سے ڈرتا بھی رہے۔ اور اگر اسے کسی نافرمانی یا گناہ سے آزمایا جائے تو اس کی اپنے رب پر مضبوط امید ہونی چاہیے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ اور توبہ کی کمزوری؛ اور پھر گناہ کی طرف التفات کی وجہ سے یہ ڈر بھی رہے کہ کہیں اسے اس پر سزا نہ ملے۔ نعمت اور خوشی کے حصول پر اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ اس نعمت کو دوام نصیب ہوگی؛ اور اس میں ترقی ہوگی؛ اور اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق بھی نصیب ہوگی۔ اور شکر میں خلل آجانے کی وجہ سے اس بات سے ڈرتا بھی رہے کہ کہیں اس سے یہ نعمت سلب نہ کر لی جائے۔

[1] (مصنف عبدالرزاق: 459 /10و معجم الکبیر للطبرانی، ح:8783)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصائب اور پریشانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے ان کے خاتمہ کی امید رکھے؛ اوراس کے بعد اچھائی اور وسعت اور خوشحالی کا انتظار کرے؛ اوراللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ جب یہ مصیبت پر صبر کر رہا ہے تو اس کے اجر وثواب سے محروم نہ رہے گا۔ اوراس بات سے ڈرتا بھی رہے کہ کہیں اس پر دو مصیبتیں نہ ٹوٹ پریں؛ ایک تو مصیبت اور تنگی؛ جب کہ وہ اس پر واجب صبر بھی نہ کرسکتا تو پھر جو محبوب اجر ملنے والا اس سے بھی محروم ہی نہ رہ جائے۔

پس موحد مؤمن ہر حال میں خوف اور امید کا دامن تھامے رکھتا ہے۔ اور ایسا کرنا واجب بھی ہے۔ یہی نفع بخش طریقہ ہے جس سے سعادت مندی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں انسان کو دو برے اخلاقیات سے بچ کر رہنا چاہیے۔

اول: کہیں اس پر خوف اتنا غالب نہ آجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی سے ناامید اور مایوس ہو جائے۔

دوم: امیدیں اس کو اتنی ڈھیل نہ دیدیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور سزا سے بے خوف ہو جائے۔ جب بھی کوئی اس حال کو پہنچ گیا تو یقیناً اس نے واجب خوف اور امید دونوں وضائع کر دیا۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں توحید کے سب سے بڑے اصول اور ایمان کے سب سے بڑے واجبات میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی اور اس کی مہربانی سے مایوسی کا بنیادی سبب دو ممنوعہ کام ہیں:

اول: یہ کہ انسان اپنے آپ پر ظلم کرے؛ اور حرام کاموں کا ارتکاب کرے؛ ان پر مصر رہے؛ اور ان گناہوں پر لگے رہنے کا عزم کر لے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنی تمام تر امیدوں کو توڑ ڈالے۔ اس لیے کہ وہ ایسے اسباب/گناہوں پر قائم ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول میں رکاوٹ ہیں۔ وہ مسلسل اسی حال میں رہتا ہے؛ حتی کہ یہ صورتحال اس کے اخلاقی اوصاف کا ایک لازمی حصہ بن جاتی ہے۔ اور شیطان کی کسی بھی بندے سے آخری خواہش یہی ہوتی ہے۔ جب کوئی اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے لیے سچی توبہ اور گناہوں کو ترک کئے بغیر کسی خیر و بھلائی کی امید نہیں کی جاسکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من الایمان باللہ الصبر علی اقدار اللہ

باب: تقدیر پر صبر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حصہ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾(التغابن: ۱۱)۔

’’جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اللہ اُس کے دِل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے‘‘۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ شخص ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی ہو اور دل سے اسے تسلیم کرے ❶۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَ النِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ .))❷۔

’’لوگوں میں دو کام ایسے ہیں جو کفر ہیں، ایک تو کسی کے نسب پر طعن کرنا اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا‘‘❸۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ .))❹

---

❶ تفسیر ابن جریر الطبری، رقم 26496) علقمہ رحمہ اللہ کا قول نہایت درست اور صواب پر مبنی ہے۔ یاد رہے! مصائب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے آتے ہیں اور تقدیر کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی حکمت پر ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ ہر امر کو اس کے انجام کے مناسب و موافق مقام پر رکھا جائے جس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ جب بھی بندے کو مصیبت پہنچے تو اللہ کی طرف سے بندے کے لیے اسی میں خیر ہوتی ہے۔ اب اگر اس پر صبر کرے گا تو عند اللہ ماجور ہوگا اور اگر ناراضی کا اظہار اور شکوہ کرے گا تو گناہ گار ٹھہرے گا۔

❷ (صحیح مسلم ,کتاب الإیمان ,باب طلاقِ اسمِ الکفرِ علی الطعنِ فِی النسبِ والنِیاحۃِ علی المیتِ ,ح: 67 ومسند احمد :2ظ 496 ,441 ,377)

❸ دو کام اکثر لوگوں میں موجود رہیں گے: نسب پر طعن کرنا اور نوحہ کرنا۔ رونا پیٹنا، چیخنا اور چلانا نوحہ ہے جو کہ صبر کے خلاف ہے۔ صبر کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اعضاء پر کنٹرول رکھے، زور زور سے نہ روئے، چہرے پر یا جسم کے کسی حصے پر تھپڑ مارے، دامن نہ پھاڑے، اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرے۔ ان کاموں کے کفر ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ جو شخص یہ کام کرے وہ کافر ہو جاتا ہے یا وہ دین اسلام سے مکمل طور پر خارج ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص یہ کام کرے یا جس میں یہ خصلت پائی جائے اس میں یہ خصلت کفار کی ہے۔ گویا یہ کفار کا کام ہے، مسلمانوں کا نہیں۔

❹ (صحیح البخاری ,کتاب الجنائِزِ ,باب: لیس مِنا من ضرب الخدود ,ح: 1297وصحیح مسلم ,کتاب الإِیمانِ, باب تحرِیمِ ضربِ الخدودِ وشقِ الجیوبِ …… ح: 103ومسند احمد :1ظ 432 ,386)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص صدمے کے وقت چہرے پیٹے؛ گریبان پھاڑے، اور جہالت کے بول بولے، وہ ہم میں سے نہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا وَ اِذَا اَرَادَ بِعَبْدِہِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْہُ بِذَنْبِہٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ .))[1]

''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر خواہی کرنا چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں جلد دے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ سختی کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا کو روک لیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پوری پوری سزا دے گا''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا ہے:

((اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضَا وَ مَنْ سَخِطَ فَلَہُ السَّخَطُ .))[2]

''بڑی آزمائش کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں سے محبت ہو وہ انہیں آزماتا ہے۔ جو شخص اس آزمائش پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جس شخص اس آزمائش پر ناخوش ہو، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناخوش اور اس پر ناراض ہو جاتا ہے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ التغابن کی آیت 11 کی تفسیر واضح ہوئی [جس میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل کو ہدایت بخشتا ہے]۔

2۔ تقدیر پر صبر کرنا بھی ایمان باللہ کا حصہ ہے۔

3۔ کسی کے نسب پر طعن کرنا مذموم اور کفریہ کام ہے۔

4۔ صدمہ کے وقت چہرہ پیٹنے؛ گریبان پھاڑنے اور جاہلانہ بول بولنے پر سخت وعید بیان ہوئی ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ کس انداز پر کس طرح بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں۔

6۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر سختی کا ارادہ کریں تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

7۔ اللہ تعالیٰ کو کسی بندے سے محبت ہو تو اس کی علامت کیا ہے۔

8۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ناخوش ہونا حرام ہے۔

9۔ آزمائشوں پر راضی ہونے کا بہت زیادہ اجر ہے۔

---

[1] (سنن الترمذی ,ابواب الزھدِ ,باب ما جا فِی الصبرِ علی البلاء ,ح:2396 ؛ حسنہ الترمذي)

[2] (جامع الترمذی ,أبواب الزھدِ ,باب ما جاء فِی الصبرِ علی البلا,ح:2396)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

تقدیر پر صبر ایمان کا حصہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری پر صبر اور نافرمانی سے اجتناب پر صبر؛ ان دونوں کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ یہ نہ صرف ایمان ہیں؛ بلکہ اس کی بنیاد اور اساس ہیں۔ بیشک ایمان سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں اس کی رضامندی اور قربت کے کاموں پر صبر اور حرام کاموں سے اجتناب پر صبر کا نام ہے۔

بیشک دین کی چکی تین اصولوں کے گرد گھومتی ہے:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق؛ ۲۔ ان کے احکام کی اطاعت۔ ۳۔ اور نواہی سے اجتناب۔ ❶

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھ اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر اسی عموم میں داخل ہے۔ لیکن اسے بطور خاص ذکر کرنے کی وجہ اس کی معرفت اور اس پر عمل کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔

جب انسان کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ مصیبت بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے آتی ہے۔ اور اس تقدیر میں اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت کار فرما ہوتی ہے۔ اور بندے کے حق میں اس کے مقدر ہونے میں؛ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوتی ہیں۔ اور ان مشکلات پر صبر اور اللہ تعالیٰ کی قضاء کے سامنے سر تسلیم خم کرنا؛ اللہ تعالیٰ کی قربت کا کام ہے؛ جو اس سے ثواب کی امید پر اور عذاب کے خوف سے ہوتا ہے۔ تاکہ اعلیٰ ترین اخلاق بطور غنیمت حاصل کر سکے؛ اور اس کا دل مطمئن ہو؛ اور اس کا ایمان اور توحید مضبوط ہو۔

---

❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ صبر سے بہتر اور وُسعت پذیر چیز کسی کو نہیں دی گئی، اور پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں ''ہم نے اپنی زندگی کے اُس حصہ کو بہتر پایا جس میں صبر ہے''۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایمان میں صبر کو وہی مقام حاصل ہے جو انسان کے بدن میں سر کو ہے یہ کہہ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا دیکھو اُس شخص کا ایمان ہی نہیں جس میں صبر کی صلاحیت نہیں ہے''۔
للہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا انتہائی عظیم الشان اور جلیل القدر عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا اور اس کی منہیات سے رکنا صبر ہی سے ممکن ہے۔ صبر کی تین اقسام ہیں: زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنا، قلبی طور پر ناراضی محسوس نہ کرنا اور اعضاء کے ذریعہ بے صبری کا اظہار نہ کرنا ..... یہ سب صبر ہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جآء فی الریاء

باب: ریاکاری ایک مذموم عمل ہے۔

[اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ریاکاری ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے اور اس سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں]۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الکھف: ۱۱۰)

''فرما دیجیے: میں تو ایک اِنسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک اللہ ہی ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے'' ❶۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ مَعِيَ فِيْهِ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَ شِرْكَهٗ .)) ❷

''میں تمام شرکا سے بڑھ کر شرک سے مستغنی ہوں۔ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرے تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں'' ❸۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ ریاکاری یعنی دکھلاوا ایک انتہائی مذموم عمل ہے۔ یہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ لفظ ریاء سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی آنکھوں سے دیکھنے کا ہے۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ انسان نیکی کا کوئی عمل کرتے وقت یہ ارادہ کرے کہ لوگ مجھے یہ عمل کرتے ہوئے دیکھ لیں اور میری تعریف کریں۔

❷ (صحيح مسلم ,تاب الزهدِ والرقائقِ ,باب من شر فِي عملِهِ غير اللهِ ,ح:2985)

❸ یہ حدیث دلیل ہے کہ ریا والا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ وہ مردود عمل ہے۔ جب کسی عبادت میں ابتدا ریا شامل ہو جائے تو وہ ساری عبادت باطل ہو جاتی ہے۔ اور عمل کرنے والا دکھلاوے کی وجہ سے گناہ گار اور شرک خفی کا مرتکب ہوتا ہے۔ البتہ اگر اصل عمل (عبادت) محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو مگر عمل کرنے والا اس میں کسی قدر ریا کو شامل کر دے مثلاً اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نماز کا رکوع طویل کر دے اور تسبیحات کی تعداد زیادہ کر دے تو ایسا کرنے سے وہ آدمی گناہ گار ہوگا اور اس کی اتنی عبادت ضائع ہو جائے گی جتنی اس نے ریا کے لیے کی جبکہ مالی عبادت میں ریا شامل ہونے سے ساری عبادت اکارت جاتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ يَقُومُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ .)) ❶

''کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ (ضرور بتلایئے) آپ نے فرمایا: وہ ہے شرک خفی کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو اور وہ اپنی نماز کو محض اس لیے سنوار کر پڑھے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے'' ❷۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ الکہف کی آیت 110 کی تفسیر معلوم ہوئی۔

2۔ عمل صالح میں اگر غیر اللہ کا معمولی سا بھی دخل ہو جائے تو وہ سارا عمل مردود اور ضائع ہو جاتا ہے۔

3۔ اور اس کا اساسی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مکمل طور پر مستغنی ہے۔

4۔ ریا والے عمل کے ضیاع کا ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے والے تمام شرکاء سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

5۔ نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بھی ریا کا اندیشہ تھا۔

6۔ نبی کریم ﷺ نے ریا کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا: کوئی آدمی نماز جیسا عمل کرتے ہوئے محض اس لیے اسے عمدہ طور پر ادا کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

---

❶ (مسند احمد: 3/30و سنن ابن ماج، الزهد، باب الريا و السمع، ح:4204)

❷ ریاء عام طور پر دل میں اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ یہ انسان کو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی بجائے لوگوں کی طرف متوجہ کر دیتی ہے (اور اس سے بچنا انتہائی مشکل ہے)۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے فتن دجال سے زیادہ خوفناک اور شرک خفی قرار دیا ہے۔ اس شرک کو خفی اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ کے لئے ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بباطن وہ غیر اللہ کے لئے انجام دے رہا ہے، کیونکہ وہ نماز اس لئے ٹھیک ادا کر رہا ہے کہ اُسے لوگ دیکھ رہے ہیں۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ کے مقدس ترین دَور میں ہم ریا کاری کو شرکِ اصغر سمجھا کرتے تھے''۔ (ابن جریر فی التہذیب)۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب: مِنَ الشِّرْكِ اِرَادَةُ الْاِنْسَانِ بِعَمَلِهِ

باب: کسی نیک عمل سے دنیا کا طالب ہونا بھی شرک ہے

[اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان اگر دنیوی اغراض کے پیش نظر کوئی عمل کرے تو یہ بھی شرک کی تعریف میں آتا ہے]۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

"جو لوگ دُنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائی چاہتے ہیں ان کے عمل کا سارا بدلہ ہم یہیں دے دیتے ہیں اور اس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ آخرت میں ان کیلئے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (وہاں معلوم ہو جائے گا کہ) جو کچھ اُنہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیامیٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے" [1]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيْلَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَ انْتُكِسَ وَ اِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعَنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةً قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَ اِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَ اِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ .)) [2]۔

"درہم و دینار (روپے پیسے) کا پجاری ہلاک ہوا۔ چادر اور کمبل کا پجاری ہلاک ہوا۔ اگر یہ چیزیں اسے مل جائیں تو خوش اور اگر نہ ملیں تو ناخوش۔ یہ برباد اور سرنگوں ہوا۔ اگر اسے کانٹا چبھے تو کوئی نہ نکالے، اور اس شخص کے لیے بہت بڑی سعادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہو، اس کا سر (یعنی بال) پراگندہ اور پاں گرد

[1] دنیاوی بدلے کے لیے کوئی نیک عمل کرنا شرک اصغر ہے اور اپنے اعمال، قصد اور حرکات سے محض دنیا کے طالب کفار ہی ہوتے ہیں۔ یہ آیت اگرچہ انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ کے تحت ہر وہ شخص آ جاتا ہے جو اپنے عمل صالح کے ذریعہ دنیا کا طالب اور خواہاں ہو۔

[2] (صحيح البخاري، كتاب الجهادِ والسِيرِ، باب الحِراسِ فِي الغزوِ فِي سبِيلِ اللهِ، ح:2887)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آلود ہوں، اگر اسے (اسلامی فوج کے) پہرے پر بٹھایا جائے تو پہرہ دے، اگر اسے (اسلامی لشکر کے) پچھلے حصے پر مقرر کیا جائے تو وہاں ڈیوٹی دے، اگر وہ اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ ملے، اور اگر وہ کسی کے حق میں سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو"۔

اس باب کے مسائل:

1۔انسان کا، آخرت میں کام آنے والے نیک اعمال کے بدلے، دنیا کا خواہش مند ہونا مذموم ہے۔
2۔سورہ ہود کی آیات 16، 15 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی جن میں طالب دنیا کی مذمت بیان ہوئی ہے۔
3۔مسلمان آدمی کو درہم و دینار کا پجاری کہا جا سکتا ہے۔
4۔اگر اس کی آرزو پوری ہو تو خوش ورنہ ناخوش ہوتا ہے۔
5۔اس حدیث میں الفاظ تعِس اور وانتکس قابل غور ہیں۔
6۔اور حدیث کے الفاظ وِإذا شِيك فلا انتقش بھی توجہ طلب ہیں۔
7۔اس حدیث میں مذکورہ صفات کے حامل، مجاہد کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

ان دو ابواب کی شرح:

باب: ریا کاری ایک مذموم عمل ہے۔
باب: کسی نیک عمل سے دنیا کا طالب ہونا بھی شرک ہے

جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اس دین کی اساس اور توحید اور عبادت کی روح ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال کو صرف اللہ کے لیے؛ اس سے فضل وثواب کی امید پر بجالائے۔پس وہ ایمان کے چھ ارکان اور اسلام کے پانچ ارکان کو مکمل طور پر بجالائے۔اور ایمانی حقائق جیسے احسان؛ کو پورا کرے؛ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اور بندے کے حقوق بھی۔اور ان کو پوری طرح سے بجالاتے ہوئے ارادہ اور نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول اور آخرت کی کامیابی ہو۔اس سے نہ ہی کسی قسم کی ریا کاری مطلوب ہو اور نہ ہی جاہ ومرتبہ اور نہ ہی دنیا؛ اس طرح سے اس انسان کا دین اور ایمان مکمل ہو جائیں گے۔

اس کا سب سے بڑا منافی امر وہ لوگوں کے لیے ریا کاری کرنا؛ اور ان سے مدح اور تعظیم کا طلب گار ہونا ہے۔یا پھر یہ کہ دنیا کمانے کے لیے کوئی کام کیا جائے۔ایسا کرنے سے توحید اور اخلاص پر قدح وارد ہوتی ہے۔

جان لیجیے کہ ریا کاری کے عمل میں کچھ تفصیل ہے:

ا۔اگر کسی انسان کے کوئی کام کرنے کا اصل مقصد ہو لوگوں کو دکھلانا ہو؛ اور یہ بری نیت آخر تک باقی رہے؛ تو اس سے عمل کا اجر وثواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضائع ہو جاتا ہے۔ اور ایسا کرنا شرک اصغر ہے؛ اور اب اس بات سے ڈر کر رہنا چاہیے کہ کہیں یہ دل میں شرک اکبر کے پیدا ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے ❶۔

۲۔ اگر اس کام پر آمادہ کرنے اصل سبب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش تھی؛ پھر اس کے ساتھ لوگوں کو دیکھانے کا ارادہ بھی مل گیا؛ اور اس انسان نے اپنے عمل میں اس برے ارادے کو ترک نہیں کیا؛ تو ظاہری نصوص کی روشنی میں یہ عمل باطل ہو گیا ❷۔

۳۔ اگر اس کام پر آمادہ کرنے اصل سبب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس کی رضامندی کی تلاش تھی؛ لیکن عمل کرنے دوران ریاء کاری کا خیال بھی آ گیا؛ اگر اس نے اس فاسد خیال پر قابو پا کر اسے ختم کر دیا؛ اور اپنی نیت صرف اللہ کے لیے خالص کر دی؛ تو اس سے اس کے عمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اگر وہ اس ریا کاری پر ہی رک گیا؛ اور مطمئن ہو گیا؛ تو اس کے عمل میں کمی آ جاتی ہے۔ اور عمل کرنے والے کے ایمان اور اخلاص میں اسی قدر کمزوری آ جاتی ہے جس قدر اس نے ریا کاری کی ہو۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے عمل کو خالص اللہ کی رضا کے لیے کر دی اور ریا سے چھٹکارا حاصل کر لے ❸۔

ریا کاری بہت بڑی آفت ہے۔ جسے بہت ہی سخت علاج کی ضرورت ہے؛ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو اخلاص کا عادی بنانے کی مشق کرے۔ ریاء کاری اور مضر اغراض و مفاسد سے دور رہنے کے لیے بھرپور مجاہدہ کرے۔ اور ہر دم ان چیزوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انسان کے ایمان اور توحید کو اپنے فضل و کرم سے خالص اپنی رضا کے لیے کر دیں گے۔

دنیاوی غرض و غایت کے لیے عمل کی تفصیل:

اگر انسان کا سارا مقصود ہی دنیا ہو؛ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت کی چاہت بالکل شامل نہ ہو؛ تو ایسے انسان کا

---

❶ جب ایک شخص کوئی عمل صالح اللہ کی رضا کے لئے انجام دیتا ہے جیسے صدقہ و خیرات، روزہ، نماز، رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اُن سے حسن سلوک، یا کسی پر ظلم کرنے سے رُک جانا۔ وہ ان اعمال کی بجا آوری میں آخرت کے اجر و ثواب کا متمنی نہیں ہوتا بلکہ چاہتا ہے کہ دُنیا میں ہی اُسے اس کا بدلہ مل جائے۔ ان اعمالِ حسنہ سے نہ تو وہ جنت کا طلبگار ہوا اور نہ جہنم کے عذاب سے بچنے کی تمنا ہو۔ پس ایسے شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں چکا دیا جاتا ہے۔ اور آخرت میں اس کا قطعاً کوئی حصہ نہ ہوگا۔

❷ دوسری قسم: یہ زیادہ خطرناک ہے، یہ کہ انسان عمل صالح انجام دے مگر نیت میں ریا کاری اور لوگوں کو دکھلاوا ہو، آخرت میں کامیابی مدنظر نہ ہو۔

❸ ۔تیسری صورت یہ ہے کہ انسان اعمالِ صالحہ کی بجا آوری سے دنیاوی مال و متاع کا خواہشمند ہو، جیسے سفر حج میں مال و متاع حاصل کرنا مقصود ہو، یا دنیا کے حصول کی خاطر؛ یا دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض یہ ہو کہ بال بچوں کا پیٹ پال سکے، جیسا کہ آج کل اکثر جگہوں پر ہو رہا ہے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ عمل صالح تو رضائے الٰہی کے لئے کرے، لیکن ان اعمالِ حسنہ کے ساتھ ساتھ ایسا عمل بھی کر رہا ہو جس سے وہ دین اسلام سے خارج سمجھا جائے گا جیسے یہود و نصاریٰ کا عبادتِ الٰہی کرنا، ان کا روزے رکھنا، ان کا صدقہ و خیرات کرنا جس سے ان کی اصل مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کر لیں اور آخرت میں کامران ہو جائیں۔ یا اسلام کا دعویٰ کرنے والے وہ افراد جو کفر و شرک میں مبتلا ہیں جس سے انسان دائرہ اسلام سے بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ کوئی ایسا عمل صالح کریں جس سے آخرت کے عذاب سے نجات اور اللہ کی رضا چاہتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کے کفر و شرک میں ملوث اعمال کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال بھی برباد ہو رہے ہیں۔

اس حدیث سے درہم و دینار کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ جس نے درہم و دینار کے لیے عمل کیا وہ گویا کہ وہ ان کی عبادت کر کے شرک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ عبودیت کے درجات مختلف ہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس چیز کا پجاری ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز ہی اس کے اس عمل کی محرک او باعث ہے۔ اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ پجاری اپنے آقا کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے، اس کا آقا اس کا رخ جدھر بھی کر دے وہ ادھر ہی ہو لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

ایسا عمل؛ اس طرح سے کسی مؤمن سے صادر نہیں ہوسکتا۔ پس اگر چہ اس کا ایمان کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو؛ مگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت کی کامیابی کی چاہت ضروری ہے۔

ہاں اگر کوئی انسان اس طرح سے عمل کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی چاہتا ہو اور دنیاوی غرض بھی؛ اور اس میں دونوں ارادے برابر ہوں؛ یا قریب قریب ہوں؛ تو ایسا مؤمن ناقص ایمان اور ناقص توحید والا ہوگا۔ اور اس کا عمل بھی اخلاص کامل نہ ہونے کی وجہ سے ناقص ہے۔

ہاں جو کوئی عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے بجالائے؛ اور اپنے عمل میں بھی مکمل طور پر مخلص ہو؛ لیکن وہ اپنے عمل پر کچھ نہ کچھ دنیاوی مادہ لیتا ہے تا کہ اس سے وہ اس عمل اور اپنے دین پر مدد حاصل کرے؛ جیسا کہ وہ انعامات جو کسی نیکی کے کام پر رکھے جاتے ہیں؛ جیسے وہ مجاہد جس کے جہاد کے نتیجہ میں غنیمت اور رزق ملتا ہے؛ اور وہ اوقاف جو مساجد اور مدارس کے لیے؛ اور دینی ملازمتیں جو ان ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کو دی جاتی ہیں۔ تو ایسے لین دین کی وجہ سے انسان کے ایمان اور توحید پر حرف نہیں آتا؛ کیونکہ یہ انسان اپنے عمل سے دنیا کا طلب گار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا مقصد و مطلوب دین ہوتا ہے؛ اور یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ اسے ملا ہے وہ اس کے دین کے امور پر اس کے لیے مددگار ثابت ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اموال کو مشروع ٹھہرایا ہے؛ جیسے زکواۃ اور مال فئے وغیرہ سے ایک بڑا حصہ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو مختلف قسم کی دینی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

اس تفصیل سے اس انتہائی اہم مسئلہ کا حکم بھی واضح ہوتا ہے؛ اور یہ بھی واجب ہوتا ہے کہ ہر ایک معاملہ کو اس کی منزلت پر رکھا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من اطاع العلماء والامرا فی تحریم ما احل اللہ او تحلیل

باب: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے میں..... ❶

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ:

((یُوْشَكُ اَنْ تُنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ تَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ .))

''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں؛ میں کہتا ہوں یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے یوں کہا'' ❷۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

((عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الْاِسْنَادَ وَ صِحَّتَهٗ وَ يَذْهَبُوْنَ اِلٰى رَاْيِ سُفْيَانَ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور:٦٣)

لَعَلَّهٗ اِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِهٖۤ اَنْ يَّقَعَ فِيْ قَلْبِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الزَّيْغِ فَيَهْلِكُ.))

''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو حدیث کی سند اور اس کے صحیح ہونے کا علم ہو جانے کے بعد بھی سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے پر عمل کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور:٦٣)

---

❶ اس باب میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر علما اور اُمراء کی اطاعت کرنے والا مشرک ہے کیونکہ وہ اللہ کے سوا اُن لوگوں کو رب قرار دیتا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ اس باب میں توحید کے تقاضے اور کلمہ شہادت کے لوازمات بیان کر رہے ہیں۔ یاد رہے! علماء دین کتاب وسنت کی نصوص کو سمجھنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں ان کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تابع سمجھ کر کی جائے گی۔ مستقل طور پر اطاعت صرف اللہ عزوجل کی ہے۔ البتہ وہ اجتہادی معاملات جن کے بارے میں کتاب وسنت کی کوئی نص صریح وارد نہیں ہوئی ان میں وہ قابل اطاعت ہیں کیونکہ اس کی اجازت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ شریعت نے ان مصلحتوں کا لحاظ رکھا ہے۔

❷ امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے واضح فرمان کے سامنے کسی دوسرے کی رائے پیش کرنے کے قائل نہ تھے، خواہ وہ قول اور رائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسی جلیل القدر شخصیات ہی کی کیوں نہ ہو تو پھر ان سے کم مرتبہ کسی شخصیت کی بات رسول اللہ ﷺ کی بات کے سامنے کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی فتنہ یا سخت عذاب نہ آ پڑے''۔

[آپ نے پوچھا:] جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ اس سے مراد شرک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو انسان رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اس کے دل میں کجی آ جائے اور وہ ہلاک ہو جائے''۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ قَالَ اَلَيْسَ يُحِرِّمُوْنَ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ فَتُحَرِّمُوْنَهٗ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ .))[التوبه 31]

''انہوں (یعنی عیسائیوں) نے اپنے علما، بزرگوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان شریکوں سے پاک ہے جن کو وہ اس کے شریک ٹھہراتے ہیں''۔

(تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، جو کہ پہلے عیسائی تھے، فرماتے ہیں) میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہم ان علماء اور بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا نہیں تھا کہ تم اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حلال سمجھتے تھے؟ میں نے کہا: واقعی ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے''[1]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ نور کی آیت 63 کی تفسیر واضح ہوئی۔ [جس میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور حکم عدولی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے]۔

2۔ سورہ التوبہ کی آیت 31 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

3۔ یہ بھی واضح ہوا کہ عبادت کا صرف وہ مفہوم نہیں جو عدی رضی اللہ عنہ نے سمجھ کر اس کا انکار کیا تھا[2]۔

4۔ [رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی بھی ہستی کو پیش نہیں کیا جاسکتا] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے

---

[1] جامع ترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورہ التوبہ، ح 3095۔ علماء وامرا کی تعظیم میں غلو کرتے ہوئے ان کی اطاعت میں دین کو تبدیل کر ڈالنا، جس چیز کو وہ حلال کہیں اسے حلال سمجھنا اور جس چیز کو وہ حرام کہیں اسے حرام جاننا جبکہ اس بات کا علم بھی ہو کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام، یہ سراسر انہیں رب اور معبود بنا لینے کے مترادف ہے اور یہ بہت بڑا کفر اور شرک اکبر ہے کیونکہ اس صورت میں اطاعت (جو کہ عبادت کی ایک قسم ہے۔ کا حق دار، اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو ٹھہرایا گیا ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس مقام پر، صوفیا، تصوف کے باطل طریقوں اور صوفیا کی تعظیم میں غلو کرنے والوں کے بارے میں تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مشائخ اور اولیا، جن کو وہ اپنے زعم باطل میں اور لیا سمجھتے تھے حالانکہ وہ حقیقت میں اولیا نہیں تھے، کی دین کو تبدیل کرنے میں اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی اطاعت کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ان کو رب اور معبود بنالیا تھا۔

[2] انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو اپنے علما اور بزرگوں کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو علما کے کہنے پر حرام سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو علما کے کہنے پر حلال سمجھنا بھی ان علما کی عبادت اور ان کو اپنے معبود گردا ننے کے مترادف ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نام لینے پر؛ اور امام احمد رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا نام پیش کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

5۔ اب حالات اس حد تک تبدیل ہو گئے ہیں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک بزرگوں کی عبادت، ایک افضل ترین عمل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اب اسے ولایت کہا جاتا ہے۔ اسی طرح علم وفقہ کے نام پر اہل علم کی عبادت ہوتی ہے۔ اور پھر بعد ازاں حالات اس قدر تبدیل ہو چکے ہیں کہ اللہ کے بالمقابل ایسے لوگوں کی بھی پرستش ہو رہی ہے جو مطلقا صالح نہ تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کی بھی پرستش ہو رہی ہے جو اصحاب علم نہیں بلکہ جاہل مطلق ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

باب: بعض ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی حقیقت ❶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا☆ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ☆ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا﴾[النساء ٦٠۔٦٢]

''اے نبی! آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں: ہم آپ پر نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے ہیں؛ اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کیلئے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ اُنہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دُور لے جانا چاہتا ہے۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے، اور آؤ رسول ﷺ کی طرف، تو اُن منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر اُس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت اُن پر آن پڑتی ہے؟ اُس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے''❷۔

---

❶ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا تقاضا ہے کہ حکم اور فیصلے میں بھی ہی اکیلا اور وحدہ لاشریک لہ سمجھا جائے۔ اطاعت کا حقدار صرف اللہ عزوجل کو جانیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کو سچ ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بندے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق باہمی فیصلے کریں۔ جاہلیت کے قوانین اور ضوابط کے مطابق فیصلے کرنا ترک کر دیں کیونکہ یہ بہت بڑا کفر اور توحید کے منافی امر ہے۔

❷ ان لوگوں کا اپنے مقدمے کو فیصلہ کروانے کے لیے طاغوت (غیر اللہ) کے پاس لے جانا؛ اور ساتھ ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ وہ قرآن اور اس سے سابقہ تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھتے ہیں، جھوٹ اور حقیقت کے برعکس ہے کیونکہ ایمان، اور طاغوت سے فیصلہ کروانے کی خواہش رکھنا دونوں ایسے باہمی متضاد امور ہیں کہ ان دونوں کا یکجا جمع ہونا ناممکن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۱)

''جب کبھی اُن سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو اُنہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں''۔

اور مزید فرمایا:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (الاعراف: ٦٥)

''زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اِصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے''[1]۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المآئدۃ: ٥٠)

''تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اُن کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں''[2]۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به .))[3]

''تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی تمام تر خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لایا ہوں''۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک منافق اور یہودی کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ یہودی جانتا تھا کہ محمد ﷺ رشوت نہیں لیتے۔ اس نے کہا ہم یہ معاملہ محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور منافق نے کہا: ہم یہ معاملہ یہود کے پاس لے چلتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہودی رشوت لیتے ہیں۔ آخر کار دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ بنو جہینہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرا لیا جائے۔ تو اس موقع پر سورہ نسا کی آیت نازل ہوئی: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ (ترجمہ، باب کے آغاز میں گزر چکا ہے۔)

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ:

---

[1] غیر اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے کرنے اور اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہرانے سے زمین میں فساد برپا ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور توحید کے ساتھ زمین میں امن و امان ہوتا ہے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ زمین میں شرک پھیلانے اور اس کے اسباب و وسائل کو اختیار کرنے کی سعی و کوشش کرنا منافقوں کی خصلت ہے اور اس سے بدتر یہ کہ وہ فساد کرنے کے باوجود اپنے آپ کو امن پسند اور اصلاح پسند کہتے ہیں۔

[2] دور جاہلیت کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ جو جس کو چاہتا اسے اپنا حکم اور منصف مان لیتا اور وہ منصف اپنے ہی وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ کرتا۔ گویا جاہلیت کے قوانین کے مطابق فیصلے کرنا اور کرانا ایک بشر اور انسان کو حکم اور منصف بنانا ہے اور اسے حکم و منصف بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اسے مطاع، لائق اطاعت اور اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرایا گیا ہے جو شرک اور باطل ہے۔

[3] (قال النووی فی الاربعین، ح: 41 حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''یہ آیت ان دو آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جن کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو گیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم یہ معاملہ محمد ﷺ کے پاس پیش کرتے ہیں۔ دوسرے نے کہا: نہیں، یہ معاملہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس لے چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے تو ان میں سے ایک نے سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے استفسار کیا جو رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ نہیں کرانا چاہتا تھا، کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! چنانچہ انہوں نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا''۔ (تفسیر الدر المنثور للسیوطی)

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ نسا کی آیت 60 کی تفسیر اور طاغوت کے معنی کی وضاحت ہوئی۔

2۔ سورہ بقرہ کی آیت 11 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی کہ: ''فساد کرنے والے خود کو اصلاح کار کہتے ہیں''۔

3۔ سورہ اعراف کی آیت 56 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی جس میں زمین میں فساد کرنے سے روکا گیا ہے۔

4۔ سورہ مائدہ کی آیت 50 کی تفسیر بھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔

5۔ اس باب میں مذکور اول الذکر آیت کی تفسیر میں شعبی کا قول بھی سامنے آیا ہے۔

6۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سچا ایمان دار کون ہے اور جھوٹا کون۔

7۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا ذکر بھی ہے۔

8۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تمام تر خواہشات رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع نہ ہوں۔

❀❀❀

ہر انسان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا حاکم/ فیصلہ ساز نہ بنائے۔ اور جن امور میں لوگوں کے مابین اختلاف ہو؛ انہیں فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا چاہیے۔ اس طرح انسان کا سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا؛ اور اس کی توحید صرف اللہ کی رضا کے لیے خالص ہو گی۔

ہر وہ انسان جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے ہٹ کر فیصلے/ قانون سازی کرتا ہے؛ یقیناً طاغوت کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ بھلے وہ یہ خیال کرتا ہو کہ وہ مؤمن ہے؛ مگر حقیقت میں وہ جھوٹا ہے۔

پس ایمان اس وقت تک کامل اور درست نہیں ہو سکتا جب تک دین کے اصول اور فروع میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کر لیا جائے؛ اور دیگر تمام امور میں بھی؛ جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس باب میں بتایا ہے۔

پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر کسی سے فیصلہ لیتا ہے؛ وہ اسے رب بناتا ہے؛ اور طاغوتی فیصلہ لیتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ ......

باب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں علماء اور حکمرانوں کی اطاعت......

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾

''اے نبی! آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں: ہم آپ پر نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے ہیں''۔

مصنف کے اس باب کے عنوان سے ان کا مقصد ظاہر ہوتا ہے۔ بلا شک وشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی قدری اور شرعی اور جزائی احکام جاری کرتے ہیں۔ اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہی معبود برحق وحدہ لاشریک جان اور سمجھ کر ان کی بندگی اور ایسی مطلق اطاعت کی جاتی ہے جس کے ساتھ کوئی معصیت اور نافرمانی نہیں کی جاسکتی۔ اور دیگر ہر ایک کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے تابع ہوتی ہے۔ جب لوگ علماء اور حکمرانوں کو ایسا کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان کی اطاعت کو ہی اصل بنیاد بنا لیتے ہیں؛ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ان کی اطاعت کے تابع کر دیتے ہیں۔ پس جو کوئی ایسا کرتا ہے؛ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو اپنا رب اور معبو بناتا ہے؛ اور ان سے فیصلے کرواتا ہے۔ اور ان کے حکم کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر ترجیح اور افضلیت دیتا ہے۔ ایسا کرنا عین کفر ہے۔ بلا شک وشبہ حکم سارے کا سارا صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے؛ جیسے ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:مَنْ جَحَدَ شَيْئًا مِّنَ الْاَسْمَآءِ وَ الصِّفَاتِ

باب: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے منکر کا حکم ❶

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ﴾ (الرعد: ۳۰)

''اور وہ رحمٰن کو نہیں مانتے، ان سے کہو کہ وہی میرا رب ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی میرا ملجا و ماویٰ ہے''۔

صحیح بخاری میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ .))

''لوگوں کو وہی باتیں بتا جنہیں وہ جان سکیں۔ (جو باتیں ان کے فہم وشعور سے بالا ہوں وہ سنا کر) کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے'' ❷۔

عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے؛ وہ ابن طاؤس سے اور وہ اپنے والد سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں؛ آپ نے ایک شخص کو دیکھا؛ جسے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں ایک حدیث سن کر یوں کپکپی آ گئی گویا اسے یہ حدیث اچھی

---

❶ اس باب کا توحید کے مسائل کے ساتھ دو طرح سے ربط اور تعلق ہے:

الف۔ الوہیت کی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اسماء اور اپنی صفات میں یکتا اور اکیلا ہے۔ اس کی کسی صفت میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا کسی صفت کا انکار کرنے سے انسان شرک وکفر کا مرتکب اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ جب کسی انسان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا فلاں اسم اور فلاں صفت ثابت ہے اور اسے خود اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے، پھر وہ اس کا انکار اور اس کی نفی کر دے تو وہ کفر کا مرتکب ہوگا کیونکہ اس نے کتاب وسنت کی تکذیب کر دی اور اسے جھٹلا دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما....، رقم 127۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ بعض علمی باتیں ہر کسی کو بتانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ مثلاً توحید اسما وصفات کے وہ دقیق مسائل جنہیں سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، ان کے متعلق عوام سے یہی کہا جائے گا کہ وہ ان پر اجمالی طور پر ایمان رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بسا اوقات کوئی آدمی لوگوں کے سامنے اسماء وصفات سے متعلقہ کوئی ایسی بات کر دیتا ہے جسے سمجھنے سے وہ یکسر قاصر ہوتے ہیں؛ لہٰذا وہ سرے سے اس کا انکار ہی کر ڈالتے ہیں۔ اہل علم پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کے منکر نہ بنائیں؛ اور ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کریں جنہیں سمجھنے سے وہ بالکل قاصر ہوں اور ان کی عقلیں وہاں تک رسائی نہ کر سکتی ہوں جس کے نتیجہ میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو جھٹلانے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے بن جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں؛ لگی اور وہ اسے اجنبی سا محسوس کر رہا ہے تو یہ منظر دیکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

''ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سن کر (اور نہ مان کر) ہلاکت میں پڑتے جا رہے ہیں''[1]۔

اور جب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمٰن کا ذکر سنا تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ .... ﴾ (الرعد: ۳۰)

''اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں؛.....''[2]۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

اس باب کے مسائل:

1۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء یا صفات میں سے کسی چیز کے انکار سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

2۔ سورہ رعد کی آیت 30 کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔ [جس میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن کا تذکرہ ہے]۔

3۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات سننے والے کے فہم سے بالاتر ہو اسے بیان نہیں کرنا چاہیے۔

4۔ اس کی وجہ بھی بیان ہوئی کہ اس سیسننے والا، اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کا خواہ مخواہ مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا قصد و ارادہ تکذیب کا نہ بھی ہو۔

5۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا صفت کا انکار ہلاکت و تباہی کا سبب ہے۔

اس باب کی شرح:

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے منکر کا حکم

[1] (مصنف عبد الرزاق، رقم 20895۔ یہ شخص اس حدیث کو اجنبی سا محسوس کر کے کانپ گیا۔ اس نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں مخلوق کے ساتھ مماثلت اور تشبیہ پائی جاتی ہے۔ اسی مماثلت اور تشبیہ کا تصور اس کے ذہن میں آنے سے اس کے دل میں اس صفت الٰہی کا خوف اور ڈر پیدا ہو گیا، حالانکہ ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے کہ وہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت، قرآن و حدیث میں پڑھے یا سنے تو اس کا وہی مفہوم لے جو دیگر صفات کا لیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کو اس طرح سے ثابت کیا جائے کہ اس میں مخلوق کے ساتھ کسی طرح سے کوئی تشبیہ اور تمثیل نہ دی جائے اور نہ ہی اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص کی کیفیت کو محسوس کر کے تعجب کا اظہار کیا کہ یہ لوگ کیسے عجیب ہیں کہ جب ایسی بات سنتے ہیں جس کا انہیں علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں رقت آ جاتی ہے اور جب کتاب و سنت کی کوئی ایسی بات سنتے ہیں جو ان کی عقلوں سے بالاتر ہوتی ہے تو اس پر ایمان بالغیب رکھنے کے بجائے اس کی غلط تاویل، نفی اور انکار کر کے خود کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالتے پھرتے ہیں۔

[2] الرحمٰن۔ اللہ عزوجل کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مشرکین و کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ ہم تو صرف یمامہ (علاقہ) کے رحمٰن کو جانتے ہیں، اس کے سوا کسی رحمٰن کو نہیں جانتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام، رحمٰن کا انکار کیا اور اس طرح وہ ذات باری تعالیٰ کے منکر و کافر ہوئے اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ وَ هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ .... ﴾ ''وہ رحمٰن کے ساتھ کفر کرتے ہیں''۔ لفظ الرحمٰن اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر نام بیک وقت دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے ایک تو ذات باری تعالیٰ اور دوسری، وہ صفت جس کا مفہوم، یہ نام ادا کرتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وہ قاعدہ اور اصول جس پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے اسماء وصفات پر ایمان ہے۔

انسان کو ان چیزوں کا جتنا زیادہ علم ہوگا؛ اس کا ایمان اسی قدر مضبوط ہوگا؛ اور جس قدر توحید میں پختگی ہوگی؛ اللہ کی بندگی بھی ویسی ہی کامل ہوگی۔ جب انسان کو یہ علم ہو جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی تمام صفات کمال؛ عظمت وجلال اور جمال میں واحد ومتفرد ہیں؛ اس کمال میں کوئی بھی چیز ان کے مماثل یا مشابہ نہیں؛ تو اس سے یہ بھی جاننا واجب ہو جاتا ہے کہ معبود برحق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اور ان کے علاوہ ہر ایک کی عبودیت باطل ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے کسی ایک کا انکار کرے؛ تو یقیناً وہ توحید کے متناقض اور منافی کام کرتا ہے۔ اور ایسا کرنا کفر کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:قول الله تعالى: يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا

باب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر پھر انکار کرتے ہیں

[اللہ تعالیٰ کے اِحسان کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں بیشتر لوگ ایسے ہیں جو حق کو ماننے کے لئے تیار نہیں]۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴾(النحل:۸۳)

''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر ان کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ ناشکرے ہیں'' ❶۔

اس آیت کی تفسیر میں مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان کا یوں کہنا کہ یہ مال تو مجھے آباء واجداد کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے، اللہ کی نعمت کا انکار ہے ❷۔

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں لوگوں کا یہ کہنا کہ: ''اگر فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا، اللہ کی نعمت کا انکار ہے'' ❸۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کا یہ کہنا کہ: ''یہ ہمارے معبودوں کی سفارش کا صلہ ہے، بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار ہے ❹۔

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

❶ انسان کو چاہئے کہ وہ یہ یقین رکھے کہ تمام کی تمام نعمتیں، اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور توحید بھی تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب ہر نعمت کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہی کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نسبت، غیر اللہ کی طرف کرنا توحید میں نقص اور شرک اصغر ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وما بكم من نعمة فمن الله﴾[النحل 53 :]اور تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ ہی کی صرف سے ہیں۔

❷ یہ بات توحید کے منافی اور شرک ہی کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ ایسا کہنے والے شخص نے مال و دولت کی اس عظیم نعمت کی نسبت اپنی طرف اور اپنے آبا اجداد کی طرف کر دی جبکہ فی الواقع یہ مال، اللہ عزوجل ہی نیاس کے آبا اجداد کو دے رکھا تھا پھر اسی رب کی تقسیم سے، جو اس نے وراثت کی صورت میں کی، اس بندہ مومن تک یہ مال پہنچا تو گویا یہ سب، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے والد کو اولاد تک مال پہنچانے کا ایک سبب اور ذریعہ بنایا ہے اور اسی لیے وراثت کی تقسیم میں والد یا کسی بھی صاحب مال کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جسے چاہے اس کا وارث اور حق دار بنا دے کیونکہ درحقیقت اس مال کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ عزوجل ہے۔ جسے وہ چاہے گا وہی اس کا وارث اور مالک بنے گا۔

❸ مثلاً یہ کہنا کہ اگر فلاں پائلٹ اپنی مہارت نہ دکھاتا تو ہم سیدھے تباہی کی طرف جا رہے تھے [گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں تباہی سے بچانے والا یہی پائلٹ ہی ہے] اسی طرح کے دیگر وہ الفاظ جن میں کسی کام کی نسبت اس کام کے سبب اور واسطے کی طرف کر دی جائے، ناجائز ہیں، خواہ وہ واسطہ انسان ہو یا کوئی جماد؛ یا اللہ کی مخلوقات میں سے کوئی اور مخلوق۔ جیسے بارش، پانی اور ہوا وغیرہ ہیں''۔

❹ (تفسير ابن جرير الطبرى)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((أصبح مِن عِبادِي مؤمِن بِي وكافِر .))[1]۔

”آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہو گئے“[2]۔

یہ حدیث باب نمبر 29 میں گزر چکی ہے۔ کتاب وسنت میں یہ بات بکثرت وارد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعام اور رحمت کو کسی غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت کے لیے بعض اسلاف نے یہ مثال بیان کی ہے:

”جیسے لوگ کہتے ہیں کہ: ”ہوا بہت ہی خوب تھی، ملاح ماہر اور تجربہ کار تھا، وغیرہ جو الفاظ زبان زدعام ہوتے ہیں“۔ (سب ناجائز ہیں کیونکہ اس طرح کہنے سے اللہ کی نعمت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو جاتی ہے)[3]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار یا انکار کس طرح ہوتا ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کی یہ صورتیں بالعموم لوگوں کی زبانوں پر رائج ہیں۔

3۔ اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کے مترادف ہیں۔

4۔ ایک دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار اور انکار، دونوں کا اجتماع ممکن ہے۔

اس باب کی شرح:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر پھر انکار کرتے ہیں

مخلوق پر واجب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی نعمت کو اس کے اقرار واعتراف کے ساتھ اس کے انعام کرنے والے اللہ رب العالمین کی

[1] (صحیح البخاری ,کتاب الأذان ,ح:810؛ و صحیح مسلم,کتاب الإِیمان ,ح:71؛ نسائی 1525)

[2] یعنی جب انہیں کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو ان کے ذہن میں یہ بات گردش کرنے لگتی ہے کہ ہم اپنے اولیا، انبیا، بتوں یا معبودان [باطلہ] کے پاس گئے تھے ان کی پوجا کر کے انہیں خوش کیا تھا تب انہوں نے ہمارے حق میں سفارش کی تو ہمیں یہ بھلائی اور خیر حاصل ہوئی۔ یعنی وہ اپنے جھوٹے خداؤں کو تو یاد کرتے ہیں لیکن اس اللہ عزوجل کو بھول جاتے ہیں جس نے یہ فضل اور انعام کیا ہے۔ انہیں یہ سمجھ تک نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ایسی شرکیہ سفارشیں قبول نہیں کرتا جنہیں وہ یاد کرتے پھرتے ہیں۔

[3] (فتاوی ابن تیمیه جلد 8ص 33)

یہ بہت اہم مسئلہ ہے لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلانی چاہئے اور تنبیہ کرنی چاہئے تاکہ وہ شرک کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات اس قدر ہیں کہ شمار سے باہر، اس لیے ہمارا یہ فرض اور حق ہے کہ اس کے انعامات کی نسبت اسی کی طرف کریں اور انہیں یاد کر کے اس کا شکریہ ادا کریں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کی نسبت اسی مالک کی طرف کی جائے جس کی یہ نوازش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: ﴿وأما بِنِعمةِ ربك فحدِث﴾ [الضحی 11]

”اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے“۔ یعنی یہ کہتے رہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یہ اس کی نعمت ہے اور یہ اس کا احسان ہے کیونکہ جب دل مخلوق میں سے کسی کی طرف مائل ہونے لگتا ہے تو انسان شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے اور شرک سراسر توحید کے منافی ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

طرف ہی منسوب کرے۔جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا۔چونکہ اس سے توحید مکمل ہوتی ہے۔پس جوکوئی اپنے دل اوراپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرے؛تو وہ انسان کافر ہے؛اس کے پاس دین کی رمق بھی باقی نہیں۔

جوکوئی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرے؛کہ سب صرف اللہ وحدہ لاشریک کا انعام ہے؛مگر زبان سے کبھی وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے:اور کبھی اپنی ذات اوراپنے عمل؛اوراپنی محنت وغیرہ کی طرف؛جیسے عام طور پر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے؛تو ایسے انسان پر توبہ کرنا واجب ہوتا ہے۔اوراسے چاہیے کہ ان نعمتوں کو ان کے انعام کرنے والے اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی طرف منسوب نہ کرے۔اوراپنے آپ کو اس کا عادی بنانے کے لیے نفس سے مجاہدہ کرے۔انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک زبانی واعترافی طور پر نعمتوں کو ان کے منعم حقیقی اللہ رب العالمین کی طرف منسوب نہ کرے۔

اس لیے کہ شکرگزاری؛جوکہ ایمان کی سرتاج ہے؛اس کے تین ارکان ہیں:

۱۔دل سے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا اعتراف؛خواہ یہ نعمتیں اس پر ہیں یا کسی دوسرے پر۔

۲۔ان نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان بھی کرے؛اوران پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے۔

۳۔ان نعمتوں سے ان کے انعام کرنے والے کی اطاعت گزاری پر مدد حاصل کرے۔واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ

باب: جب تم جانتے ہو تو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ (البقرۃ)

''پس جب تم جانتے ہو تو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''أندادًا سے مراد شرک ہے جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ مثلاً یوں کہنا والـلهِ و حياتِك (اللہ تعالیٰ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم) یا فلان و حياتكِ (اے فلاں! تیری جان کی قسم) لو لا كليبة هذا لأ تانا اللصوص (اگر اس شخص کی کتیا نہ ہوتی تو ہمیں چور آ لیتے۔) لو لا البط فيِ الدارِ لأ تانا اللصوص (اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمیں چور آ لیتے) یا کسی سے یہ کہنا کہ: ما شا الله و شِئت (وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا اور تم چاہو گے) لو لا الله و فلان (اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا تو....) اس قسم کی تمام باتیں شرک ہیں''۔ [رواہ ابن ابی حاتم]

''تم اس قسم کی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا نام نہ لو۔ یہ سب شرکیہ باتیں ہیں'' [1]۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ حَلَفَ بِغَيرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ .) [2]۔

---

[1] (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم 229، تفسیر ابن کثیر: 94/1) توحید کی حقیقت: توحید کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی شریک ہو نہ کوئی ساجھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کی قسم اٹھانا یا یوں کہنا کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہیگا۔ یہ بھی شرک ہے۔ ایسے مواقع پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہیے۔ توحید کا اولین اور کامل ترین درجہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو فلاں کام نہ ہوتا۔ البتہ یوں کہنا جائز ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا اور پھر فلاں آدمی کا تعاون نہ ہوتا تو میرا فلاں کام نہ ہوسکتا۔ اس صورت میں فلاں [غیر اللہ] کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے کمتر بیان ہوا ہے، اس لیے ایسا کلمہ جائز ہے۔ یہ اصل توحید کے منافی تو نہیں البتہ توحید کے اعلیٰ درجے کے منافی ہے۔ لیکن اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ چاہتا تو یہ کام نہ ہوتا۔ یہ قول ناجائز اور حرام بلکہ شرک ہے۔

[2] جامع الترمذی ،کتاب الإيمان والنذور؛ باب فِی كراهِيةِ الحلفِ بِالآباءِ ح: 1535 المستدرك للحاكم: 1/ 18. حسنه الترمذی و صححه الحاكم ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم اٹھائی، اس نے کفر کیا کا ارتکاب کیا'' ❶۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لأن أحلِف بِاللهِ كاذِبا أحب إِلَيَّ مِن أن أحلِف بِغيرِهِ صادِقاً)) ❷۔

''میرے نزدیک غیر اللہ کی سچی قسم اٹھانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم اٹھانا زیادہ بہتر ہے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقولوا ما شاء الله، وشاء فلان، ولكِن قولوا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فَلَانٌ .)) ❸۔

''یوں نہ کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے؛ بلکہ یوں کہو: جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے''۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ یوں کہنا ناپسند اور مکروہ جانتے تھے کہ: (اعوذ بِاللهِ وبِك) (میں اللہ تعالیٰ کی اور تمہاری پناہ چاہتا ہوں)؛ اور یوں کہنے کو جائز کہتے تھے:: (اعوذ بِاللهِ ثم بِك) (میں اللہ تعالیٰ کی اور پھر تمہاری پناہ چاہتا ہوں)۔ لو لا الله ثم فلان (اگر اللہ تعالیٰ اور پھر فلاں نہ ہوتا) کہنا جائز سمجھتے تھے۔ اور لو لا الله و فلان (اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا تو......) کہنے کو ناجائز کہتے تھے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ سورہ بقرہ کی آیت 22 کے لفظ انداد ''یعنی ہمسر و مقابل'' کی تفسیر موجود ہے۔

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شرک اکبر کے متعلق وارد شدہ آیات کی تفسیر اس انداز سے کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی واضح کرتیں۔

3۔ غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک ہے۔

4۔ اور غیر اللہ کے نام کی سچی قسم کھانے کا گناہ، اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم کھانے کے گناہ سے زیادہ بڑا ہے۔

5۔ واؤ (اور) اور ثم (پھر) کے الفاظ میں معنوی [اور استعمال کے لحاظ سے] فرق ہے۔

---

❶ غیر اللہ کی قسم اٹھانا اس لیے شرک ہے کہ ایسی صورت میں مخلوق کو اللہ جیسا قرار دیا جا رہا ہوتا ہے۔ اور مخلوق کی تعظیم اسی طرح ہو رہی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ ایسا کرنا کفر اصغر اور شرک اصغر ہے۔ البتہ عبادات میں، غیر اللہ کی تعظیم اسی طرح کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، شرک اکبر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دلی طور پر غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھانا چاہتا، البتہ اس کی زبان سے غیر ارادی طور پر نبی کی قسم، کعبہ کی قسم، امانت کی قسم، یا ولی کی قسم وغیرہ کے الفاظ بے ساختہ نکل جاتے ہیں تو یہ بھی شرک ہے کیونکہ اس سے اس کے نزدیک غیر اللہ کی اہمیت اور تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔

❷ (معجم الكبير للطبراني :183 /9، رقم: 8902 ومصنف عبدالرزاق:469 /8، رقم:15926)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا بہت بڑا گناہ اور شرک ہے۔ جھوٹ اگرچہ کبیرہ گناہ ہے، تاہم شرک کئی کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا جرم ہے۔ سچائی میں شرک کی آمیزش کی بہ نسبت، توحید میں جھوٹ کی آمیزش کم تر گناہ ہے۔ کیونکہ توحید والی نیکی جھوٹ سے عظیم تر اور شرک کا گناہ جھوٹ کے گناہ سے عظیم ترین ہے۔

❸ (سنن ابی داود، الادب، باب لا يقال خبثت نفسی، ح:4980؛ سنده صحيح)

یہ نہی [ممانعت] تحریم کے لیے ہے یعنی ایسی بات کہنا حرام ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ کے ذریعہ مشیئت میں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کیا جاتا ہے، البتہ یوں کہنا جائز ہے وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر فلاں چاہے۔ کیونکہ انسان کی مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

جب تم جانتے ہو تو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ

اس باب کا عنوان بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۶۵)

''کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے''[1]۔

''اس سے مقصود شرک اکبر ہے؛ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک بنایا جائے؛ اس سے محبت اور امید رکھی جائے؛ اور اس سے ڈرا جائے؛ اور دیگر عبادات بجالائی جائیں۔

یہاں پر اس عنوان سے مقصود شرک اصغر کی وضاحت ہے؛ جیسے الفاظ میں شرک؛ مثلاً: غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھانا؛ الفاظ بولنے میں اللہ اور مخلوق کو شریک کرنا؛ مثلاً یوں کہنا: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا۔ اور یہ اللہ کی مہربانی اور پھر آپ کی مہربانی ہے۔ اور چیزوں ملنے اور واقعات کے واقع ہونے کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا؛ مثلاً یہ کہنا کہ: اگر چوکیدار نہ ہوتا تو چور آجاتے۔ اور اگر فلاں دواء نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اگر فلاں انسان کی اس کام میں مہارت نہ ہوتی تو وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ اس طرح کی ساری باتیں توحید کے منافی ہیں۔

انسان پر واجب ہوتا ہے کہ تمام امور اور واقعات کو؛ اور فوائد اور اسباب کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور عنایت کی طرف ہی منسوب کرے۔ اور اس کے ساتھ سبب اور اس کا حصول بیان کرے۔ مثلاً یوں کہے: اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور پھر فلاں نہ ہوتا تو.....اور پھر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تمام اسباب کا کارگر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے ماتحت ہوتا ہے۔

انسان اس وقت تک پکا اور سچا موحد نہیں ہوسکتا جب تک اپنے دل میں اور اپنے قول وفعل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ترک کردے۔

---

[1] جناب عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ ''انداد شرکِ مخفی ہے جیسے کہ سیاہ چیونٹی اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلے اور وہ اس طرح کہ تم کہو، اللہ کی قسم، تیری ماں کی قسم، اے فلانی، میری جان کی قسم۔ اور یہ کہے کہ اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے اور اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے۔ اور یہ کہ انسان اپنے ساتھی سے کہے ''جو اللہ چاہے اور تم چاہو'' اور یہ کہ ''اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا'' تو اس میں ''فلاں'' نہ رکھ کیونکہ یہ سب باتیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی تعریف میں آتی ہیں''۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب شرک ہے اور اِس دَور میں اس قسم کے الفاظ لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں جو نہ تو حید کی معرفت رکھتے ہیں اور نہ شرک کی سنگینی سے واقفیت۔ لہٰذا ہر شخص کو ان اُمور سے بچتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ گنا اکبر الکبائر میں سے ہیں اس لئے ان سے سختی سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہیے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فيمن لم يقنع بالحلف الله

باب: اللہ تعالیٰ کی قسم پر اکتفانہ کرنے والے کا حکم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ مَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ وَ مَنْ لَّمْ يَرْضَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰه .))❶۔

''اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھاؤ۔ جو اللہ کی قسم کھائے وہ سچ بولے۔ اور جس کے لئے اللہ کی قسم کھائی جائے، اُسے راضی رہنا چاہیے اور جو راضی نہ ہو، وہ عباد اللہ (اللہ کے نیک بندوں) میں سے نہیں ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا بھی صرف اسی صورت میں جائز ہے جب آدمی سچا ہو۔ اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے اسے چاہئے کہ وہ اس پر راضی ہو جائے یعنی قسم اٹھانے والے کی قسم پر اعتبار کر لے اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا اس کی تعظیم کا اظہار ہے، لہذا اس کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ اس کا نام سن کر آدمی اعتبار کرے اور معاملہ اس کے سپرد کر دے۔ اور اسے خواہ مخواہ جھوٹا قرار نہ دے کیونکہ اگر وہ فی الواقع جھوٹا ہوا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

اور جو شخص قسم پر راضی نہ ہو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ کسی سے قسم اٹھوا کر اس پر اکتفانہ کرنا اور اسے تسلیم نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ اٹھاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے اسے چاہیے کہ سچ بولے۔ اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے اسے چاہئے کہ وہ راضی رہے، اور جو اس پر راضی نہ ہو، اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں''❷۔

---

❶ (سنن ابن ماجه، الكفارات، باب من حلف له بالله فليرض، ح:2101)

❷ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا''۔ ہر شخص کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن شرک تمام بڑے بڑے گناہوں سے زیادہ سنگین ہے اگرچہ شرکِ اصغر ہی کیوں نہ ہو۔ شرکِ اصغر جب تمام کبیرہ گناہوں سے زیادہ سنگین ہے تو اس سے شرکِ اکبر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو خلودِ جہنم کا موجب ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل

1۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی قسم اٹھانا منع ہے۔
2۔اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھوانے والے کو چاہیے کہ وہ اس قسم کو تسلیم کر کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔
3۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھوانے کے بعد بھی راضی نہ ہو؛ اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس باب کی شرح:

اللہ تعالیٰ کی قسم پر اکتفا نہ کرنے والے کا حکم

اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ اپنے فریق مخالف کو قسم دیں؛ اور وہ سچائی وصداقت میں معروف ہو؛ یا پھر ظاہری طور پر وہ نیک انسان ہو خیر و بھلائی پر ہو؛ تو اب آپ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کے قسم اٹھانے کے بعد قناعت کر لیں؛ اور اس کی بات پر راضی ہو جائیں۔اس لیے کہ اب آپ کے پاس کوئی ایسی یقینی چیز نہیں ہے جس سے اس کی قسم کو رد کر سکیں۔

مسلمانوں کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ رب سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم بجالاتے اور اس کی عظمت وجلال کا خیال رکھتے چلے آئے ہیں۔پس آپ پر واجب ہوتا ہے جب کوئی اللہ کا نام لیکر قسم اٹھالے؛ تو اب اللہ کے نام پر راضی ہو جائیں۔اور یقین کر لیں۔

ایسے ہی اگر آپ کسی کے سامنے اللہ کا نام لیکر قسم اٹھائیں؛ اور وہ اس پر راضی نہ ہو؛ بلکہ وہ مطالبہ کرے کہ اپنی بیوی کی طلاق پر قسم اٹھاؤ۔یا پھر اپنے اوپر عذاب آنے کی بددعا کرو؛ تو یہ مطالبہ بھی اس وعید میں داخل ہے۔کیونکہ اس میں بے ادبی اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر کی خلاف ورزی ہے۔اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے تجاوز ہے۔

ہاں جو انسان جھوٹ بولنے/جھوٹی قسم اٹھانے؛ اور فسق وفجور میں معروف ہو؛ اور ایسی بات پر قسم اٹھائے جس میں آپ کو اس کے جھوٹا ہونے کا پکا یقین ہو؛ تو اب اس کو جھٹلانا اس وعید میں داخل نہیں؛ کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا طے شدہ ہے۔اور یہ کہ اس انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی تعظیم نہیں کہ وہ قسم اٹھا کر اس پر لوگوں کو مطمئن کر سکے۔

پس اس قسم کے معاملات وواقعات اس وعید سے خارج ہیں؛ کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا یقینی طور پر معلوم ہے۔واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: قول ما شاء الله و شئت

باب: جواللہ چاہے اور جو آپ چاہیں؛ کہنے کا حکم

جواللہ چاہے اور جو آپ چاہیں کے الفاظ زبان سے نکالنا شرک ہے۔ زمانہ نبوی کے یہودی اور عیسائی بھی ان الفاظ کو شرک قرار دیتے تھے۔

سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

((اَنَّ یَھُوْدِیًّا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ اِنَّکُمْ تُشْرِکُوْنَ تَقُوْلُوْنَ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَ شِئْتَ . وَ تَقُوْلُوْنَ وَالْکَعْبَۃِ . فَاَمَرَھُمُ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ یَّحْلِفُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ وَ اَنْ یَّقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شِئْتَ .)) [1]۔

''ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا: کہ تم لوگ بایں طور مرتکب شرک ہوتے ہو؛ تم کہتے ہو، جواللہ چاہے اور تم چاہو۔ نیز کہتے ہو کعبہ کی قسم! پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جب وہ قسم کھانا چاہیں تو (کعبہ کی قسم نہ کہیں بلکہ) ربِّ کعبہ کی قسم کہیں اور یہ کہیں کہ جواللہ چاہے اور پھر آپ چاہیں''۔

---

[1] (رواہ النسائی و صححہ)۔ زیرِ نظر حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حق بات کہنے والا کوئی بھی ہو اُسے تسلیم کر لینا چاہیے۔

* کعبہ کی قسم نہ اُٹھانی چاہیے، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہی وہ بیت اللہ ہے کہ حج وعمرہ کرنے کے لئے جس کا قصد کرنا فرض ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی ممانعت عام ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو، نہ کسی نبی مرسل کو، نہ بیت اللہ کو، غرض یہ کہ کسی کو بھی اللہ کریم کے ساتھ شریک بنانا حرام ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرنا جائز اور اس کے نام کی قسم اٹھانا اور اس سے دعا والتجاء کرنا حرام ٹھہرا دیا ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند شخص کو ان اُمور میں جو بیت اللہ میں جائز، اور بعض ممنوع ہیں فرق کرنا ضروری ہے اگرچہ ساری دُنیا مخالف اور دشمن ہو جائے۔

جہاں تک ارادہ اور تدبیر و مشیئت کا تعلق ہے؛ تو انسان کا اِرادہ، اللہ کریم کے ارادے کے تحت اور تابع ہے۔ انسان کو اپنے ارادے کے انجام دینے کی قطعاً قدرت نہیں ہے جب تک کہ اللہ کریم نہ چاہے۔ اور وُہی کام ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ جیسے فرمایا: ''اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ ربُّ العالمین نہ چاہے''۔ (التکویر: ۲۹)۔ ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے: ''یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔ یقیناً اللہ بڑا علیم وحکیم ہے''۔

اس حدیث یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کعبہ کی قسم اٹھانا شرک ہے کیونکہ آنے والے یہودی نے یہی کہا تھا ''تم شرک کرتے ہو''۔ اور اس پر آپ ﷺ نے انکار نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اِرشادِ گرامی بھی گزشتہ حدیث کی تائید کرتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم اُٹھانا اور مَا شَآءَ اللّٰہ وَ شِئْتَ کہنا شرک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا:
'' مَا شَآءَ اللّٰہ وَ شِئْتَ ''جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں''۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو''۔ بلکہ کہو: صرف ایک اللہ نے چاہا'' ❶۔
سنن ابن ماجہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مادرزاد بھائی سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:
((رَاَیْتُ فِیْمَا یَرَ النَّآئِمُ کَاَنِّیْ اَتَیْتُ عَلٰی نَفَرٍ مِّنَ الْیَھُوْدِ ؛ قُلْتُ : اِنَّکُمْ لَاَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا اَنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ . قَالُوْا: وَ اِنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ .
ثُمَّ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ مِّنَ النَّصَارٰی فَقُلْتُ: اِنَّکُمْ لَاَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا اَنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ. قَالُوْا وَ اِنَّکُمْ لَاَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْ لَا اَنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ .
فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَخْبَرْتُ بِھَا مَنْ اَخْبَرْتُ؛ ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرْتُہٗ .
قَالَ ھَلْ اَخْبَرْتَ بِھَا اَحَدًا ؟ . قُلْتُ نَعَمْ .
قَالَ : فَحَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ؛ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ طُفَیْلاً رَاٰی رُؤْیًا اَخْبَرَ بِھَا مَنْ اَخْبَرَ مِنْکُمْ وَ اِنَّکُمْ قُلْتُمْ کَلِمَۃً کَانَ یَمْنَعُنِیْ کَذَا وَ کَذَا اَنْ اَنْھَاکُمْ عَنْھَا فَلَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَ شَآءَ مُحَمَّدٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ .)) ❷۔
''میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا میں نے کہا: تم بہتر لوگ ہو اگر سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی بہتر لوگ ہو اگر یہ نہ کہو کہ ''جو اللہ اور محمد ﷺ چاہیں''۔
پھر میں عیسائیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، میں نہ کہا تم بہت اچھے لوگ ہو اگر سیدنا مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے کہا کہ تم بھی اچھے لوگ ہو، اگر ''جو اللہ اور محمد ﷺ چاہے'' کے الفاظ نہ کہو''۔
صبح ہوئی تو میں نے یہ بات کچھ لوگوں کو بتائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے بھی یہ بات

❶ [سنن ابن ماجه ؛ الكفارات (٢١١٧) أحمد (١/ ٢١٤)]
اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو شخص کسی بندے کو اللہ کریم کے برابر قرار دے، اگر چہ یہ برابری شرکِ اصغر میں ہی کیوں نہ ہو گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کا ''ند'' اور مثیل قرار دیا۔ خواہ یہ شخص مانے یا انکار کرے، اس سلسلے میں کم عقل اور جاہل لوگوں کی اس بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جن کا کہنا ہے کہ جب تک ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کریں اور شرک اکبر وشرک اصغر میں سے کسی منع کردہ چیز کا ارتکاب نہ کریں اس وقت تک ہم مشرک نہ ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے ''اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے''۔
❷ [ابن ماجة الكفارات (٢١١٨) أحمد (٥/ ٧٢) الدارمی ؛ الاستئذان (٢٦٩٩)]
پیش نظر حدیث میں جس خواب کا تذکرہ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ سچا خواب تھا جس کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔ اس حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے وضاحت سے فرمایا: ''وہی کام ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ چاہیں گے، کہنا حرام ہے''۔ بلکہ اس حدیث اور گزشتہ حدیث دونوں میں فرمایا کہ صرف ''جو اللہ اکیلا چاہے کہا کرو''۔ اس میں شک نہیں کہ اس حدیث میں جس عمل پر حکم کرنے کو کہا گیا ہے وہ اخلاص کا مکمل اور اعلیٰ ترین مقام ہے اور شرک سے بہت دُور ہے۔ کیونکہ اِس میں اس توحید کی صراحت ہے جو شرک کے ہر پہلو کی نفی کرتی ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند اور صاحب بصیرت شخص توحید اور اخلاص کے اعلیٰ مقام کو ہی اپنے لئے پسند کرے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عرض کی۔فرمایا:''کسی اور کو بھی بتایا ہے؟۔عرض کی جی ہاں!(آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے)اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:امابعد!طفیل رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا ہے جو تم میں سے بعض کو بتا بھی دیا ہے،تم ایک ایسا جملہ بولتے تھے کہ میں اِس سے تم کو روکنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔تم آئندہ''جو اللہ اور محمد چاہے''نہ کہا کرو بلکہ کہا کرو''جو صرف اکیلا اللہ تعالیٰ چاہے''۔

اس باب کے مسائل:

۱۔یہودیوں کی شرک اصغر کی معرفت۔

۲۔ جب انسان کی دین سمجھنے کی خواہش ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے۔

۳۔ ''آپ ﷺ کا فرمان:''کیا تم مجھے اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو''یہ اتنی سی بات پر ہے؛تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں:

يا أكرم الخلق ما لي من ألوذ به سواك [والبيتين بعده]

''اے سب سے مہربان مخلوق!''میرے لیے کوئی بھی آپ کے سوا نہیں جس کے پاس پناہ حاصل کروں''۔

۴۔ ایسا کہنا شرک اکبر نہیں تھا؛کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:''یہ یہ بات میرے لیے رکاوٹ ہے''۔

۵۔ نیک خواب وحی کی اقسام میں سے ایک ہے۔

۶۔ نیک خواب بسا اوقات بعض احکام کے مشروع ہونے کا سبب بن سکتی تھی۔

اس باب کی شرح:

اس باب کا عنوان بھی سابقہ عنوان کے ضمن میں شامل ہے؛کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من سب الدھر فقد اذی اللہ

باب: جس نے زمانے کو گالی دی؛ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (الجاثية: ۲۴)۔

''اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دُنیا ہی کی ہے؛ مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، صرف گمان سے کام لیتے ہیں'' ❶۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(قال اللّٰہ تعالٰی: يُؤْذِيْنِي ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَ اَنَا الدَّهْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ) ❷

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم زمانے کو گالیاں دے کر (برا بھلا کہہ کر) مجھے ایذا پہنچاتا ہے کیونکہ (درحقیقت) میں ہی زمانہ (کا خالق اور مالک) ہوں۔ دن اور رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں''۔

اور ایک روایت میں ہے:

(لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ) ❸

---

❶ اس باب میں اس اہم بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ زمانے کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا رسانی کے مترادف ہے۔

❷ (صحيح البخاری، التفسير، سوره حم الجاثية، باب وما يهلكنا الا الدهر، ح: 4826 وصحيح مسلم، الالفاظ من الادب و غيرها، باب النهى عن سب الدهر، ح:2246)

زمانہ کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا ہرگز جائز نہیں؛ ایسا کرنا توحید کے منافی ہے؛ اس سے اجتناب ضروری ہے۔ جہلاء کی عادت ہے کہ جب کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف ہو تو زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس دن، ماہ یا سال کو لعنتی یا منحوس قرار دے کر شر یا برائی کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے ہیں کہ زمانہ بڑا خراب ہے، بڑا خراب زمانہ آ گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ تو کوئی کام نہیں کرتا۔ زمانے میں حقیقی متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا خالق بھی وہی ہے لہٰذا زمانے کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ سال بڑے سخت ہیں، یہ دن بڑے سیاہ ہیں، یہ مہینے بڑے منحوس ہیں تو اس قسم کے الفاظ پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ ان سے متکلم کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میرے لیے یہ سال بڑے سخت، یہ مہینے بڑے منحوس (نامبارک) یا یہ دن بڑے سیاہ ہیں۔ اس سے وہ زمانے کو برا نہیں کہتا بلکہ اپنے حالات بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ الفاظ مذموم نہیں۔

❸ (البخاری ٥٨٢٨؛ صحيح مسلم، الالفاظ من الادب، باب النهى عن سب الدهر، ح: 2246؛ أبو داؤد؛ الأدب ٥٢٧٤؛ مؤطا امام مالك ١٨٤٦ .)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''زمانہ کو گالی مت دو (برا بھلا مت کہو) کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے''[1]۔

اس باب کے مسائل

1۔ زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

2۔ زمانے کو برا بھلا کہنا، اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

3۔ فإن الله هو الدهر (درحقیقت اللہ ہی زمانہ ہے) یہ جملہ از حد قابل توجہ ہے۔

4۔ بسا اوقات لاشعوری طور پر انسان سب وشتم کا مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہ بھی کرے۔

اس باب کی شرح:

جس نے زمانے کو گالی دی؛ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی

یہ ایسی برائی ہے کہ اہل جاہلیت اس کا بہت زیادہ شکار ہوا کرتے تھے۔ اور پھر بہت سارے فاسق وفاجر؛ مجنون اور بیوقوف لوگ ان کے پیچھے بن دیکھے ہی چل پڑے۔ جب زمانے میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے تو وہ زمانے اور وقت کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے لگتے ہیں؛ بلکہ بسا اوقات لعنت تک کرتے ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ دینی کمزوری؛ حماقت؛ اور بہت بڑی جہالت ہے۔ بیشک زمانہ بذات خود کسی بھی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ بیشک اس کی تدبیر کرنے اور اس میں مختلف قسم کے تصرف کرنے والی ہستی صرف اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم کی ہستی ہے۔ ایسا کچھ کہنے سے درحقیقت یہ گالی اور عیب جوئی اس کے مدبر ومتصرف پر واقع ہوتی ہے۔

مزید برآں جیسا کہ یہ معاملہ کمزور دین کی نشانی ہے؛ ایسے ہی یہ عقل کی کمزوری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تو مصائب بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو بہت گراں گزرتی ہے؛ اور اس کے سامنے واجب صبر کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز توحید رب العالمین کے منافی ہے۔

---

[1] حالات وواقعات کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا مشرکین کا طریقہ ہے۔ جبکہ اہل توحید تمام امور کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کرتے ہیں۔ مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ زمانے کی مذمت کیا کرتے تھے۔ جب بھی اُن پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہو جاتی تو زمانے کو گالی دینا شروع کر دیتے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ ان مصائب ومشکلات کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہم کو زمانے کے نشیب وفراز نے تباہ کر دیا ہے۔ تو نتیجتاً ان کی گالیوں کا براہِ راست ہدف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہوتی کیونکہ حقیقی طور پر وہ تمام اُمور جو مشرک سرانجام دیتے ہیں ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا زمانے کو گالیاں دینے سے روک دیا گیا''۔
مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زمانے میں خیر وشر کا وقوع ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اُس کے علم میں ہے اور اس کی حکمتوں کے مطابق ہو رہا ہے۔ جس میں کسی غیر اللہ کو قطعی طور سے شرک نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے؛ تو مؤمن بندہ یہ جانتا ہے کہ واقعات کا ردو بدل اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر اور حکمت کے تحت ہے؛ پس اس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا؛ جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی عیب ثابت نہ ہو جائے۔ بلکہ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر راضی رہے۔ اور اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کر لے۔ اس سے توحید بھی کامل ہو جائے گی اور دل کو بھی اطمینان اور سکون نصیب ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:التسمی بقاضی القضاۃ و نحوہٖ

باب: قاضی القضاۃ وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت ❶

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَخنَعَ اِسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ لَا مَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ .)) قَالَ سُفْيَانُ مِثْلَ شَاهَانْ شَاهْ .)) و فی روایة:((اَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَخْبَثُهٗ .)) قوله: اَخْنَعَ يَعْنِيْ اَوْضَعَ .))

''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ حقیر شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہیں ہے۔سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں، جیسے شاہانِ شاہ۔ایک روایت میں ہے:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب اور خبیث کے الفاظ بھی آئے ہیں''۔

اخنع کے معنی سب سے زیادہ ذلیل وخوار''۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ملک الاملاک (بادشاہوں کا بادشاہ) کا ترجمہ شاہان شاہ یعنی شہنشاہ کیا ہے''❷۔

---

❶ [مصنف علیہ السلام نے کسی کو''قاضی القضاۃ'' کہنے کی ممانعت میں یہ عنوان تجویز کیا ہے۔آئندہ سطور میں آنے والی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے خالق حقیقی سے مشابہت پائی جاتی ہے]۔

❷ مَلِكُ الْاَمْلَاكِ کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بولا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑا، اور عظیم کوئی بادشاہ نہیں۔اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور وہ بھی عارضی طور پر اور جب چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

زیر بحث حدیث میں ہر اُس امر سے ڈرایا گیا ہے جس میں اپنے آپ کو بڑا بنانے کا اظہار کیا گیا ہو۔اس سلسلے میں سنن ابی داؤد میں ابن ابی مجلز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابن زبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو ابن عامر نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ بدستور بیٹھے رہے۔یہ دیکھ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا:''آپ بھی بیٹھ جائیں کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:''جو شخص یہ چاہے کہ دوسرے لوگ اُس کے لئے کھڑے ہوں تو اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم قرار دے لینا چاہیے''۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عجمیوں کی طرح کسی کے لئے یوں کھڑے نہ ہوا کرو جس سے ایک دوسرے کی عظمت ہوتی ہو''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل

1۔ ملک الاملاک یعنی بادشاہوں کا بادشاہ [شہنشاہ] کہلوانا منع ہے۔

2۔ دیگر اسماء والقاب جو اسی قسم ملک الاملاک کا معنی ومفہوم رکھتے ہوں وہ سب منع ہیں جیسا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بتایا ہے۔

3۔ اس قسم کے اسماء والقاب کی ناپسندیدگی بھی شدید ضروری ہے۔ اگرچہ کسی کے دل میں ان الفاظ کا حقیقی معنی نہ بھی ہو تب بھی یہ ناپسند اور ممنوع ہیں، لہذا ہر حال میں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

4۔ اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ محض اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے پیش نظر اس قسم کے اسماء والقاب سے منع کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:احترام اسماء اللہ تعالیٰ

باب: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا احترام

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّـهٗ كَانَ يُكَنّٰى اَبَا الْحَكَمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ هُـوَ الْحَكَمُ وَ اِلَيْهِ الْحُكْمُ فَقَالَ اِنَّ قَـوْمِـىْ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِىْ شَىءٍ اَتَوْنِىْ فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِىَ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا .)) ❶

''میری کنیت ابوالحکم تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکم (فیصلہ کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور حکم بھی اسی کا نافذ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو وہ جھگڑا میرے پاس لاتے ہیں تو میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں، اس پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسی اچھی بات ہے''۔

پھر فرمایا: تمہارے بیٹوں کے کیا نام ہیں؟ میں نے کہا: شریح، مسلم اور عبداللہ۔ آپ نے دریافت فرمایا: ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ میں نے بتایا: شریح۔ تو آپ نے فرمایا: تم ابوشریح ہو۔ [آج سے تمہاری کنیت ابوشریح ہے] ''❷۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کا مکمل احترام کرنا لازم ہے اگرچہ یہ نام دوسروں کے لیے استعمال کرتے وقت ان کا معنی مقصود نہ بھی ہو۔

---

❶ (سنن ابی داود، الادب، باب تغییر الاسم اقبیح، ح: 4955 وسنن النسائی، آداب القضاۃ، باب اذا حکموا رجلا فقضی بینھم، ح: 5389)

❷ دنیا اور آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل فرما کر فیصلہ کرتا ہے۔ ان فیصلوں کو سمجھنا اُمت محمدیہ کے اہل علم اور اصحاب بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اُس کی خاص توفیق سے ہی ممکن ہے۔ ہم سب اللہ کریم سے اس عظیم عطیہ اور فضل کی بھیک مانگتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کا فیصلہ ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ: (ترجمہ) تمہارے درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو، اس کا فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے'' (الشوریٰ:۱۰)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی کنیت رکھنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بیٹے کے نام پر کنیت رکھے۔ اس مسئلہ کی تائید میں محدثین کرام نے احادیث بھی نقل فرمائی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2۔اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے احترام کے پیش نظر غلط اور شرکیہ ناموں اور کنیتوں کو تبدیل کر دینا چاہیے۔
3۔کنیت کے لیے سب سے بڑے بیٹے کا انتخاب کرنا مستحب ہے۔

ان ابواب کی شرح:

قاضی القضاۃ وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا احترام

ان دونوں ابواب کے عنوانات سابقہ باب کی فرع ہیں۔وہ یہ کہ یہ واجب ہوتا ہے کہ نیات؛ اقوال؛ افعال وغیرہ میں کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک اور ہم پلہ نہیں بنانا چاہیے۔پس کسی ایک کا بھی ایسا نام نہ رکھا جائے جس سے کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں کسی بھی معنی میں مشارکت کی بو آتی ہو۔جیسے: قاضی القضاۃ؛ ملک الملوک [شہنشاہ] وغیرہ؛ ایسے ہی حاکم الحکام [حاکموں کا حاکم] اور ابوالحکم وغیرہ نام بھی ہیں۔یہ تمام اقدامات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور توحید کی حفاظت کے لیے کئے جاتے ہیں۔اور شرک کے تمام وسائل کا خاتمہ کیا ہے حتی کہ جن الفاظ سے یہ اندیشہ لگ رہا تھا کہ یہ بتدریج ایسا سبب بن سکتے ہیں کہ ان سے کسی ایک کے اللہ تعالیٰ کے اس کے حقوق اور خصائص میں شریک ہونے کی بو آنے لگے [1]۔

---

[1] ایک موحد مسلمان کو اپنے دل میں اور زبان سے اللہ تعالیٰ کے اسما گرامی کا جو احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اس باب میں اس کا بیان ہے۔یہ احترام بسا اوقات مستحب اور بعض صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اسماء کے احترام کا تقاضا ہے کہ ان کی بے حرمتی نہ کی جائے اور وہ نام مخلوق میں سے کسی کے نہ رکھے جائیں۔
حکم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ابوالحکم کا معنی ہوا حکم کا یعنی اللہ تعالیٰ کا باپ۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی نے نہیں جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا۔لہذا ایسی کنیت رکھنا جائز نہیں۔
ابوالحکم کا ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے فیصلے کرنے والا مگر چونکہ حقیقی اور درست فیصلے کرنے والا بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔انسانوں کے فیصلے عارضی اور وقتی ہیں۔لہذا اس وصف کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اس کے اسما وصفات کے احترام کے پیش نظر، رسول اللہ ﷺ نے ابوالحکم کو ناپسند کر کے کنیت تبدیل کر دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:من هزل بشی فیه ذکر الله او القرآن او للرسول

باب: جوایسی چیز کا مذاق اڑائے جس میں اللہ کا نام یا قرآن یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو

[اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ قرآن کریم، رسول کریم ﷺ یا کسی ایسی چیز کا مذاق اُڑانا جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے ایک کافرانہ فعل ہے۔]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ ﴾(التوبہ:٦٥)

''اگر ان سے پوچھیں کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ان سے کہو'' کیا تمہاری ہنسی، دل لگی اللہ، اس کی آیات اور رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما؛ محمد بن کعب؛ زید بن اسلم؛ اور قتادہ سے مروی ہے کہ:[ان کی باتیں آپس میں ملی ہوئی ہیں]:

''غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک منافق نے کہا: ہم نے پیٹ کے پجاری، زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل، ان علم والوں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھے۔اس کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو جھوٹا اور (پکا) منافق ہے۔ میں تیری بات نبی کریم ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ یہ بتانے کی غرض سے آپ کے پاس گئے مگر ان کے آنے سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی۔وہ منافق بھی آپ کی خدمت میں (معذرت کے لیے) آ پہنچا، آپ اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔وہ بولا: یا رسول اللہ! ہم لوگ تو محض دل بہلانے کے لیے ایسی بات چیت اور سواروں کی سی باتیں کر رہے تھے، تاکہ سفر کی مشقت ہلکی کر سکیں (اور بوریت نہ ہو) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ وہ شخص آپ ﷺ کی اونٹنی کے کجاوے کی رسی کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور پتھر اس کے پاؤں سے ٹکرا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے ہم تو محض بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ☆ ﴾[التوبة ۶۵۔۶۶]

''اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات اور دل لگی کر رہے تھے۔فرما دیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟۔تم بہانے نہ بناؤ۔یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد (یہ بات کر کے) کفر کا ارتکاب کیا ہے؛ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے''۔

چنانچہ آپ ﷺ اس کی طرف نہ التفات فرما رہے تھے نہ اس پر کچھ مزید فرما رہے تھے'' [1]۔

اس باب کے مسائل:

1۔ بہت بڑی بات کہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذاق اڑائے، وہ کافر ہے۔

2۔ اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے اخلاص اور چغلی کے درمیان فرق بھی واضح ہوا۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز عفو و درگزر اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے میں فرق بھی واضح ہوا۔

5۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض عذر نا قابل قبول ہوتے ہیں۔

اس باب کی شرح:

جو ایسی چیز کا مذاق اڑائے جس میں اللہ کا نام یا قرآن یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو

ایسی حرکت ایمان کے بالکل منافی ہے؛ اور اس کی وجہ سے دین سے خروج لازم آتا ہے۔اس لیے کہ دین کی اصل بنیاد تو اللہ تعالیٰ؛

[1] ''اگرچہ ان منافقین نے اعتقاداً نہیں بلکہ صرف زبان سے کفریہ کلمات کہے تھے کہ ہم نے مذاق اور استہزا کے طور پر یہ کہا تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات بینات سے مذاق کرنا کفر ہے مگر یہ اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اس بات کا آغاز کیا۔اگر ان لوگوں کے دل میں ایمان موجود ہوتا تو وہ لوگ اس قسم کی گفتگو نہ کرتے۔قرآن کریم کی یہ بات بار بار واضح کرتی ہے کہ دل سے ایمان کا اقرار کرنا ظاہری عمل کو مستلزم ہے جیسے ایک جگہ فرمایا ہے: (ترجمہ) ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول ﷺ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے۔ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں''۔(آیت ۵۱ تک)۔ زیر نظر واقعہ میں اس بات کو پوری طرح واضح کیا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان کو کسی جملے یا عمل کی وجہ سے کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔اس سلسلے میں دِل کے ارادے انتہائی خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔دل کی مثال اُس سمندر کی سی ہے جس کا ساحل نہ ہو۔نفاقِ اکبر سے خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ان منافقین کے ناگفتہ بہ جملہ کہنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو ثابت کیا ہے جیسا کہ ابن ابی ملکہ نے کہا تھا: ''میں نے تیس ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے جو اپنے بارے میں نفاق سے بہت ڈرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لانا ہے۔

اور یہ بھی ایمان کا حصہ ہے کہ ان کی تعظیم بجالائی جائے۔

یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا ٹھٹھہ کرنا اور مذاق اڑانا محض کفر سے بڑا گناہ ہے؛ کیونکہ یہ حرکت کفر بھی ہے؛ اور اس میں ساتھ ہی ٹھٹھہ و مذاق اور حقارت بھی پائے جاتے ہیں۔

کفار کی دو اقسام ہیں؛ ۱۔صرف منہ موڑنے والے۔ ۲۔ٹکراؤ رکھنے والے۔

ٹکراؤ رکھنے والے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ پر؛ اس کے دین پر اور اس کے رسولوں پر قدح کرنے والا بڑا غلیظ کافر اور بہت بڑا فسادی ہوتا ہے۔

اور جو کوئی ان مذکورہ بالا شعائر میں سے کسی ایک کا مذاق اڑاتا ہے تو اس کا شمار دوسری قسم کے [یعنی ٹکراؤ رکھنے والے] کفار میں سے ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ

باب: اگر ہم ان کو تکلیف کے بعد کوئی رحمت چکھادیں

[اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری، تکبر کی علامت اور بہت بڑا جرم ہے]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾(فصلت: ۵۰)

''جونہی سخت وقت گزر جانے کے بعد ہم اُسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ ''میں اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی لیکن اگر واقعی میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی مزے کروں گا'' حالانکہ کفر کرنے والوں کو لازماً ہم بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں۔ اور انہیں ہم بڑے گندے عذاب کا مزا چکھائیں گے''۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

((هٰذَا بِعَمَلِيْ وَ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٖ و قال ابن عباس رضی اللہ عنہ يُرِيْدُ مِنْ عِنْدِيْ .))

''یہ مال و دولت تو میری محنت و کاوش کا نتیجہ ہے اور میں اس کا حق دار بھی ہوں۔ (تفسیر الطبری)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری اپنی کاوش ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ.﴾[القصص 78]

''کہا کہ مجھے یہ سب کچھ میری اپنی سمجھ کی بنا پر دیا گیا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علی عِلم مِنِ بِو جوہِ المکاسِبِ'' یعنی اس نے کہا کہ یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے''۔ (تفسیر الدر المنثور)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دیگر اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: وہ کہتا تھا کہ یہ مال و دولت تو مجھے اس لیے ملا کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اس کا اہل اور حق دار ہوں۔ مجاہد کے قول کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ کہتا ہے: یہ مال وثروت مجھے بزرگی اور شرف کی بنا پر ملا ہے۔ (تفسیر الطبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بنی اسرائیل میں تین قسم کے شخص تھے۔ ایک کوڑھی، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا تو اُن کی طرف فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھے سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟ اُس نے جواب دیا: ''اچھا رنگ اور اچھی چمڑی۔ اور یہ کہ یہ بیماری مجھ سے رفع ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے کراہت کرتے ہیں۔

فرشتے نے اُس پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بیماری رفع ہو گئی۔ اب اُسے عمدہ رنگ بھی عطا کیا گیا اور بہترین چمڑی بھی عنایت فرمائی گئی۔ پھر سوال کیا: اب تمہیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟

جواب میں اُس نے اونٹ یا گائے (راوی اسحٰق کو شک ہے) طلب کئے۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی۔ اور کہا: اللہ تیرے لئے اس میں برکت پیدا کرے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا؛ اور اُس سے کہا: ''تجھے کیا چیز زیادہ پسند ہے؟

''اُس نے کہا عمدہ بال اور اس بیماری کا خاتمہ؛ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔

اب فرشتے نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور وہ بیماری ختم ہو گئی اور ساتھ ہی اُسے بہترین بال بھی عطا کئے گئے۔

''اس کے بعد فرشتے نے اس سے پوچھا: ''تمہیں کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ کہا گائے یا اونٹ۔

چنانچہ اس کو حاملہ گائے دی گئی؛ اور کہا: ''اللہ تیرے لئے اِس مال میں برکت عطا کرے''۔

اب فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا کہ تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ اُس نے کہا کہ: ''اللہ میری بینائی واپس لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔ اس کے بعد پوچھا تجھے کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟ کہا بکری۔ چنانچہ اس کو حاملہ بکری عطا کی گئی۔

کچھ مدت بعد ان سب کے ہاں اتنی تعداد میں بچے بڑھے کہ اُس کا ایک میدان اونٹوں کا ہو گیا، اُس کا ایک میدان گائے کا اور اُس کا بکری کا''۔ پھر وہی فرشتہ کوڑھی کے پاس، اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں، میرے تمام اسباب منقطع ہو چکے ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ میں آج اپنے وطن میں اللہ کی مدد اور پھر تیری مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھ سے اُس ذاتِ پاک کے ذریعے سے، جس نے تجھے خوبصورت رنگ، بہتر چمڑی اور مال عطا کیا ہے، یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایک اونٹ دے دے جس پر میں سفر کر کے اپنے وطن پہنچ سکوں۔

اُس نے کہا: ''مجھے بہت سی ضرورتیں درپیش ہیں''۔

فرشتے نے کہا: ''غالباً میں تجھے پہچانتا ہوں؛ کیا تو کوڑھی نہ تھا؟ تجھ سے لوگ کراہت محسوس کرتے تھے، فقیر نہ تھا؟ تجھے اللہ عزوجل نے یہ مال عطا کیا۔ اس نے کہا: ''یہ مال مجھے وراثت میں حاصل ہوا ہے میں نے اسے اپنے باپ دادا سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پایا ہے''۔اس نے کہا:''اگر تو کذب بیانی کرتا ہے تو اللہ پھر تجھے ایسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا''۔

بعد ازاں وہ فرشتہ گنجے کے پاس اُسی کی صورت میں آیا۔اس سے بھی وہی بات کی جو کوڑھی سے کی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔تو فرشتے نے اس سے کہا:''اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو اُس سے پہلے تھا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اِسی کی شکل وصورت میں۔کہا میں ایک مسکین اور مسافر ہوں۔میرا تمام سامانِ سفر اور زادِراہ ختم ہو چکا ہے۔آج مجھے اپنی پہنچ کے لئے اللہ کی مدد اور پھر تیری امداد کے سوا کوئی اور ذریعہ دکھائی نہیں دیتا میں تجھ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھے تیری بینائی لوٹائی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں۔

''اس نے جواب دیا میں اندھا تھا، اللہ نے مجھے بینائی کی نعمت عطا فرمائی۔تیرا جو جی چاہے لے لے اور جو جی چاہے چھوڑ دے۔اللہ کی قسم آج تو جو کچھ بھی اللہ کے نام پر لے گا، میں اس میں تجھ سے کوئی جھگڑا نہ کروں گا۔فرشتے نے کہا: ''اپنا مال اپنے پاس رکھو۔تم آزمائے جا چکے۔اللہ تجھ پر خوش ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا''[1]۔

اس باب کے مسائل

1۔سورہ فصلت کی آیت 50 کی تفسیر واضح ہوئی۔[جس میں ناشکرے انسان کو وعید سنائی گئی ہے]۔

2۔ لیقولن هذا لِی (کہ یہ تو میرا استحقاق تھا) کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔

3۔ نیز اِنما أوتیته علی عِلم عِندِی (یہ مال تو مجھے میرے علم اور تجربے کی بدولت ملا ہے) کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

4۔حدیث میں مذکور تین افراد کے اس نصیحت آموز واقعہ میں جو عظیم عبرتیں پوشیدہ ہیں، اس باب میں ان کا بیان بھی ہے۔

---

[1] (صحیح البخاری، احادیث الانبیا، باب حدیث ابرص و اعمی و اقرع فی بنی اسرائیل، ح: 3464 وصحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب الدنیا سجن للممن و جن للکافر، ح:2964)

اس میں بیشمار عبرتیں اور نصیحتیں مضمر ہیں غور فرمائیے کہ پہلے دو آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا اور نہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور نہ حقوق اللہ ادا کئے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کا شکار ہو گئے۔البتہ نابینا شخص نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔حقوق اللہ کی ادائیگی کا فریضہ انجام دیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔کیونکہ اُس نے شکر کے ان تینوں ارکان پر عمل کیا جن کے علاوہ شکر کا وجود ہی ممکن نہیں۔شکر کے تین ارکان یہ ہیں:۱۔اقرارِ نعمت۔۲۔انعامات کو منعم حقیقی کی طرف منسوب کرنا۔۳۔انعام کرنے والے کی رضا کے مطابق انعامات کو خرچ کرنا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''حقیقت شکر یہ ہے کہ انسان انتہائی عجز وانکساری سے اللہ کریم کے انعامات کا دِل سے اعتراف کرے اور دل کی گہرائیوں سے منعم حقیقی سے محبت رکھے کیونکہ جو شخص اپنی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے انعامات کی حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ انعامات کا شکر ادا کیسے کر سکتا ہے؟اور جو شخص انعامات کو تو پہچان لیا ہے لیکن منعم کو نہیں پہچانتا وہ بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔اور جو شخص مندرجہ بالا تمام اُمور کو بطریق احسن انجام دیتا ہے وہی حقیقت میں شکر کا حق ادا کرتا ہے۔شکر کے لئے دل میں علم ہونا، علم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان منعم کی طرف میلان رکھتا ہے۔اُس سے محبت کرتا ہے اور اُس کے سامنے عجز وانکساری سے پیش آتا ہے''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ ہر وہ انسان جو یہ گمان کرتا ہے کہ اسے جو کچھ نعمتیں اور رزق وغیرہ دیے گئے ہیں؛ وہ اس کی محنت؛ ذہانت اور تجربہ کا نتیجہ ہیں؛ یا پھر وہ ان کا مستحق تھا؛ اس لیے کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا حق واجب ہے؛ تو یہ عقیدہ اور سوچ توحید کے منافی ہے۔ سچا مؤمن اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی طرف ہی منسوب کرتا ہے؛ اور پھر ان سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں مدد حاصل کرتا ہے۔ اس کا یہ نظریہ نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی کسی قسم کا حق اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔ بلکہ سارے کے سارے حقوق اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اور وہ ہر اعتبار سے ایک بندہ ہے۔ اس سے توحید اور ایمان کے حقائق ثمر بار ہوتے ہیں۔ اور اس کا الٹ کرنا نعمتوں کی ناشکری؛ خود پسندی اور تکبر ہے؛ جو کہ بہت بڑے عیوب میں سے ایک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ....

باب: جب ان کی نیک اولاد دی تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگے:

[اولاد ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [الاعراف 190]

''جب اللہ نے انہیں صحیح وتندرست بچہ دیا تو انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا۔ پس اللہ ان شرکیہ باتوں سے جو یہ کرتے ہیں، بلند تر ہے''۔

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام میں غیر اللہ کی عبدیت [بندگی] کا اظہار ہو، وہ حرام ہے، مثلاً عبد عمرو، اور عبد الکعبہ وغیرہ۔ البتہ عبد المطلب نام میں اختلاف ہے''۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''جب آدم وحوا علیہما السلام آپس میں ملے؛ اور حضرت حوا حاملہ ہوئی؛ تو ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا تھا۔ تم میری ایک بات مان لو، [تم اپنے بچے کا نام عبد الحارث رکھنا]۔ ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سنگے کے دو سینگ بنا دوں گا؛ جن کی وجہ سے یہ بچہ تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا۔ میں یہ کر دوں گا اور وہ کر دوں گا۔ ایسی باتیں کر کے اس نے ان کو خوب ڈرایا دھمکایا۔ مگر حضرت آدم اور حوا علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی۔ اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آ کر پھر وہی بات کہی۔ مگر آدم وحوا علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر جب حوا تیسری مرتبہ حاملہ ہوئیں تو شیطان پر آیا اور وہی باتیں کرنے لگا۔ ان کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچہ پیدا ہونے پر اس کا نام عبد الحارث رکھا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا'' کی یہی تفسیر ہے۔

ابن ابی حاتم ہی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں، آدم وحوا علیہما السلام نے شیطان کا صرف کہا مانا تھا، اس کی عبادت نہیں کی تھی، یعنی ان کا یہ شرک اطاعت گزاری میں شرک تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز ابن ابی حاتم ہی نے صحیح سند کے ساتھ مجاہد رحمہ اللہ سے ﴿ لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا ﴾ کی تفسیر میں بیان کیا ہے آدم وحوا کو خدشہ تھا کہ مبادا ہمارا بچہ انسان نہ ہو۔ حسن بصری اور سعید رحمہ اللہ وغیرہ اہل علم سے اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

اس باب کے مسائل:

1۔ ہر وہ نام رکھنا جس میں غیر اللہ کی طرف عبدیت کی نسبت ہو، حرام ہے۔
2۔ سورہ اعراف کی آیت 190 کی تفسیر بھی واضح ہوئی کہ شرکیہ نام رکھنا منع ہے۔
3۔ مذکورہ واقعہ میں آدم وحوا علیہما السلام کے جس شرک کا ذکر ہے وہ صرف بچے کا نام رکھنے کی حد تک تھا۔ حقیقی شرک نہ تھا۔
4۔ کسی کے ہاں صحیح وتندرست اولاد کی ولادت بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔
5۔ اسلاف امت شرک فی الطاعت اور شرک فی العبادت کے مابین فرق کرتے تھے۔

اس باب کی شرح:

اولاد ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

اس باب کے اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ بیشک جس کسی پر اللہ تعالیٰ انعام کرتے ہیں؛ اور اولاد سے نوازتے ہیں؛ اور پھر نعمت کو یوں مکمل کیا کہ اس اولاد کو جسمانی لحاظ سے بالکل صحت منداور تندرست بنایا۔ اب اس نعمت کے شکرانے کا اتمام یہ ہے کہ ان کے دین کی اصلاح کی جائے۔ اور اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر بجالایا جائے۔ اور اپنی اولاد کو کسی غیر اللہ کی بندگی کی طرف منسوب نہ کریں۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کریں۔ بیشک ایسا کرنا کفران نعمت اور توحید کے منافی ہے [1]۔

---

[1] غیر اللہ کی طرف عبدیت کی نسبت تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں حرام رہی ہے کیونکہ اس سے نعمتوں کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو جاتی ہے جبکہ نعمتوں کا انتساب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جائز ہے۔ ربوبیت والوہیت کا حق غیر اللہ کو دینے میں حد درجہ بے ادبی بھی ہے۔ نیز غیر اللہ کا بندہ کہلانا یا کسی کو غیر اللہ کا بندہ کہنا معنی کے لحاظ سے بھی غلط ہے۔
عبدالمطلب: بعض اہل علم کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نام رکھنا حرام نہیں صرف مکروہ (ناپسند) ہے جبکہ یہ قول درست نہیں۔ ان کا استدلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہے جو آپ نے غزوحنین کے موقع پر فرمایا تھا۔ انا النبي لا كذب انا ابن عبدِ المطلِب اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔ ان کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دادا کا نام عبدالمطلب بول کر اپنی نسبت ان کی طرف کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عبدالمطلب نام رکھنا درست ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ نہ آپ نے اپنے دادا کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی ہے نہ ان کو غیر اللہ کا بندہ کہا ہے بلکہ آپ نے تو اپنے دادا کا نام عبدالمطلب صرف اس لیے لیا ہے کہ لوگوں میں یہی نام مشہور ومعروف تھا۔ باقی رہا بعض صحابہ کا یہ (عبدالمطلب) نام رکھنا تو اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ ان کا نام عبدالمطلب نہیں بلکہ صرف مطلب تھا۔ بعض راویوں کی غلطی سے وہ اصل نام (مطلب) کی بجائے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ [تفسیر ابن کثیر: 364/2 اور السلسلہ الضعیفہ: رقم: 342]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب:و لله الاسماء الحسنى فادعوه بها

باب: اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں؛ اسے انہی سے پکارو

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا بیان

[اس باب میں اس حقیقت کو نکھار کر بیان کیا گیا ہے کہ اسمائے حسنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، ان ہی کی وساطت سے اس کے سامنے دست دعا دراز کرو اور جو لوگ اُس کے ناموں میں شرک والحاد سے کام لیتے ہیں ان کو نظر انداز کر دو]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاء الْحُسنٰى فَادْعُوه بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يلحدون فى اَسْمَائِه ﴾[الاعراف 180]

''اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں سے دور رہو جو اس کے اسما گرامی میں الحاد (کجی) کرتے ہیں''۔

﴿ يُلْحِدُونَ فِي اَسْمَائِه﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الحاد کا معنی شرک کیا ہے۔

نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ: مشرکین نے اللہ کے اسم ''الالہ'' کو ''لات'' اور ''العزیز'' سے عزیٰ بنا لیا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الحاد کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایسے ناموں کا اضافہ کرتے ہیں جو حقیقت میں اس کے نام نہیں ہیں۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء کے اثبات کا ذکر ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں۔

3۔ ان اسماء حسنیٰ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

4۔ جہلاء اور ملحدین جو اللہ تعالیٰ کے اسماء یا صفات کا انکار کریں؛ ان سے دور رہنا چاہیے۔

5۔ [ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اعمش رحمہ اللہ کے اقوال سے] الحاد فی الاسماء کی تفسیر بھی واضح ہوئی۔

6۔ اللہ تعالیٰ کے اسما میں الحاد کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس باب کی شرح:

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَآئِهٖ ﴾[الاعراف 180]

''اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں سے دور رہو جو اس کے اسماء گرامی میں الحاد (کجی) کرتے ہیں''[1]۔

توحید میں اصل یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہے؛ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے جو اسماء اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کئے ہیں؛ انہیں ثابت ہی مانا جائے۔ اور ان جلیل القدر اسماء کے معانی اور خوبصورت معارف کی معرفت حاصل کی جائے۔ اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے؛ اور ان اسماء کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔

پس جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے دین یا دنیا میں سے کسی بھی چیز کا طلب گار ہو؛ اسے چاہیے کہ اپنی حاجت کے مناسب اسم گرامی کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ مثال کے طور پر: رزق کے حصول کے لیے اسم رزاق کے وسیلہ سے دعا کرے؛ اور رحمت کے حصول کے لیے رحمٰن اور رحیم اسمائے مبارکہ کا وسیلہ اپنائے مزید کسی خیر و بھلائی کے ''البر؛ الکریم؛ العفو؛ الغفور؛ التواب وغیرہ کے اسماء کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔

اور اس سے بھی افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی عبادت میں دعا کرے؛ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کے معانی ومفاہیم کو اپنے ذہن میں رکھے۔ اور ان کو دل میں اچھی طرح سے جگہ دے۔ تاکہ ان کے آثار اور مقتضیات سے دل متاثر ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بھر جائیں۔

مثال کے طور پر: [جب] اللہ تعالیٰ کی عظمت؛ کبریائی؛ اور جلال و بزرگی اور ہیبت [والے اسماء ذکر کئے جائیں تو ان] سے اس کی تعظیم میں دل بھر جائیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کا جلال جاگزیں ہو جائے۔

اور الجمال؛ البر؛ احسان؛ رحمت اور جود و کرم کے اسماء کا ذکر کیا جائے تو دل اللہ تعالیٰ کی محبت؛ حمد و ثناء شوق اور شکر سے بھر جائیں۔ اور جب عزت و حکمت؛ علم و قدرت والے اسماء کا تذکرہ ہو تو اس کے سامنے دل خشوع و خضوع سے؛ اور انکساری سے بھر جائیں۔ اور جب علم؛ خبر؛ احاطہ؛ مراقبہ اور مشاہدہ والے اسماء کا ذکر ہو تو دل حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور اس کی حفاظت و نگہداشت سے بھر جائیں۔ ان میں کوئی برا ارادہ اور خیال نہ آئے۔

---

[1] تمام اچھے اچھے نام اللہ عزوجل کے شایان شان ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسے انہی ناموں سے پکارا اور یاد کیا جائے۔ فادعوہ بہا کا معنی مفسرین نے ثنا اور عبادت کا کیا ہے۔ یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اس سے کوئی چیز طلب کرو تو اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کا وسیلہ بنا کر اسے پکارو۔ اسی آیت میں دوسرا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کرنے والوں سے الگ تھلگ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا ایسا مفہوم لینا جو حقیقت کے برعکس اور اللہ تعالیٰ کے حق میں نامناسب ہو الحاد فی الاسما کہلاتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں؛ آگے آ رہا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور جب غنی؛ اور لطف وکرم کے معانی والے اسماء کا ذکر ہو تو دل اس کی بارگاہ میں نیازمندی اور بیقراری سے بھر جائے؛ اور انسان ہر حال میں اور ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہے۔

یہ معارف دل کو تبھی حاصل ہوں گے جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کی معرفت ہوگی؛ اور ان کے وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہو رہی ہوگی۔ بندے کو دنیا میں اس سے بڑی کامل اور افضل سعادت کوئی اور نہیں حاصل ہو سکتی۔ بندے پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نوازشات میں سے ایک اس کی معرفت ہے۔ جو کہ توحید اور ایمان کی اصل بنیاد اور روح ہے۔

جب کسی انسان پر اللہ تعالیٰ اس معرفت کا دروازہ کھول دیں تو یقیناً اس کے لیے توحید خالص کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور کامل ایمان صرف ان لوگوں کو ہی حاصل ہو سکتا ہے جو کامل موحد ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ان اسماء وصفات کو ثابت ماننا اس سلسلہ کے مطالب عالیہ میں سے ہے۔

اور جہاں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد کا تعلق ہے؛ تو یہ اس عظیم مقصد کے بالکل منافی ہے۔

الحاد کی اقسام:

ملحد یا تو ان اسماء کے معانی کی نفی کرتا ہوگا؛ جیسے جہمیہ اور ان کے ماننے والے کرتے ہیں۔ [[اللہ تعالیٰ کے تمام اسما وصفات کا یا ان میں سے بعض کا انکار کرنا جیسا کہ غالی (فرقہ) جہمیہ، اللہ کے کسی بھی نام یا صفت کو نہیں مانتے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ موجود ہے اور اس کا وجود برحق ہے لیکن بغیر کسی اسم اور صفت کے۔]]

یا پھر ان صفات کو مخلوق کی صفات سے مشابہ قرار دیتے ہوں گے؛ جیسے مشبہ اور رافضہ اور دیگر لوگ کرتے ہیں۔ اس کے لیے یا تو وہ مخلوق کے نام اللہ تعالیٰ کے ناموں پر رکھتے ہیں؛ جیسا کہ مشرکین نے کیا تھا کہ الٰہ سے لات اور العزیز سے العزیٰ؛ المنان سے مناۃ وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی سے ان کے لیے اسماء نکالتے [مشتق بناتے] ہیں۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں؛ اور پھر ان کے لیے عبادت میں سے کچھ ایسے حقوق مقرر کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں الحاد کی حقیقت اور خلاصہ یہ ہے کہ: اس کا مطلب اس کے ظاہری معنی سے لفظاً یا معنیً یا تصریحاً یا تاویلاً یا تحریفاً دوسری طرف لے جانا اور کوئی دوسری مراد لے لینا۔ یہ سب کام توحید اور ایمان کے منافی ہیں [1]۔

---

[1] علامہ ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: ''الحاد کی کئی صورتیں ممکن ہیں جیسے: ۱۔ اس کے اسماء وصفات سے بالکل انکار کر دیا جائے۔ یا ۲۔ ان کے معانی ومفہوم کو ترک کر دیا جائے اور ان کی تعطیل کو مانا جائے یا ۳۔ ان کے اصل مقصد میں تحریف کر کے کوئی دوسرا مفہوم پیش کر دیا جائے۔ یا ۴۔ صحت و صواب کو چھوڑ کر تاویلات کی طرف رجوع کر لیا جائے۔ یا یہی نام مخلوق کے رکھ دیئے جائیں جیسے اہل اتحاد ملحدین نے کیا تھا یعنی انہوں نے یہی نام کائنات کی مذموم ومحمود چیزوں کے رکھ دیئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کریم کے ننانوے نام ہیں، جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اللہ تعالیٰ ایک ہے اور طاق سے محبت کرتا ہے''۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسمائے حسنیٰ صرف ننانوے کے عدد میں منحصر نہیں ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:لا یقالُ السلام علی اللہ

باب: السلام علی اللہ کہنے کی ممانعت

صحیح بخاری میں ہے؛حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((اِذَا کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الصَّلٰوۃِ قُلْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّ فُلَانٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ:" لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ .))❶۔

''جب ہم نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تو ہم (السلام علی اللہِ مِن عِبادِہٖ ، السلام علی فلان و فلان) ''اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو۔فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو کہتے ،اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علی اللہ نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تو خود السلام (سلامتی عطا کرنے والا) ہے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔اس تفصیل سے سلام کی تفسیر ہوئی۔

2۔یہ کلمہ مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے لیے تحفہ ہے۔

3۔السلام علی اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں۔

4۔اور السلام علی اللہ کہنے کی ممانعت کی علت بھی واضح ہوئی۔

5۔نبی کریم ﷺ نے امت کو السلام علی اللہ کی بجائے ان کلمات کی تعلیم دی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

اس باب کی شرح:

باب: السلام علی اللہ [اللہ پر سلامتی ہو] کہنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی: ((فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ .)) اس کا معنی یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سلام ہیں؛ وہ ہر

❶ (لا تقولوا السلام علی اللہِ ، فإن اللہ ھو السلام)(صحیح البخاری ، الاذان ، باب التشھد فی الاخر ، 831، 835، 1202، 6230و صحیح مسلم ، الصلاۃ ، باب التشھد فی الصلواۃ ، ح:402)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نقص اور عیب سے سالم اور مخلوق میں سے کسی ایک کی مماثلت سے محفوظ ہیں۔اور وہ اپنے بندوں کو ہر قسم کی آفات اور آزمائشوں سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔پس یہ بندوں کی رسائی سے باہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں دے سکتے؛ اور نہ ہی ہرگز کوئی فائدہ پہنچانے کے قابل ہیں؛ کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ دیں۔ بلکہ سارے لوگ اس کی بارگاہ کے فقیر ہیں۔اور ہر حال میں اس کے محتاج ہیں؛ وہ غنی اور بے نیاز؛ اور قابل تعریف ہے [1]۔

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اور ان کے دعائیہ کلمات کا محتاج نہیں۔لہذا توحید کا تقاضا یہ ہے کہ السلام علی اللہ وغیرہ کے الفاظ نہ کہے جائیں کیونکہ اس سے بظاہر یہ ذہن میں آتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف سے اس قسم کی دعاں اور کلمات کا محتاج ہے۔حالانکہ بندے تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کے محتاج ہیں۔اس قسم کے الفاظ توحید کے منافی ہیں اور ان سے توحید میں نقص واقع ہوتا ہے۔پس ان الفاظ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اللہ تعالیٰ کے لیے بطور کلمہ تحسین یہ جملہ کہا کرتے تھے۔ان کا قصد وارادہ اگرچہ درست تھا لیکن اس کلمہ تحسین کے الفاظ، چونکہ ذات باری تعالیٰ کے شایان شان نہیں تھے بلکہ ان میں سوء ادبی تھی جو کہ اللہ عزوجل کی ربوبیت اور اس کے اسماء وصفات کے منافی ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور ایسا کلمہ کہنے کو حرام قرار دیا۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: ''اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی سلام ہوگا۔قرآن کریم میں اس کی بھی تصریح موجود ہے کہ ربِّ کریم اہل جنت کو سلامتی کا پیغام دے گا۔قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں: ''سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ'' رب رحیم کی طرف سے اُن کو سلامتی کا پیغام ہے۔(یٰسین: ۵۹)۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور تمثیل سے پاک اور بے نیاز ہے وہ ایسا ربِّ کریم ہے جس میں کمال کی تمام صفات موجود ہیں اور ہر عیب اور نقص سے منزہ ومبرہ ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ

باب: یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے؛ کہنا درست نہیں ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا مُکْرِہَ لَهٗ .))❷۔

''تم میں سے کوئی یوں دعا نہ کرے کہ یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے، یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما، بلکہ اللہ تعالیٰ سے پورے وثوق سے سوال و دعا کرے، کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا اور اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں''۔

اور صحیح مسلم میں ہے:

((وَ لْیَعْزِمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَتَعَاظَمُهٗ شَیْءٌ اَعْطَاہُ .))❸

''اور چاہیے کہ وہ خوب رغبت کے ساتھ دعائیں کرے کیونکہ کوئی چیز عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں''۔

اس باب کے مسائل:

---

❶ اس قسم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے بے پروائی اور استغناء [بے نیازی] کا اظہار ہوتا ہے کہ قائل کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اللہ کے حضور عاجزی وانکسار نہیں کرنا چاہتا۔ گویا وہ اللہ کا محتاج نہیں بلکہ اس سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ چونکہ یہ بات توحید کے منافی ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے حضور اپنی احتیاج کا اظہار کرتا رہے۔
ایک حدیث میں ہے: ''رب کریم کے ہاتھ خزانوں سے پُر ہیں۔ وہ دن و رات بھی خرچ کرتا ہے تو ان میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ اللہ کے لئے غور تو کرو کہ اُس نے زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر آج تک کس قدر انعام و اکرام کئے ہیں؟ جو اس کے ہاتھوں میں ہے اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی۔ اللہ کریم کے دوسرے ہاتھ میں انصاف ہے، اس کے ذریعہ سے کسی کو بلند کرتا ہے اور کسی کو گراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر انعام و اکرام کی بارش کرتا ہے تو اپنی حکمت سے، اور اگر کسی کو محروم رکھتا ہے تو اس میں بھی اُس کی حکمت کے راز پوشیدہ ہیں۔ وہ حکیم بھی ہے اور خبیر بھی۔ پس سائل کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت پورے وثوق اور عزم سے مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مجبور ہو کر نہیں دیتا اور نہ سوال کی بنا پر دیتا ہے۔

❷ (صحیح البخاری، الدعوات، باب لیعزم المسال فانه لا مکره له، ح: 6339، 7363 و صحیح مسلم، الذکر و الدعا و التوب و الاستغفار، ح:2679)

❸ (صحیح مسلم، الذکر والدعا و التوب و الاستغفار، ح:2679)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

1۔اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں استثناء کی ممانعت ہے [یعنی یوں نہیں کہنا چاہیے کہ یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے]۔
2۔اس کی علت بھی واضح ہوئی۔[کہ ایسا کہنے سے انسان کی بے پروائی اور تکبر کا اظہار ہوتا ہے۔]
3۔پورے وثوق کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔
4۔اور دعا میں رغبت اور دلی میلان بھی بہت زیادہ ہونا چاہیے۔
5۔اس کی علت بھی بیان ہوئی۔

اس باب کی شرح:

باب: یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے؛ کہنا درست نہیں

تمام تر امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور اس کی مشئیت اور ارادہ کے تحت ہیں۔تمام دینی مطالب جیسے رحمت کا سوال؛ مغفرت کا سوال؛ اور ان دنیاوی مطالب کا سوال جو دین پر معاون و مددگار ہوں؛ جیسے: عافیت اور رزق اور ان سے متعلق کسی اور چیز کا سوال؛ ان تمام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بندہ یہ چیزیں گریہ وزاری اور الحاح وآہ وبکاہ کے ساتھ سوال کرے؛ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا سوال کرنا عین عبادت اور اس کا مغز ہے۔

اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک پختہ عزم کے ساتھ اور حقیقی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا جائے۔کیونکہ ایسی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور چاہت کے ساتھ معلق نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا تو مامور بہ ہے۔اور یہ صرف اور صرف بھلائی ہی بھلائی ہے؛ اس میں کوئی ضرر اور نقصان نہیں؛ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض متعین مطلوبات؛ جن کے بغیر مصلحت اور منفعت کا حاصل ہونا ناممکن ہوتا ہے؛ اور جن کے حصول کے بارے میں انسان دوٹوک طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا؛ اور اللہ تعالیٰ کی مشئیت کے ساتھ معلق کرنے میں کیا فرق ہے۔

پس انسان کو چاہیے کہ جب وہ اپنے رب سے دعا کرے؛ تو دو کاموں میں سے جو چیز بہتر ہو اسے اللہ تعالیٰ کے اختیار پر چھوڑ دے۔جیسا کہ ایک ماثور دعا میں ہے:

''اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو؛ اور مجھے موت دیدے جب میرے لیے موت بہتر ہو''۔

اور جیسے دعائے استخارہ ہے۔

اس انتہائی باریک اور لطیف و بدیع فرق کو سمجھنا چاہیے کہ وہ نفع بخش امور جن کا فائدہ مند ہونا معلوم شدہ ہے؛ ان کی طلب میں کیا فرق ہے؛ جب انسان کوئی ایسی چیز مانگتا ہے تو وہ دوٹوک طور پر مانگتا ہے؛ اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی پر نہیں چھوڑتا۔اور جب انسان کوئی ایسی چیز مانگتا ہے جس کے انجام کی بابت اسے کوئی علم نہیں؛ اور نہ ہی یہ پتہ ہے کہ اس کا نفع زیادہ ہے یا نقصان؛ تو اس وقت مانگنے والا ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے جو ہر ایک چیز کے حقائق کو جانتا ہے؛ اور ہر ایک چیز اس کی قدرت میں ہے۔اور وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:لَا يَقُوْلُ عَبْدِیْ وَ اُمَتِیْ

باب: کسی کو میرا بندہ اور میری بندی کہنے کی ممانعت

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ اَطْعِمْ رَبَّكَ وَ ضِّئْ رَبَّكَ وَ لْيَقُلْ سَيِّدِیْ وَ مَوْلَایَ وَ لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ وَ لْيَقُلْ فَتَایَ وَ فَتَاتِیْ وَ غُلَامِیْ .))[1]۔

''کوئی شخص یوں نہ کہے، اپنے رب کو کھانا کھلاؤ، اپنے رب کو وضو کراؤ، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا آقا اور میرا مولا۔ اور کوئی یوں نہ کہے، میرا بندہ اور میری بندی، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا غلام، میرا خادم، میری خادمہ''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ غلام اور لونڈی کو میرا بندہ اور میری بندی کہنا منع ہے۔

2۔ اور کوئی غلام اپنے آقا کو رب (میرا رب) نہ کہے اور نہ کسی غلام سے یوں کہا جائے اپنے رب کو کھانا کھلاؤ۔

---

[1] (صحیح البخاری، العتق، باب کراهیة التطاول علی الرقیق، ح: 2552 و صحیح مسلم، الالفاظ من الادب و غیرها، باب حکم اطلاق لفظ العبد و الامة و المولی و السید، ح:2249)

زیر نظر حدیث میں جن الفاظ کے استعمال سے روکا گیا ہے اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے مستعمل ہوتے ہیں پھر بھی رسولِ اکرم ﷺ نے توحید میں پختگی پیدا کرنے اور شرک کے سد باب کے لئے ان کو استعمال کرنے سے روک دیا ہے کیونکہ ان کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ لفظاً مشابہت پائی جاتی ہے اس سے روکنے کی وجہ محض یہ ہے کہ رب کریم ہی اپنے تمام بندوں کا رب ہے اور یہ لفظ جب کسی دوسرے کے لئے بولا جائے گا تو اس میں اسمی مشارکت اور مشابہت پائی جائے گی اس معمولی مشابہت کو بھی ختم کرنے کے لئے ان الفاظ کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ الفاظ استعمال کرتے وقت متکلم کا مقصد شرک فی الربوبیت نہیں ہوتا جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ متکلم کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی ملکیت ہے اسی مقصد کو سامنے رکھ کر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

پس خالق اور مخلوق کے درمیان شرکت کے معمولی سے شائبہ کو بھی ختم کرنے کے لئے اور توحید کی کامل حفاظت اور شرک کے موذی مرض سے دُور رہنے کے لئے اگرچہ لفظاً ہی کیوں نہ ہو، ان الفاظ کو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان الفاظ کے قائم مقام الفاظ بھی فرما دیئے ہیں جیسے سیدی و مولای وغیرہ۔ اسی طرح ''عَبْدِیْ'' اور ''اَمَتِیْ'' وغیرہ کے الفاظ سے بھی روک دیا ہے۔ کیونکہ تمام مرد اور عورتیں اللہ کے غلام ہیں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں: ''زمین اور آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اُس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں''۔ (مریم:۹۳)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ اس حدیث میں آقا اور مالک کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے غلام کے لیے میرا جوان؛ میرا لڑکا اور میرا غلام کے الفاظ کے استعمال کرے۔

4۔ اور غلام کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کو سیِد اور مولا کے الفاظ سے پکارے۔

5۔ ان ہدایات سے اصل مقصود یہ ہے کہ انسان کا عقیدہ توحید مکمل طور پر پختہ ہو حتی کہ الفاظ کے استعمال میں بھی توحید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انتہائی حزم واحتیاط ملحوظ رکھی جائے۔

اس باب کی شرح:

باب: کسی کو میرا بندہ اور میری بندی کہنے کی ممانعت

یہ تعلیم بطور استحباب کے ہے کہ انسان میرے بندے اور میری بندی کے بجائے؛ میرا غلام؛ اور میرا خادم؛ یا میری باندی کہہ کر پکارے۔ تاکہ الفاظ کی حد تک بھی کسی محذور [ممنوعہ کام] کا ارتکاب نہ ہو؛ بھلے اس میں کہیں دور کی کوئی وجہ پائی جاتی ہو۔ ایسا کرنا حرام نہیں؛ بلکہ یہ بطور ادب کے؛ اور پاکیزہ الفاظ کی کمالِ حفاظت کے ہے؛ تاکہ کسی طرح بھی کسی ممنوعہ کام کا ارتکاب نہ ہو۔ بیشک الفاظ میں ادب کا اختیار کرنا کمالِ اخلاص کی دلیل ہے؛ خصوصاً یہ الفاظ جو اس مقام پر بہت ضروری ہیں۔

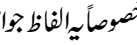

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:لا یرد من سال باللہ

باب: اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَالَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَ مَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهٗ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تُرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ .))[1]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مانگے اُسے دو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نام سے پناہ طلب کرے اُسے پناہ دو۔ اور جو شخص دعوت دے اُسے قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کا بدلہ دو۔ اگر بدلہ نہ دے سکو تو اس کے لئے اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اس کا بدلہ چکا دیا گیا ہے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے۔

2۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے اسے بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

3۔ دعوت ضرور قبول کرنی چاہیے۔

4۔ حسن سلوک کرنے پر اس کا بدلہ بھی دینا چاہیے۔

5۔ جو شخص احسان کا بدلہ نہ دے سکتا ہو؛ وہ اپنے محسن کے حق میں دعا ہی کر دے؛ یہ بھی بدلہ ہے۔

6۔ اور دعا بھی اس قدر کرے کہ اسے یقین ہو جائے کہ اب بدلہ چکایا جا چکا ہے۔

---

[1] (سنن ابی داود، الزکاۃ، باب عطیۃ من سأل باللہ، ح: 1672 وسنن النسائی، الزکاۃ، ..... ، ح:2568).

جب کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال کرے یا کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے پیش نظر ایسے سائل کو خالی ہاتھ لوٹانا نہیں چاہیے۔ اگر انسان اس کی ضرورت پوری کرنے پر قادر ہو تو اسے خالی ہاتھ لوٹانا حرام ہے۔ البتہ اگر وہ کسی شخص کو متعین کیے بغیر یوں ہی عمومی صدا لگائے تو اس کی ضرورت پوری کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ سائل جھوٹ بولتا ہے تو ایسی صورت میں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے تو اس کی حاجت پوری کرنا محض مباح ہے؛ واجب ہے نہ مستحب۔ پناہ مانگنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات کا نام لے کر پناہ مانگتا ہے، اس لیے اسے پناہ دینی چاہیے۔ اس حدیث میں یہ حکم بھی ہے کہ احسان مند شخص کو احساس کمتری کا شکار ہونے اور محسن کے سامنے اپنی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کے بجائے اس کے احسان کا پورا پورا بدلہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے اتنی عاضرور کرنی چاہیے کہ اس کو یقین ہو جائے کہ میں نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔ یقیناً یہ تقویٰ وللّٰہیت کا ایسا بلند ترین مقام ہے جس پر مخلص اور کامل موحدین ہی فائز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلَّا الْجَنَّةُ

باب: اللہ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلَّا الْجَنَّةُ .)) ❶۔

''اللہ تعالیٰ کی عزت [نام] کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے''۔

اس باب کے مسائل

1۔اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر انتہائی اہم مقصود و مطلوب کے علاوہ کوئی چیز مانگنے کی ممانعت۔

2۔اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ (چہرہ) کا اثبات ہے۔

ان ابواب کی شرح:

باب: اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

باب: اللہ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔

---

❶ [سنن ابی داود، باب کراهية المسألة بوجه الله، ح:1671]

۔اہل سنت کا سلفاً وخلفاً یہ دستور رہا ہے کہ وہ صفات جن کا ذکر رب کریم نے اپنی کتاب میں کیا ہے یا جو صفات رسولِ کریم ﷺ نے کی بیان فرمائی ہیں اُن پر مکمل ایمان لایا جائے اور ان صفات کو تمثیل اور تشبیہ سے بالکل پاک اور صاف رکھا جائے۔اہل سنت اُن تمام صفات کو تسلیم کرتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے یا رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔اور مخلوق کی مشابہت سے مبرہ سمجھتے ہیں جیسے اللہ کریم کی ذات کو بلا تمثیل وتشبیہ مانتے ہیں اسی طرح اس کی صفات کو بھی بلا تمثیل وتشبیہ تسلیم کرتے ہیں۔پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا یوں سمجھئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کمال کا انکار کیا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات انتہائی مقدس، مبارک اور عظیم ہے۔اس کے اسماء وصفات بھی از حد قابل تعظیم ہیں اور ان کی تعظیم اسی طرح کرنا ضروری ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔یعنی ہم ان اسماء وصفات کے اصل معانی جان لینے کے بعد ان کی کیفیت و ماہیت اللہ عزوجل ہی کے سپرد کر دیں اور بغیر تشبیہ وتمثیل اور تعطیل کے ان پر ایمان رکھیں۔اور اس کی عظمت کا یہ تقاضا بھی ہے کہ اس کے اسماء وصفات، اس کی ذات اور اس کے مبارک چہرے کا واسطہ کر اس سے جنت جیسی عظیم نعمت ہی مانگی جائے، اور دنیا کی کوئی بھی حقیر چیز اس کا واسطہ دے کر نہ مانگی جائے۔گویا اس باب میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے تعظیم کرنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلے باب میں مسئول [جس سے سوال کیا گیا ہو] سے خطاب ہے۔ یہ کہ جب کوئی انسان اس کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے؛ اور اس کے سامنے اپنے سب سے بڑے ذریعہ کو بطور وسیلہ پیش کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر سوال کرے؛ تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کی تعظیم اور احترام میں اس کی ضرورت کو پورا کرے۔ اور اپنے بھائی کو اس کا حق ادا کرے۔ کیونکہ اس نے اپنا سب سے بڑا سبب اور وسیلہ اس کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

دوسرے باب میں سائل سے خطاب ہے۔ اس پر واجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا احترام کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دنیاوی مطالب میں سے کوئی چیز طلب نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام لیکر انتہائی اہم ترین اور عظیم تر مقصد یعنی دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنت کے بغیر کسی دوسری چیز کا سوال کرے۔ اس میں رب سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی اور اس کے مبارک وکریم چہرہ انور کی طرف نظر اور اس سے تکلم وگفتگو کی لذت ہے۔ پس یہ سب سے اہم ترین مطلوب ہے؛ جو اللہ تعالیٰ کا نام لیکر طلب کی جائے۔

جہاں تک دنیاوی مطالب کا تعلق ہے؛ تو دنیا کے حقیر امور اگرچہ انسان اپنے رب کے علاوہ کسی سے نہیں مانگتا؛ لیکن پھر بھی اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا واسطہ دیکر ان کا سوال نہ کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فی اللو

باب: اگر وگر کہنے کی ممانعت ❶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾[آل عمران 154]

''کہتے تھے کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دے بے شک معاملہ سب کا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے تھے جو تیرے لیے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے مقتل کی طرف ضرور نکل آتے اور تا کہ اللہ اسے آزمالے جو تمھارے سینوں میں ہے اور تا کہ اسے خالص کر دے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ﴾[آل عمران 168]

''جو خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہنے لگے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے''۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَ اسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ لَا تَعْجَزَنَّ وَ اِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا لَكَانَ كَذَا وَ كَذَا وَ لٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ

❶ اس باب میں انسان کو مصائب ومشکلات کے وقت صبر وبردباری اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور جو لوگ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو تقدیر کی گرفت سے آزاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے۔ کسی پریشانی کے بعد اگر اور کاش وغیرہ الفاظ کے ساتھ اظہار حسرت کرنا منع ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الشَّيْطٰنِ .)) ❶۔

''اس چیز کی حرص کر جو تیرے لیے مفید ہو۔اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ۔اور عاجز و کاہل ہو کر نہ بیٹھا رہ۔اور اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہو تو یوں نہ کہہ،اگر میں یہ کر لیتا تو یوں ہو جاتا۔بلکہ یوں کہہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے،اس نے جو چاہا سو کیا۔اس لیے کہ ''اگر مگر'' کہنا شیطانی عمل و دخل کا سبب بنتا ہے'' ❷۔

اس باب کے مسائل:

1۔اس باب میں سورہ آل عمران کی دو آیات (154 اور 168) کی تفسیر ہے [جن میں اگر و مگر کہنے والے منافقین کا تذکرہ ہے]۔
2۔نقصان ہونے پر اگر مگر کہنے کی واضح الفاظ میں ممانعت۔
3۔اس کی علت کا بیان کہ ''اگر و مگر'' کہنے سے شیطانی عمل دخل کا دروازہ کھلتا ہے۔
4۔اس حدیث میں اچھی گفتگو کی رہنمائی کی گئی ہے۔
5۔مفید چیز کے حصول کی ترغیب اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی تلقین۔
6۔عاجزی،کاہلی،اور سستی کی ممانعت۔

اس باب کی شرح:

باب:اگر و مگر کہنے کی ممانعت

جان لینا چاہیے کہ کسی انسان کا لفظ ''لو'' یعنی ''اگر و مگر'' کا استعمال کرنا دو طرح سے ہوتا ہے:مذموم اور محمود۔
مذموم:اگر کسی انسان سے کوئی کام ہو چکا ہو؛یا اس پر کوئی ایسے حالات پیش آ گئے ہوں جنہیں وہ پسند نہ کرتا ہو؛تو وہ اس صورت میں

---

❶ (صحيح مسلم، القدر، باب الايمان بالقدر و الاذعان له ح:2664ومسند احمد:366/2،)
❷ بعض لوگ لاعلمی یا کم علمی کی بنا پر لاشعوری طور پر تقدیر کے شاکی ہوتے ہیں۔جب کوئی ناگوار واقعہ یا حادثہ پیش آ جائے تو کہنے لگتے ہیں اگر ہم یوں کر لیتے تو یوں ہو جاتا۔اگر ہم فلاں تدبیر اختیار کر لیتے تو اس نقصان اور پریشانی سے بچ جاتے،حالانکہ جو کچھ پیش آ چکا ہے اللہ کو وہی منظور تھا،اس لیے کسی پیش آمدہ واقعہ یا پریشانی کے بعد اگر مگر کی بات نہیں کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنا چاہیے۔اگر مگر کی باتیں کرنا حرام اور نفاق کی علامت ہے۔
کسی گزشتہ کام کے بارے میں اظہار حسرت و افسوس کے لیے اگر اور کاش جیسے الفاظ استعمال کرنا حرام ہے۔البتہ زمانہ مستقبل میں ہونیوالے خیر و بھلائی کے کسی کام کے لیے،رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہوئے،اگر کا لفظ بولنا جائز ہے اور اگر مستقبل میں ہونے والے کسی کام پر اپنے تکبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے اگر کا لفظ کہا جائے تو ہرگز جائز نہیں۔یہ تو گویا تقدیر الٰہی کو چیلنج ہے۔
ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ انجام دے؛اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے سخت ترین حالات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔یہ وہی انسان کر سکتا ہے جس کا تقدیر الٰہی پر کامل ایمان ہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہے: ''اگر میں ایسے کر لیتا تو یوں ہو جاتا''۔ تو ایسا کہنا شیطانی عمل ہے۔ کیونکہ اس میں دو حرام امور پائے جاتے ہیں:

اول: اس سے انسان پر ندامت و ناراضگی؛ اور حزن و ملال کے وہ دروازے کھلتے ہیں جن کو بند ہی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ان میں کوئی فائدہ کی بات نہیں۔

دوم: ایسا کہنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی مقرر کردہ تقدیر کے ساتھ بے ادبی ہے۔ اس لیے کہ تمام کے تمام امور اور پیش آمدہ واقعات خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہوتے ہیں۔ جو کچھ پیش آ گیا؛ اسے ہر حال میں پیش آنا ہی تھا۔ اس کو ٹالنا کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا۔ تو اب اس کا یہ کہنا کہ: اگر میں ایسے کر لیتا تو ایسے ہو جاتا؛ یہ ایک قسم کا اعتراض ہے؛ جو کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر کمزور ایمان کی نشانی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دونوں کام حرام ہیں۔ ان کو ترک کیے بغیر انسان کا ایمان اور توحید مکمل نہیں ہوتے۔

محمود: اس کی صورت یہ ہے کہ انسان خیر و بھلائی کی تمنا کرتے ہوئے؛ یا پھر علم اور خیر کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس لفظ کا استعمال کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر مجھے وہ بات پہلے سے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔ چنانچہ ہم حلال ہو گئے اور ہم نے نبی کریم ﷺ کی بات سنی اور آپ کی اطاعت کی''۔ [البخاری ۶۸۰۲؛ مسلم ۱۲۱۱۔]

اور خیر و بھلائی کی تمنا کرنے والے آدمی کا قول:

''کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح خرچ عمل کرتا''۔ [الترمذی ۲۳۲۵، ابن ماجہ ۴۲۲۸، أحمد ۴/ ۲۳۱۔]

اور حدیث میں ہے: ''اگر ہمارے بھائی موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے بارے میں بہت کچھ بتاتے''۔ یعنی جو واقعہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔

اور ایسے ہی اگر انسان خیر و بھلائی کی تمنا میں اس کلمے کا استعمال کرے؛ تو یہ بھی محمود ہے۔ اور اگر برائی کی تمنا میں اس کا استعمال کرے تو پھر مذموم ہے۔ پس اس سے پتہ چلا کہ لفظ ''اگر'' کا استعمال اس حال اور سبب پر منحصر ہوتا ہے۔

اگر اس کے استعمال پر محمول کرنے والی چیز گریہ وغم اور حزن و ملال ہو؛ اور قضاء وقدر پر ایمان کی کمزوری ہو؛ یا برائی کی تمنا ہو تو پھر اس کلمے کا استعمال کرنا مذموم ہے۔

اور اگر اس کا سبب خیر و بھلائی میں رغبت؛ اور ارشاد و تعلیم ہو تو پھر اس لفظ کا استعمال قابل تعریف یعنی محمود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ یہاں پر یہ باب قائم کیا ہے جس میں دونوں باتوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب:النهی عن سب الریح

باب: آندھی کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

[اس باب میں ہوا اور آندھی کو گالی دینے سے سختی سے روکا گیا ہے۔]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ؛ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَّا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا: ((اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَ خَيْرِ مَا فِيْهَا وَ خَيْرِ مَآ أُمِرَتْ بِهٖ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَآ أُمِرَتْ بِهٖ .))[1]۔

''ہوا کو گالی نہ دو۔ اگر تمہیں کوئی ناپسندیدہ چیز دکھائی دے تو یہ دعا پڑھا کرو۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی؛ اور جو اس میں ہی؛ اُس کی بہتری چاہتے ہیں اور اُس چیز کی بھی بھلائی چاہتے ہیں جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور ہم پناہ مانگتے ہیں اِس ہوا کے شر سے اور جو اِس میں ہے اور اُس چیز کے شر سے بھی پناہ مانگتے ہیں جس کا اِسے حکم دیا گیا ہے''[2]۔

اس باب کے مسائل

1۔ ہوا[آندھی] کو گالی دینا یا برا بھلا کہنے کی ممانعت۔

2۔ اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی ناپسندیدہ اور ناخوش گوار چیز نظر آئے تو اسے اچھی بات کرنی چاہیے۔

3۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی چلتی ہیں۔

---

[1] [(صححه ؛جامع الترمذی ، الفتن ، باب ماجا فی النهی عن سب الریاح ، ح:2252)]

[2] ہوا اور آندھی کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا، زمانے کو برا بھلا کہنے کی مانند ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ ہوائیں اور آندھیاں اسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ البتہ یوں کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ہوا تیز ہے، ہوا ٹھنڈی ہے، ہوا گرم ہے وغیرہ۔
ہواؤں پر تصرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ اسی کے حکم کی تابع ہیں۔ وہ انہیں جیسے اور جدھر چاہے چلاتا ہے اور جدھر چاہے موڑ دیتا ہے۔ اس قسم کی غلط حرکت وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے دین سے بالکل کورے ہیں۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ جاہل اور ظالم لوگوں کی طرح ہوا کو گالی نہ دیں نہ اُس کو بُرا کہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4۔ ہوا کو کبھی بھلائی کا اور کبھی نقصان کا حکم بھی ہوتا ہے۔

اس باب کی شرح:

باب: آندھی کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

یہ بھی سابقہ باب کی مانند ہے جس میں ''زمانہ'' کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ بس اتنا فرق ہے وہ باب تمام حوادث دہر کے لیے عام ہے؛ اور یہ باب ''ہوا'' [یعنی آندھی] کے ساتھ خاص ہے۔ ایسا کرنا حرام ہونے کے ساتھ ساتھ اس انسان کی حماقت اور عقل و رائے کے بودے پن کی دلیل ہے۔ بلاشک وشبہ ہوا کا آنا جانا؛ اللہ تعالیٰ کے حکم؛ اس کی تدبیر اور تسخیر سے ہوتا ہے۔ پس اس کو گالی دینے والے کی گالی درحقیقت اس کے مدبر و متصرف پر واقع ہوتی ہے۔ اگرچہ ایسا کہنے والے کے دل میں غالب طور پر یہ بات نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا تو معاملہ بہت ہی خطرناک تھا۔ مگر مسلمان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ اس کے دل میں ایسا خیال آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق جاہلانہ بدگمانی کرنے لگے:.....

[اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق جاہلانہ بدگمانی کرتے ہیں جو کہ سراسر خلافِ حق ہے۔اور کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟ ان سے کہو (کسی کا کوئی حصہ نہیں) اِس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے دِلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اِسے آپ ﷺ پر ظاہر نہیں کرتے۔]

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾[آل عمران 154]

''وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے، کہتے تھے کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دے بے شک معاملہ سب کا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے تھے جو تیرے لیے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے مقتل کی طرف ضرور نکل آتے اور تاکہ اللہ اسے آزمالے جو تمھارے سینوں میں ہے اور تاکہ اسے خالص کر دے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾[الفتح ٦]

''اور (تاکہ) ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے''۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اول الذکر آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں لوگوں کے جس جاہلانہ ناحق گمان کا ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ وہ گمان کرنے لگے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی دعوت اور مشن جلد ہی ختم ہو جائے گا۔

اور اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ یہ گمان کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہیں تھی۔ گویا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حکمت، تقدیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا انکار کرنے اور سمجھنے لگے تھے کہ یہ دین باقی ادیان پر غالب نہیں آئے گا۔

منافقین اور مشرکین کا یہی وہ غلط گمان ہے جس کا ذکر سورہ الفتح کی آیت میں ہوا ہے۔

بیشک یہ برا گمان تھا۔ کیونکہ یہ گمان اللہ تعالیٰ کی شان، مرتبہ، اس کی حکمت، تعریف و بزرگی اور سچے وعدہ کے خلاف ہے۔ پس جو شخص سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر ہمیشہ غالب رکھے گا اور اس کے نتیجہ میں حق مٹ جائے گا، یا جو شخص یہ سمجھے کہ فلاں فیصلہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے نہیں ہوا، یا جو انسان یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر، حکمت تامہ پر مبنی اور قابل تعریف نہیں بلکہ یہ محض مشیت ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے اور ایسی باتیں کرنے والے کافر ہیں۔ ان کافروں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ بہت سے لوگ اپنے اور دوسروں سے متعلقہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوظن رکھتے ہیں۔ اس بدگمانی سے صرف وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے اسماء وصفات اور اس کی حکمت وتعریف کے اسباب کو پہچانتے ہیں۔ پس جو عقل مند شخص اپنی بھلائی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ مذکورہ بالا امور کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بدگمانی اور بدظنی کی معذرت پیش کر کے توبہ واستغفار کرے۔

اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اکثر لوگ تقدیر کے شاکی اور راہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔ وہ تقدیر کا شکوہ کرتے اور اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ فلاں کام یوں ہونا چاہئے تھا اور فلاں یوں۔ کسی شخص میں یہ نقص تھوڑا ہے اور کسی میں زیادہ۔ آپ بھی اپنا جائزہ لیں کہ آپ کی کیا صورت حال ہے؟ کیا آپ ایسی بدگمانی سے بچے ہوئے ہیں؟

اگر آپ اس سے بچے ہوئے ہیں تو آپ ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات پا چکے ہیں۔ وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے لیے کوئی راہ نجات ہو''۔

اس باب کے مسائل

1۔ سورہ آل عمران کی آیت 154 کی تفسیر ہوئی۔ [جس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھنے والوں کا تذکرہ ہے]۔

2۔ سورہ الفتح کی آیت 6 کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔ [جو لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی رکھتے ہیں، اس کا وبال انہی پر پڑے گا]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ بدگمانی کی صورتیں بے شمار ہیں۔

4۔ اس بدگمانی سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسماء وصفات کی حقیقت پہچاننے کے ساتھ ساتھ معرفت نفس بھی رکھتا ہو۔

اس باب کی شرح:

باب: اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق جاہلانہ بدگمانی کرنا

انسان کا ایمان اور توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتے جب تک وہ ان تمام چیزوں کا عقیدہ نہ رکھے جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے؛ جیسے اس کے اسماء وصفات؛ اور کمالات۔ اور ہر اس بات کی تصدیق نہ کر لے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے؛ وہ ہو کر رہے گا[1]۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت اور حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کا جو وعدہ کیا ہوا ہے؛ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ پس یہ عقیدہ رکھنا ایمان کا حصہ ہے؛ اور اس پر ایمان رکھنے سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔

ہر وہ گمان جو اس کے منافی ہو؛ بلا شک وشبہ وہ جاہلیت کی بدگمانی ہے جو کہ توحید کے منافی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے متعلق بد گمانی اس کے کمال کی نفی اور انکار ہے۔ اور ان خبروں کی تکذیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی ہیں؛ اور اس کے وعدہ کے پورا ہونے میں شک وشبہ ہے۔ واللہ اعلم

[1] اللہ تعالیٰ کی یہ بھی عظمت ہے کہ وہ کوئی کام، حکمت بالغہ کے بغیر نہیں کرتا۔ اس لیے واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے۔ اس کی کمال حکمت، رحمت اور عدل کا یہ بھی تقاضا ہے کہ کفار کی مانند اس کے متعلق کوئی بدگمانی نہ کی جائے ایسا کرنا توحید کے منافی ہے۔ شرک کرنے کے ساتھ ساتھ کفار کے اس عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تقدیر کا انکار ہے۔ کفار کے ان عقائد کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی ہے۔
اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر اللہ تعالیٰ کے مقام ومرتبہ سے واقف ہی نہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسی بدگمانی سے بظاہر محفوظ ہوتے ہیں مگر مخفی طور پر ان کے دلوں میں بھی بدگمانیاں اور بدعقیدگی پائی جاتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ مومن اپنے دل کو اللہ کے بارے میں ہر قسم کی بدگمانی سے صاف رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور کائنات میں ان کے اثرات پر غور وفکر کرتا رہے تا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ راسخ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، حق ہے اور اس کا ہر فعل اور فیصلہ برحق ہے اگر چہ بڑی سے بڑی مصیبت ہی کیوں نہ آ پہنچے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فی منکری القدر

باب: منکرین تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ساتھ میں عبداللہ بن عمر کی جان ہے! اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے، تو اس کا یہ عمل اللہ کے ہاں اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، پھر انہوں نے اپنی اس بات پر بطور دلیل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کیا:

((الإيمانُ، أنْ تؤمِنَ باللّٰهِ، وَملائِكتِهِ، وكُتبِهِ، ورسلِهِ، واليومِ الآخِرِ، وتؤمِن بِالقدرِ خيرِهِ وشرِهِ .))[1]۔

''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے''۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

''بیٹا! تو اس وقت تک لذت ایمان سے نہیں پا سکتا جب تک یہ یقین نہ کر لے کہ جو تکلیف تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے کبھی ٹل نہیں سکتی تھی؛ اور جو نہیں پہنچی، وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إن أول ما خلق الله القلم ، فقال له: اكتب فقال: ربِ وماذا أكتب؟

قال: اكتب مقادِير كلِ شيءٍ حتى تقوم الساعة .))

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے''۔

بیٹا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

((من مات على غيرِ هذا فليس مِنِي .))[2]۔

---

[1] (صحيح مسلم، الايمان، باب بيان الايمان و الاسلام و الاحسان، ح:8)

[2] (سنن ابی داود، السنة، باب فی القدر، ح:4700)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرا، وہ میری امت سے نہیں''۔

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

((إن أول ما خلق الله تعالىٰ القلم؛ فقال له: اكتب ؛ فجرى فِي تِلك الساعةِ ما هو كائِن إلى يومِ القِيامةِ .))(مسند احمد: 317 /5)

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا: لکھ۔ چنانچہ اس نے اسی وقت قیامت تک ہونے والی ہر بات لکھ دی''۔

اور ابن وہب رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فمن لم يؤمِن بِالقدرِ خيرِهِ وشرِهِ أحرقه الله بِالنارِ .)) ❶۔

''جو شخص تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان نہ رکھے، اللہ اسے دوزخ میں جلائے گا''۔

مسند احمد اور سنن میں ابن الدیلمی سے روایت ہے، کہتے ہیں:

''میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شبہات ہیں، آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان شبہات کو ختم کر دے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لـو أنفقت مِثل أحد ذهبا ما قبِله الله مِنك حتى تؤمِن بِالقدرِ وتعلم أن ما أصابك لم يكن لِيخطِئك وما أخطأك لم يكن لِيصِيبك ، ولو مت على غيرِ هذا لكنت مِن أهلِ النار .)) ❷

''اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو تمہارا یہ عمل اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور ساتھ یہ یقین نہ رکھو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچنے والی ہے، وہ تم سے ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت ٹل گئی وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہوا اور تم اسی طرح مر گئے تو تم جہنمیوں میں سے ہو گے''۔

ابن دیلمی کہتے ہیں: میں اس کے بعد عبداللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس گیا (اور ان کو اپنے شبہات سے آگاہ کیا) تو انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حدیث سنائی۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔

2۔ تقدیر پر ایمان لانے کی صورت اور کیفیت بھی واضح ہوئی۔

3۔ تقدیر پر ایمان نہ لانے والے کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

4۔ تقدیر پر ایمان لانے کے بغیر لذت ایمان سے لطف اندوز نہیں ہوا جا سکتا۔

---

❶ (اخرجه ابن وهب فى القدر رقم (26) السنة؛ لابن ابى عاصم ، ح: 111و الاجرى فى الشريعة:186)

❷ (سنن ابى داود ، السن ، باب فى القدر ، ح: 4699ومسند احمد: 182 /5، 185، 189)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

5۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔
6۔تو قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔
7۔تقدیر پر ایمان نہ لانے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے زاری اور لاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔
8۔نیز سلف صالحین شبہات پیدا ہونے کی صورت میں اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تشفی کیا کرتے تھے۔
9۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ازالہء شبہات کے لیے جواب دیا اور اپنے دلائل کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا۔

اس باب کی شرح:

باب: منکرین تقدیر کا بیان

کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل کی روشنی میں ثابت ہے کہ تقدیر پر ایمان رکھنا ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ یہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہو گیا؛ اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ پس جو کوئی اس پر ایمان نہ رکھتا ہو؛ تو وہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان نہیں رکھتا۔ ہم پر واجب ہوتا ہے کہ تقدیر کے تمام مراتب پر بھی ایمان رکھیں۔ پس ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا علم ہے۔ اور اس نے وہ سب کچھ لوح محفوظ پر ایک کتاب میں لکھ رکھا ہے جو ہوا؛ اور جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ اور تمام تر امور اللہ تعالیٰ کی تخلیق وتقدیر اور تدبیر سے پیش آتے ہیں۔

ایمان بالقدر تب کامل ہوگا جب یہ علم بھی ہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو اس کی مرضی کے خلاف پر مجبور نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں اختیار دیا ہے کہ ان میں سے جو چاہے اطاعت گزاری کے کام کرے اور جو چاہے وہ نافرمانی کے کام کرے [1]۔

---

[1] تقدیر: تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے متعلق پہلے سے مکمل علم ہے، اس نے وہ سب کچھ اپنے ہاں لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے اور ہر امر میں اس کی مشیت ہی کارگر ہوتی ہے۔ وہی ہر چیز کا اور ہر چیز کے تمام اوصاف کا خالق ہے حتیٰ کہ وہی اپنے بندوں کے افعال کا خالق بھی ہے۔
جب تک تقدیر پر ایمان کا زبان سے اقرار اور اسے دلی طور پر تسلیم نہ کیا جائے، اس وقت تک تقدیر پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔
اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں اس کی تحریر کا انکار کرنا کفر ہے۔ تقدیر کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کا انکار کفر سے کم درجے کا ہے اور اشیا کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی تخلیق کا انکار بدعت اور توحید کے منافی ہے۔
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس لیے کہی، کہ اللہ تعالیٰ صرف مسلمان شخص کے اعمال صالحہ کو قبول کرتا ہے اور جو شخص تقدیر کا منکر ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس لیے اس کا کوئی بھی عمل درجہ قبولیت نہیں پا سکتا خواہ وہ احد پہاڑ کے برابر سونا ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیوں نہ کر دے۔
تقدیر پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اعمال کو سرانجام دینے میں مجبور محض نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے آزادی دی گئی ہے۔ وہ اپنی مرضی اور اختیار سے اچھا یا برا جو کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ اسی لیے تو اسے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر مجبور محض ہوتا تو حکم دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے تقدیر کے متعلق جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''تقدیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا نام ہے''۔
امام ابن عقیل رحمہ اللہ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی چیز زیادہ طاقتور نہیں ہے منکرین تقدیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کر کے گمراہ ہو گئے بعض علمائے سلف کا کہنا ہے کہ منکرین تقدیر سے علم اور دلائل سے مناظرہ کرو۔ اگر یہ لوگ مان جائیں تو مغلوب ہو جائیں گے اور اگر انکار پر اڑے رہے تو کافر قرار پائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فی المصورین

باب:تصویر کشی کرنے والوں کا حکم

[اس باب میں اس مسئلہ شرعی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں کہ تصویر اُتارنے اور اُتروانے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ترین عذاب کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں]۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً .)) ❶۔

''اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو میرے جیسی بناوٹ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ایسے لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو تو بنا کر دکھلائیں؟''۔

بخاری اور مسلم میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ .)) ❷۔

''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو (چیزوں کو بنانے اور پیدا کرنے میں) اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں''۔

بخاری اور مسلم میں ہے؛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذَّبُ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ .)) ❸۔

''ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جس کے ذریعہ سے اس (مصور) کو جہنم میں عذاب دیا جائیگا''۔

---

❶ [(بخاری (٧١٢٠)و مسلم(اللباس والزينة ٢١١١)أحمد (٢/ ٢٣٢)]

❷ (صحیح البخاری، اللباس، باب ما وطئی من التصاویر، ح: 5954و صحیح مسلم، اللباس، تحریم تصویر صور الحیوان ...، ح:2107)

❸ (صحیح البخاری، البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح ...، ح:2225، 5963، 7042 و صحیح مسلم، اللباس، باب تحریم تصویر صور الحیوان ...، ح:2110)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِی الدُّنْیَا کُلِّفَ اَنْ یَّنْفُخَ فِیْهَا الرُّوْحَ وَ لَیْسَ بِنَافِخٍ .)) ❶۔

''جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی، اسے قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ اس میں روح ہرگز نہ پھونک سکے گا''۔

حضرت ابوالھیاج اسدی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ تم کسی تصویر کو مٹائے بغیر اور کسی بلند قبر کو زمین کے برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا'' ❷۔

---

❶ (صحیح البخاری، اللباس، باب من صور صورة کلف یوم القیامة ... ح: 5963 وصحیح مسلم، اللباس، باب تحریم تصویر صور الحیوان ...، ح: 2110)

❷ [صحیح مسلم، الجنائز، باب الامر بتسویة القبر، ح: 969]

سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور قبرستان سے متعلق آج کل کے لوگوں کے رویہ کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اور دونوں کے طریق کار ایک دوسرے سے جدا ہیں اور یہ دونوں طریق ہائے عمل کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ:

☆ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے لیکن آج کل کا مسلمان قبروں کی طرف منہ کر کے بلکہ قبرستان میں جا کر نماز پڑھنے کا عادی ہو چکا ہے۔

☆ قبرستان کو عبادت گاہ بنانے سے رسولِ اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے لیکن آج کل قبرستان میں مسجدیں بنائی جا رہی ہیں اور ان کا نام درگاہ رکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے گھروں سے مشابہت ہو جائے۔

☆ قبر پر چراغاں کرنے کو رسول عربی ﷺ نے سختی سے روکا اور منع فرمایا تھا لیکن لوگوں نے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کر رکھیں ہیں جن کی آمدنی سے قبروں پر چراغاں ہوتا ہے۔

☆ رحمت عالم ﷺ نے قبرستان پر میلے لگانے سے منع فرمایا ہے؛ لیکن عوام نے خاص قسم کے میلے رچا رکھے ہیں جہاں بڑی دھوم دھام سے سالانہ اجتماعات منعقد ہوتے ہیں جیسے مسلمان عید یا حج کے لئے اجتماع کرتے ہیں بلکہ آج کل ان میلوں میں عیدین سے بھی زیادہ چہل پہل نظر آتی ہے۔

☆ رسول اکرم ﷺ نے قبر کو زمین کے برابر رکھنے کا حکم فرمایا جیسا کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم میں ثمامہ بن شفی سے مروی ہے کہ ہم فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرزمین روم میں سفر کر رہے تھے کہ رودس کے مقام پر ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا۔ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق اس کی قبر زمین کے برابر کر دی گئی پھر فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ قبر کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل لوگ رسول اللہ ﷺ کی ان دونوں حدیث کی مخالفت میں پورا پورا زور لگا رہے ہیں اور قبر کو اتنا اونچا کر دیتے ہیں جیسے کسی کا گھر ہو اور قبروں پر بڑے بڑے مزار اور قبے بنا رہے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے اور اس پر کسی قسم کی تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے صحیح مسلم میں ہے: ''قبروں کو چونا گچ کرنے، ان پر بیٹھنے اور ان پر کسی قسم کی تعمیر کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے روکا ہے''۔ اور سنن ابوداؤد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے اور ان پر کسی قسم کی عبارت لکھنے سے منع فرمایا ہے''۔ لیکن آج کل بڑی بڑی تختیوں پر قرآن کریم کی آیات لکھ کر قبروں پر لگاتے ہیں۔

☆ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ قبر پر صرف قبر والی مٹی ہی ڈالی جائے، اس کے علاوہ دوسری جگہ کی مٹی نہ ڈالی جائے۔ جیسا کہ ابوداؤد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''رسول اکرم ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اور اس پر کسی قسم کی عبارت لکھنے اور دوسری جگہ کی مٹی ڈالنے سے منع فرمایا ہے''۔ (ابوداؤد)۔ لیکن آج کل لوگ بڑی بڑی اینٹیں اور پتھر رکھنے سے باز نہیں آتے بلکہ قبر کو چونا گچ کرنے سے بھی نہ رُکتے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی قبروں پر اینٹ وغیرہ رکھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ قبروں کی تعظیم کرنے والے قبروں پر میلے رچانے والے اور ان پر چراغاں کرنے والے ایسے افراد جو قبروں پر مسجدیں تعمیر کرواتے ہیں، [حاشیہ جاری ہے]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل

1۔ مذکورہ احادیث میں تصویر بنانے والوں کے لیے شدید وعید بیان ہوئی ہے۔

2۔ اس وعید کا سبب قباحت وحرمت یہ ہے کہ یہ عمل، اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری طرح پیدا کرنے اور بنانے کی کوشش کرتا ہے''۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مخلوق کی کمزوری اور از حد عاجزی کا بھی بیان ہے کہ یہ لوگ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو بھی بنانے پر قادر نہیں۔

4۔ احادیث میں صراحت ہے کہ تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا۔

5۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے ایک جان پیدا کرے گا جس کے ذریعے سے مصور کو جہنم میں عذاب دیا جائیگا۔

6۔ اور مصور کو اس کی بنائی ہوئی تصاویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔

7۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویر جہاں بھی ہو اسے مٹا دینے کا حکم ہے۔

شرح الباب:

یہ باب بھی سابقہ باب کی ایک فرع ہے؛ یہ کہ کسی انسان کے لیے یہ بات ہرگز حلال نہیں کہ وہ اپنی نیت میں؛ اقوال وافعال میں یا کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے۔ ''ند'' عربی زبان میں مشابہ اور ملتے جلتے کو کہتے ہیں؛ بھلے یہ کسی دور کی نسبت کی وجہ سے ہو۔

تصاویر بنانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت ہے۔ اور مخلوق الٰہی میں جھوٹ اور تزویر وملاوٹ ہے۔ اسی وجہ سے شارع نے انتہائی سخت الفاظ میں ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

[بقیہ حاشیہ]: اور بڑے بڑے قبے بنانے سے نہیں رکتے اصل میں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی کھلم کھلا مخالفت کر رہے ہیں اور شریعت مطہرہ سے برسر پیکار جنگ ہیں اور سب سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے کہ قبرستان میں مسجدیں بنا رہے ہیں اور پھر ان پر چراغاں بھی ہو رہا ہے حالانکہ یہ سب چیزیں کبائر میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگردوں اور دوسرے فقہاء نے ان اُمور کو حرام قرار دیا ہے۔ ابو محمد المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''قبروں پر چراغاں کرنا اگر جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ چراغاں کرنے والے پر لعنت نہ کرتے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ مال بیکار ضائع ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ قبروں کی تعظیم اس طرح کی جاتی ہے جیسے مشرکین بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چراغاں کرنے والے پر لعنت کی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ قبرستان میں مسجد بنانا جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''یہود ونصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ملعون قرار دیا کہ وہ انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ اور مسجدیں بنا لیتے تھے، اس سے آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو خبردار کیا ہے''۔ (متفق علیہ)۔ قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے بت پرستوں سے مشابہت پائی جاتی ہے جیسے بت پرست اپنے بتوں کو پوجتے ہیں اور ان سے تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، ان سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے ممانعت کر دی گئی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باب: کثرت سے قسم اٹھانے کا بیان

[کثرت سے قسم اٹھانا مذموم ہے]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ﴾[المائدۃ89]

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو''۔یعنی جب قسم اٹھاؤ تو اسے پورا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَلْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْكَسَبِ .))❶۔

''قسم کھانے سے سامانِ تجارت فروخت تو ہو جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے''۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اُشَيْمِطٌ زَانٍ وَ عَآئِلٌ مُّسْتَكْبِرٌ وَ رَجُلٌ جَعَلَ اللّٰهَ بِضَاعَتَهٗ لَا يَشْتَرِيْ اِلَّا بِيَمِيْنِهٖ وَ لَا يَبِيْعُ اِلَّا بِيَمِيْنِهٖ .))❷۔

''اللہ تعالیٰ تین قسم کے انسانوں سے بات نہ کرے گا، نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ا۔ بوڑھا زانی۔۲۔تکبر کرنے والا فقیر۔۳۔وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا مال سمجھا ہوا ہے۔بایں صورت کہ مال کو خریدتے اور بیچتے وقت قسم ضرور اُٹھاتا ہے''۔

---

❶ [صحیح البخاری، البیوع، باب یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات، ح: 2087و صحیح مسلم، المساقاۃ، باب النھی عن الحلف فی البیع، ح:1606]

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنے مال کے بارے میں یوں قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے اس مال کو اتنی قیمت دے کر خریدا ہے اور مجھے اتنی قیمت مل رہی ہے تو خریدار اس کی قسم پر اعتبار کرتے ہوئے اور اس کو سچا سمجھتے ہوئے اصل قیمت سے زیادہ ادا کر دیتا ہے۔حالانکہ وہ اپنی قسم میں سچا نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس کو زیادہ قیمت ملے۔اس نے یہ جھوٹی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کو اس کی سزا یہ ملتی ہے کہ اس کے مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔برکت کا ختم ہو جانا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس نے جو جھوٹی قسم اٹھا کر معمولی سی قیمت زیادہ وصول کی تھی، وہ برکت ختم ہو جانے کی تلافی نہیں کر سکتی۔بعض اوقات تو اس قدر سزا ملتی ہے کہ راس المال ہی ضائع ہو جاتا ہے۔رہا وہ اجر و ثواب جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملے گا تو وہ اطاعت الٰہی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

❷ [معجم الطبرانی، رقم:6111؛ بسند صحیح]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ .)) قال عِمران فلا أدرِی: أذکر بعد قرنِهِ مرتین أو ثلاثا ؛ ثم إن بعدکم قومًا یّشهدون ولا یستشهدون ، ویخونون ولا یؤتمنون ، وینذرون ولا یوفون ، ویظهر فِیهِم السِمن .))❶ ۔

''میری امت کا سب سے بہتر زمانہ، میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہوگا، پھر وہ جو اس کے بعد ہوگا''۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا، یا تین کا؟ پھر آپ نے فرمایا: ''پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بلا طلب گواہی دیں گے، خائن ہوں گے، امانت دار نہیں ہوں گے، نذر مانیں گے تو پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا''۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ . ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقَ شَھَادَةُ اَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَ یَمِیْنُہٗ شَھَادَتَہٗ .))❷ ۔

''بہترین دَور وہ ہے جس میں میں خود موجود ہوں، پھر وہ دَور جو میرے بعد آنے والا ہے، پھر وہ دَور جو اُس کے بعد آئے گا، اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی گواہی قسم سے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی''❸ ۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے بچپن میں ہمارے بزرگ گواہی اور عہد پر قائم رہنے کی تربیت کی خاطر ہمیں سزا دیا کرتے تھے''۔

اس باب کے مسائل:

1۔ اپنی قسم کی حفاظت کرنے کی وصیت کی گئی ہے۔

2۔ یہ بتایا گیا ہے کہ خواہ مخواہ اور جھوٹی قسم اٹھانے سے مال کی قیمت تو اچھی مل جاتی ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

3۔ اُس شخص کو سخت ڈانٹ پلائی گئی ہے جو مال خریدتے اور بیچتے وقت خواہ مخواہ قسمیں اٹھاتا ہے۔

4۔ گناہ میں ملوث ہونے کے امکانات انتہائی قلیل اور تھوڑے ہوں اور وہ پھر بھی گناہ کے ارتکاب پر سخت تنبیہ۔

---

❶ [صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...، ح: 3650 وصحیح مسلم، فضائل الأصحاب، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم، ح: 2535]

❷ [صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و من صحب النبی...، ح: 3651 و صحیح مسلم، فضائل الصحاب، باب فضل الصحاب ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم، ح: 2533]

❸ [یعنی وہ لوگ گواہی اور قسم کے بارے میں از حد غیر محتاط ہوں گے اور وہ آنا فاناً بغیر سوچے سمجھے قسم اور گواہی کے لیے تیار ہو جائیں گے]۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

5۔ اُن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جن سے قسم طلب نہیں کی جاتی لیکن وہ اس کے باوجود قسمیں اٹھاتے ہیں۔

6۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرون ثلاثہ یا قرون اربعہ کی مدح فرمائی ہے اور ان کے بعد جو حالات پیدا ہونے والے تھے، آپ نے ان کی پیش گوئی بھی فرمادی۔

7۔ اور ان لوگوں کی مذمت بھی فرمائی جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

8۔ یہ کہ امت کے اسلاف، اولاد کی اسلامی تربیت کی خاطر انہیں گواہی اور عہد پر قائم رکھنے کے لیے سزا دیا کرتے تھے۔

شرح الباب:

یہ باب: (ما جَآ فی کَثْرَةِ الْحَلْفِ) ''اس باب میں بکثرت سے قسمیں کھانے کی ممانعت کا بیان ہے''۔

قسم کی اصل یہ ہے کہ جس معاملہ کی تاکید مقصود ہو؛ اس کے لیے قسم کو مشروع ٹھہرایا گیا ہے۔ اس میں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم بھی ہے۔ اس لیے یہ واجب ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم نہ اٹھائے۔ اور غیر اللہ کی قسم شرک قرار دیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ صرف سچی قسم ہی اٹھائی جائے؛ [جھوٹی قسم ہرگز نہ اٹھائی جائے۔] اور اس تعظیم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا احترام بجالایا جائے؛ اور کثرت کے ساتھ قسم نہ اٹھائے۔ کیونکہ جھوٹ قسم اور کثرت سے قسم اٹھانا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے؛ حالانکہ توحید کی اصل روح اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:ما جاء فی ذمة الله و ذمة نبیه

باب: اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے ذمہ کا بیان

ارشادالٰہی ہے:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾(النحل: ۹۱)۔

''اور جب تم اللہ سے عہد[واثق] کروتو اس کو پورا کرو؛ اور قسمیں پختہ کرنے کے بعد ان کومت توڑ ڈالو، حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، اللہ تمہارے تمام افعال سے باخبر ہے''۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی فوج یا دستے پر کسی کو امیر مقرر فرماتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے رفقائے سفر کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی طور پر وصیت کرتے اور فرماتے:

((اغزوا بِسمِ اللهِ وفِی سبِيلِ اللهِ، قاتِلوا من كفر بِاللهِ، اغزوا ولا تغلوا، ولا تغدِروا، ولا تمثِلوا، ولا تقتلوا ولِيدا، وإِذا لقِيت عدوك مِن المشرِكين فادعهم إِلى ثلاثِ خِصال، أو خِلال، فأيتهن ما أجابوك، فاقبل مِنهم، وكف عنهم، ثم ادعهم إِلى الإِسلامِ، فإِن أجابوك، فاقبل مِنهم، ثم ادعهم إِلى التحولِ مِن دارِهِم إِلى دارِ المهاجِرين، وأخبِرهم أنهم إِن فعلوا ذلِك فلهم ما لِلمهاجِرين، وعليهِم ما على المهاجِرين، إِن أبوا أن يتحولوا، مِنها فأخبِرهم أنهم يكونون كأعرابِ المسلِمِين، يجرِی عليهِم حكم اللهِ، ولا يكون لهم فِی الغنِيمةِ والفیءِ شی إِلا أن يجاهِدوا مع المسلِمِين، فإِن هم أبوا فاسألهم الجِزية، فإِن هم أجابو فاقبل مِنهم، وكف عنهم، فإِن هم أبوا فاستعِن بِاللهِ وقاتِلهم۔

وإِذا حاصرت أهل حِصن فأرادوك أن تجعل لهم ذِمة اللهِ، وذِمة نبِيهِ، فلا تجعل لهم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ذِمة اللـهِ، و ذِمة نبِيهِ، ولـكـنِ اجـعل لهم ذِمتك وذِمة أصحابك، فإنكم أن تخفِروا ذِمتـكـم وذِمة أصـحابِكم أهون مِن أن تخفِروا ذِمة اللهِ وذِمة نبِيهِ، وإذا حاصرت أهل حِـصـن فأرادوك أن تنزِلهم على حكمِ اللهِ، فلا تنزِلهم على حكمِ اللهِ، ولكن أنزِلهم على حكمِكَ، فإنك لا تدرِي تصِيب فِيهِم حكم اللهِ أم لا؟.)) [1]۔

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسی کا نام لے کر غزوہ کرو اور ہر شخص سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ سے کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ غزوہ کرو (اور یاد رکھو) نہ خیانت کرنا، نہ عہد و پیمان توڑنا، نہ کسی کو مثلہ کرنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔ اور جب مشرک دشمن سے آمنا سامنا ہو تو اُس کے سامنے تین شرطیں پیش کرنا۔ اگر ان میں سے ایک بھی قبول کر لے تو اُسے منظور کر لینا۔ پھر جنگ سے رُک جانا۔ اسلام کی طرف دعوت دینا، اگر اُسے قبول کر لیں تو اس کو منظور کر لینا اور پھر انہیں دار الکفر سے دارُ السلام یعنی مہاجرین کے مقام (مدینہ طیبہ) کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دینا اور یہ بتانا کہ اگر یہ لوگ ہجرت کریں گے تو ان کو وہ سب حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتا ہے اُنہیں بھی برداشت کرنا ہوگا۔ اگر ہجرت سے انکار کریں تو پھر یہ لوگ اُن بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے اور ان کو مالِ غنیمت اور مالِ فَیٔ میں سے حصہ نہیں ملے گا بجز اُس کے کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو پھر اُن سے جزیہ طلب کرنا۔ اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو قبول کر لینا اور جنگ سے رُک جانا۔ اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے جنگ کرنا۔ اور اگر تم کبھی کسی قلعہ بند دُشمن کا محاصرہ کر لو اور دُشمن یہ چاہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذمہ لے لو تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ لے لینا کیونکہ اگر تم اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑ دو گے تو اس کا گناہ بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ توڑنے سے ہلکا ہوگا اور جب تم کسی قلعہ بند دُشمن کا محاصرہ کر لو اور وہ یہ چاہے کہ تم ان کو اللہ کے حکم پر اتار لو تو ایسا ہرگز نہ کرنا، اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تو اُن میں اللہ کا حکم پا سکتا ہے یا نہیں؟''۔

اس باب کے مسائل

1۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ذمہ و امان میں واضح فرق ہے۔

2۔ حدیث میں ہدایت ہے کہ جب دو مختلف صورتیں درپیش ہوں تو ان میں سے جو صورت کم خطرناک ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔

3۔ یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کیا جائے۔

4۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا مرتکب ہو اس سے قتال کیا جائے۔

---

[1] [صحيح مسلم، الجهاد، باب تامير الامام الامراء على البعوث و وصيته إياهم بأداب الغزو وغيرها، ح: 1731]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5۔ نیز کفار سے جہاد اور قتال میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

6۔ اہل علم اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں نمایاں فرق ہے۔ [اہل علم کا فیصلہ غلط ہوسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا]۔

7۔ یہ کہ بوقت ضرورت صحابی کوئی ایسا فیصلہ کرسکتا ہے جس کے متعلق وہ نہیں جانتا کہ یہ فیصلہ حکم الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں؟۔

اس باب کی شرح:

باب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کا بیان

اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ انسان ان احوال اور مواقع سے ڈر کر اور بچ کر رہے جہاں پر عہد توڑے جانے یا ان میں خلل ڈالے جانے کا اندیشہ ہو۔ حالانکہ اہل دشمن معاہد سے بھی اگر اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ دیا ہو تو اسے پورا کرنا چاہیے۔

پس اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی اس عہد کو اگر [مسلمانوں کی طرف سے] توڑا گیا تو یہ مسلمانوں کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کی پامالی اور بے حرمتی ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو توڑ دیا جائے گا جو کہ توحید کا ایک بڑا رکن ہے؛ اور ایک بڑے برے عمل کا ارتکاب کیا جائے گا؛ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرف توجہ بھی دلائی ہے۔

مزید برآں وعدہ وفا کرنے [اور ذمہ پورا کرنے] میں دین اور اسلام کی اعانت ہے جس کی وجہ سے کفار دین اسلام میں رغبت رکھنے لگتے ہیں۔ اسلام میں عہد و پیمان کے ساتھ وفاداری کرنا؛ خصوصاً وہ عہد جنہیں کسی بھی طرح سے پختہ کیا گیا ہے؛ یہ اس دین کے ان محاسن میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے انصاف پسند دشمن بھی اسلام اور اہل اسلام کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں۔

---

❶ اس آیت مبارکہ میں عہد سے مراد قسم ہے اور پختہ کی ہوئی قسموں سے مراد لوگوں کے باہمی وہ عہد و پیمان ہیں جنہیں مضبوط کرنے کے لیے قسمیں کھائی گئی ہوں۔ لہذا حق باری تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہوئے قسم اور باہمی عہد و پیمان کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ کسی کام پر قسم کھانے کا مطلب یہی ہے کہ انسان اس کام کو اللہ تعالیٰ کی خاطر پورا کرنے کی تاکید کر رہا ہے اور اسے اپنے ذمے لے رہا ہے۔ جب وہ اپنی قسم کے خلاف کرے گا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے اس عہد کو توڑے گا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس طرح نہیں کی جس طرح اسے کرنی چاہئے تھی کہ اس تعظیم کا پاس کرتے ہوئے قسم کھاتے وقت ہی اس بات سے ڈر جاتا کہ قسم کو پورا کرنے میں اللہ کا یہ واجب حق ادا نہیں کر سکے گا۔

❷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیش نظر رکھنی چاہیے۔ کوئی شخص لوگوں کو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کی طرف سے امان اور تحفظ نہ دے بلکہ اپنی طرف سے امان اور تحفظ دینا چاہیے۔ اہل توحید اور علوم دینیہ کے طلبہ جو دین کے حوالہ سے شہرت رکھتے ہیں انہیں خاص طور پر ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، ان سے کوئی ایسا لفظ یا بات یا فعل سرزد نہیں ہونا چاہیے جو ان کے مقام و مرتبہ کے منافی ہو۔ لوگوں کے ساتھ معاملات، تعلقات اور میل جول میں ایسا انداز اپنانا چاہیے جس سے ظاہر ہو کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خوب تعظیم بجالاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی احتیاط کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کما حقہ بجالائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب: [مَا جَآءَ فِی الْاِقْسَامِ عَلَی اللّٰہِ]

باب: اللہ پر قسم کھانے کا بیان

[یعنی اس باب میں اس بات کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی کے بارے میں اس طرح اللہ کی قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا۔]

سیدنا حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

((قَالَ رَجُلٌ وَ اللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلَانٍ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَنْ لَّا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ وَ اَحْبَطْتُ عَمَلَكَ .))(رواہ مسلم ۲۶۲۱)۔

''ایک شخص نے کہا کہ ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کی مغفرت نہیں کرے گا''۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ کون ہوتا ہے جو میرے متعلق قسم کھائے کہ میں فلاں شخص کی مغفرت نہیں کروں گا؟ میں نے اُس کی مغفرت کر دی اور تیرے (قسم کھانے والے کے) اعمال ضائع کر دیئے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وارد روایت میں ہے: ''بیشک یہ کلمات کہنے والا شخص ایک عابد انسان تھا''۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس شخص نے ایسی بات زبان سے نکالی جس نے اُس کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر ڈالا''۔[أحمد ۲/ ۲۲۳؛ برقم ۸۲۹۲ . أبو داؤد (۴۹۰۱) ابن حبان ۱۳/ ۳۰؛ (۵۷۱۲)]

اس باب کے مسائل

۱۔ اس بحث سے ثابت ہوا کہ غرور پارسائی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا انجام انتہائی خوفناک اور بھیانک ہے۔

۲۔ دوزخ انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے کہ بسا اوقات بظاہر کسی معمولی سی بات کی بنا پر انسان دوزخ میں جا پہنچتا ہے۔

۳۔ اسی طرح جنت بھی انسان کے بالکل قریب ہے۔

۴۔ اس حدیث سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تائید ہوتی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

((إن الرجل ليتكلم بِالكلِمةِ لا يلقِي لها بالا.....))

''بسا اوقات انسان کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ انسان کو تو اس کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا.....''۔

۵۔ بسا اوقات کسی کا انتہائی ناپسندیدہ قول یا فعل، کسی دوسرے کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے [1]۔

---

[1] اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانا دو اعتبار سے ہوسکتا ہے: اول: تکبر اور جبروت کے طور پر۔ قسم اٹھانے والا اپنے آپ کو اتنا بڑا اور اونچا سمجھتا ہو کہ وہ اپنی قسم کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر حق سمجھتا ہو۔ ایسا کرنا توحید کے کمال کے بھی منافی ہے؛ اور توحید کی اصل بنیاد کے بھی خلاف ہے۔ اور ایسی قسم اٹھانے والے کے لیے عذاب کی وعید ہے جیسا کہ اس حدیث میں وارد ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر اپنی مرضی اور پسند کی قسم اٹھانا؛ اور اس کے مطابق حکم لگانا۔ مثلاً کوئی یوں کہے: اللہ کی قسم! فلاں کو ایسی چیز ہرگز نہیں مل سکتی۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنے نفس میں تکبر کرتے ہوئے ایسی قسم اٹھائے۔ وہ اللہ کی نام کی قسم اٹھاتا ہے؛ اس کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ اس کا حکم بھی ویسے ہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور وہ بڑائی میں آ کر تکبر سے ایسی قسم اٹھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی کریں گے جیسے وہ گمان کرتا ہے۔ یہ بڑائی اور تکبر درحقیقت اللہ تعالیٰ کے افعال اور احکام میں ایک طرح کی مداخلت ہے۔ ایسا کام کسی بھی ایسے دل سے صادر نہیں ہوسکتا جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور جلال ہو۔

دوم: یہ کہ انسان بڑائی اور تکبر سے تو اللہ تعالیٰ پر قسم نہ اٹھائے۔ لیکن اس لیے وہ قسم اٹھائے کہ وہ جس چیز کا ایمان و یقین رکھتا ہے؛ وہ امر واقع میں؛ یا جس چیز کا وہ سامنا کر رہا ہے؛ اس میں حقیقت میں بھی صحیح ہو۔ اور یہ انسان اللہ تعالیٰ پر جب قسم اٹھاتا ہے کہ مستقبل میں ایسا ہوگا؛ تو یہ تذلل اور خضوع کے اعتبار سے ہوتا ہے نا کہ انانیت اور تکبر کے اعتبار سے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو اس حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((إن من عباد الله من لو أقسم على الله لأبرّه .)) [البخاری ۲۷۰۳ ؛ مسلم ۱۶۷۵ .]

''بیشک اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں؛ اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں؛ تو وہ اسے پورا کردے''۔

اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر قسم اٹھائی ہے؛ جو کہ تکبر؛ بڑائی اور خودنمائی کے طور پر نہیں تھی؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور حاجت اور افتقار کے ہے۔ پس جب اس نے قسم اٹھائی تو اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورت اور حاجت کی وجہ سے قسم اٹھائی۔ اور اس نے اس کی تائید و تاکید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء حسنی کی قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر اٹھائی ہے۔ تو ایسا کرنا جائز ہے۔ تو بیشک اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں؛ اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں؛ تو وہ اسے پورا کردے''۔ کیونکہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عبودیت؛ انکساری اور تواضع پائی جاتی ہے؛ جس کے وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو پورا کرتے ہیں؛ اور اس کی طلب اور رغبت پوری ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب: لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلٰى خَلْقِهٖ

اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور سفارشی پر پیش کرنے کی ممانعت

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر شکایت کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! جانیں تلف ہو گئیں، بچے بھوک سے بلکنے لگے اور مویشی مرنے لگے، آپ ہمارے لیے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے [اس کی بات سن کر] بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا۔ آپ بدستور سبحان اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چہروں پر ظاہر ہونے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا:

((ويحك أتدرِي ما الله؟ إن شأن اللهِ أعظم مِن ذلِك، إنه لا يستشفع بِاللهِ على أحد من خلقه .))[سنن ابی داود، السنة، باب فی الجهمية، ح:4726]

''تجھ پر افسوس! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ [یعنی اس کا کیا مقام اور کیا شان ہے؟] اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے؛ اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا''[1]۔

اس باب کے مسائل

1۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور سفارشی پیش کرنے کی ممانعت۔

2۔ بدوی کی بات سے آپ کے چہرہ انور اس قدر متغیر ہوا کہ اس کے اثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں پر بھی ظاہر ہوئے۔

3۔ آپ نے اعرابی کی بات کے دوسرے حصے کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور سفارشی پیش کرتے ہیں پر نکیر نہیں فرمائی[2]۔

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور واسطہ اور وسیلہ پیش کرنا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند تر ہے جبکہ مخلوق، رب تعالیٰ کے سامنے وضیع و حقیر ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی کی بات کو سن کر بار بار، سبحان اللہ، کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسے امور و اوصاف سے بلکہ ہر شائبہ نقص اور سوظن سے منزہ اور بالاتر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا توحید کے منافی اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔

[2] [گویا مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور سفارشی پیش کیا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے نہیں]۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4۔سبحان اللہ کے متعلق یہ وضاحت ہوگئی کہ بطور انکار واظہار ے تعجب یہ کلمہ کہا جاسکتا ہے۔
5۔یہ کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے۔

ان ابواب کی شرح:

اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور سفارشی پر پیش کرنے کی ممانعت

یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی اور توحید کے منافی ہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے کا تعلق ہے؛ تو غالب طور پر ایسا اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان کے دل میں اپنے متعلق خود پسندی اور خودنمائی کا عنصر آجائے؛ اور وہ اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے لگے۔ حالانکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی شان میں بڑی بے ادبی ہے۔ اور انسان کا ایمان اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک ان تمام چیزوں سے محفوظ اور سلیم نہ ہو۔

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے سفارشی بنا کر پیش کرنے کا تعلق ہے؛ تو اللہ عزوجل اس سے بہت بلند وبالا ہیں کہ انہیں مخلوق کے پاس سفارشی بنایا جائے۔ اس لیے کہ ہمیشہ ایسے ہوتا ہے کہ جس کو سفارشی بنایا جاتا ہے؛ اس کا رتبہ اس سے کم ہوتا ہے جس کے پاس سفارش پیش کرنا مقصود ہو۔ ایسا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی ہے۔ پس ایسی چیزوں کا ترک کرنا واجب ٹھہرا۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے؛ وہ بھی اس کی اجازت سے ہی سفارش کریں گے۔ کیونکہ یہ سبھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں؛ اور اس کے سامنے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔ تو پھر کیا عالم ہوگا جب معاملہ ہی الٹا دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو سفارشی بنا دیا جائے۔ اللہ پاک بہت بڑے؛ عظیم شان والے؛ بلند وبالا مرتبہ والے ہیں؛ سبھی گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ اور تمام کائنات اس کے سامنے پست اور سرنگوں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب:مَا جَآءَ فی حمایة النبی حمی التوحید و سدہ طرق الشرك

باب: رسول اکرم ﷺ کی توحید کی حمایت اور شرک کی راہوں کا انسداد۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((اِنْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . فَقُلْنَا: اَنْتَ سَیِّدُنَا . فَقَالَ : السَّیِّدُ اللّٰه تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی . قُلْنَا : وَ اَفْضَلنَا فَضْلًا وَّ اَعْظَمُنَا طَوْلاً . فَقَالَ: قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَ لَا یَسْتَجْرِیَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ .))❶۔

''میں بنو عامر کے ایک وفد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے کہا: آپ ہمارے سید ہیں۔آپ نے فرمایا: سید تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔پھر ہم نے کہا: مقام و مرتبہ کے لحاظ سے آپ ہم سب سے برتر، افضل اور بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔آپ نے فرمایا: یہ اور اس قسم کی جائز و مناسب بات کہہ سکتے ہو۔خیال رکھنا کہ کہیں شیطان تمہیں اپنے جال میں نہ پھنسالے''❷۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اے ہم سب سے بہتر و افضل! اور سب سے بہتر کے فرزند! اے ہمارے سردار! اور ہمارے سردار کے بیٹے! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ (سنن ابی داود، الادب، باب فی کراهیة التمادح، ح: 4806؛ وبسند جیدٍ ومسند احمد:24 /4، 25)

❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ السید اللہ تعالیٰ ہی ہے جبکہ آپ تمام اولاد آدم کے سید و سردار ہیں، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے گلشن توحید کی خوب حفاظت فرمائی اور شرک کے تمام تر ذرائع اور وسائل کو اچھی طرح مسدود کیا۔کیونکہ شرک کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان کسی قابل قدر اور لائق تکریم ہستی کی مدح وستائش کے لیے الفاظ میں غلو کرے اور حد سے تجاوز کر جائے۔یاد رہے! کسی قابل قدر شخصیت کو، مخاطب کر کے اسے سید کہنا یا کسی کی سیادت کی نسبت ساری کائنات کی طرف کرنا منع ہے۔اسی طرح کسی کو السید کہنا بھی درست نہیں کیونکہ اس کے معنی بھی ساری کائنات کے سردار کے ہیں، لہذا عموماً مشرکین اپنے بڑوں کی تعظیم کے لیے جو کلمہ السید بولتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مدح و تعریف میں جائز و مناسب کلمات کہہ سکتے ہو۔اس لیے آپ کی بلکہ کسی بھی انسان کی تعظیم کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا جن میں غلو ہو، درست نہیں کیونکہ اس سے مخاطب کے دل میں غرور پارسائی آ سکتا ہے اور وہ اللہ کے حضور عجز و انکسار ترک کر کے اس کی توفیق خاص سے محروم ہو سکتا ہے، لہذا اس سے ازحد احتراز ضروری ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

((يا يها الناس، قولوا بِقولِكم، ولا يستهوِينكم الشيطان، أنا محمد، عبد الله ورسوله، وما أحِب أن ترفعونِي فوق منزِلتِي التِي أنزلنِي الله عز وجل.)) ❶۔

''اے لوگو! اس قسم کے الفاظ کہہ لیا کرو۔ خیال رکھنا کہ کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھا دو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے'' ❷۔

اس باب کے مسائل

1۔ آپ نے امت کو غلو، اور مبالغہ آمیزی سے موقع بموقع ڈرایا اور منع فرمایا ہے۔

2۔ جب لوگ کسی کو اپنا سردار قرار دیں تو جواباً اسے کیا کہنا چاہیے؟ اسے مغرور و متکبر ہونے کی بجائے تنبیہ کرنی چاہیے کہ حقیقی سردار تو اللہ تعالیٰ ہے۔

3۔ آپ نے فرمایا: ''کہیں شیطان تمہیں اپنے دام میں نہ پھانس لے''۔ ان لوگوں نے اگرچہ درست باتیں کی تھیں۔

4۔ آپ کے ارشاد: (ما أحِب أن ترفعونِي فوق منزِلتِي .....)

''میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ کے عطا کردہ میرے مرتبہ و مقام سے بڑھا دو''۔

[''اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے حق میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے حد درجہ نفرت تھی]۔

اس باب کی شرح:

باب: رسول اکرم ﷺ کی توحید کی حمایت اور شرک کی راہوں کا انسداد

اس عنوان کا ایک باب اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے۔ مصنف نے اس موقع و مقام کے اہتمام کی وجہ سے دوبارہ اسی نام

---

❶ (عمل اليوم و الليلة للنسائي، ح:248، 249 ومسند احمد: 153/3، 241، 249)

❷ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے جو اوصاف بیان کیے وہ واقعی آپ میں موجود تھے لیکن آپ نے شرک کے سد باب کے لیے فرمایا کہ میں محمد، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں قطعاً یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھاؤ جو اللہ عزوجل نے مجھے دے رکھا ہے۔ یہ معاملہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ہر قابل تعظیم ہستی کے بارے میں یہی حکم ہے کہ اس کی شان میں اس قدر غلو نہ کیا جائے کہ تعظیم کرنے والے اور اس ہستی کے درمیان شیطانی عمل دخل ہو جائے یعنی اس طرح سے تعظیم نہ کی جائے کہ انسان شرک کا مرتکب ہو بیٹھے۔
اسی طرح کسی کو السید کہنا بھی درست نہیں کیونکہ اس کے معنی بھی ساری کائنات کے سردار کے ہیں۔ عموماً مشرکین اپنے بڑوں کی تعظیم کے لیے جو کلمہ السید بولتے ہیں، یہ شرعاً ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مدح و تعریف میں جائز و مناسب کلمات کہہ سکتے ہو''۔
اس لیے آپ کی بلکہ کسی بھی انسان کی تعظیم کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا جن میں غلو ہو، درست نہیں کیونکہ اس سے مخاطب کے دل میں غرور پارسائی آ سکتا ہے اور وہ اللہ کے حضور عجز و انکسار ترک کر کے اس کی توفیق خاص سے محروم ہو سکتا ہے، لہٰذا اس سے از حد اجتناب بہت ضروری ہے۔
اسی لیے آپ ﷺ فرماتے ہیں ''میری تعریف میں غلو سے کام نہ لینا جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تھا، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے باب قائم کیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ توحید نہ ہی اس وقت تک کامل ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کی حفاظت اور حمایت ممکن ہے جب تک ان تمام راہوں سے بھی اجتناب نہ کرلیا جائے جو شرک تک پہنچانے کا وسیلہ بنتے ہوں۔اور ان دونوں ابواب میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں فعلی ذرائع سے توحید کی حفاظت کے اقدامات کئے گئے تھے۔اور اس باب میں قولی ذرائع میں ادب میں غلو وغیرہ سے توحید کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے۔پس ہر وہ قول جو اس غلو تک لیکر جاتا ہو جس کی وجہ سے شرک میں واقع ہونے سے ڈر لگتا ہو تو اس سے اجتناب کرنا واجب ہو جاتا ہے۔بلا شک وشبہ اس سے اجتناب کئے بغیر توحید مکمل نہیں ہوسکتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ توحید اس وقت مکمل اور پوری ہوتی ہے جب اس کی شروط وارکان؛ اسے مکمل کرنے والے امور اور توحید کی حقانیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے توحید مخالف امور سے قولی وعملی طور پر؛ ارادہ اور عقیدہ میں ظاہری اور باطنی طور پر مکمل اجتناب نہ کرلیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رفعت شان کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمَاوَاتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الزمر:٦٧)

''انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسے اُس کی قدر کا حق ہے۔ قیامت کے روز زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اُس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرکیہ اعمال سے پاک اور بالاتر ہے''[1]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جَآءَ حِبْرٌ مِّنَ الْاَحْبَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَجِدُ اَنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْاَرْضِيْنَ عَلٰى اِصْبَعٍ والشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَ الْمَآءَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَ الثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ وَسَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰى اِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا؛ لِّقَوْلِ الْحِبْرِ . ثُمَّ قَرَأَ:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾.))

''یہودی علماء میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہماری کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر، نمناک مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ آپ اس کی بات سن کر بطور تصدیق ہنس پڑے؛ حتی کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہوگئیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اور انہوں نے کما حقہ اللہ کی قدر نہیں کی، قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی''۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((وَالْجِبَالَ وَ الشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا اللّٰهُ .))(مسلم ٢٧٨٦)

''تمام پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، ان کو ہلا ہلا کر کہے گا، میں ہی بادشاہ ہوں اور میں ہی اللہ ہوں''۔

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ کو صحیح معنوں میں سمجھ اور جان لیتا ہے وہ رب العزت کے ہاں انتہائی عجز وانکساری اور خضوع و تذلل کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ اگر کرتے تو کبھی اسے چھوڑ کر غیروں کی پرستش نہ کرتے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے:

((یَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَ الْمَآءَ وَ الثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَ سَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ .))❶۔

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر، پانی اور نمناک مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی ساری مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا''۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَطْوِی اللّٰہُ السَّمَاوَاتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُھُنَّ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ ثُمَّ یَطْوِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ ثُمَّ یَاْخُذُھُنَّ بِشِمَالِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ .))❷۔

''اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے گا اور فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں خود کو سرکش اور متکبر سمجھا؟ پھر ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائیگا: میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں خود کو سرکش اور متکبر سمجھا؟''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(ما السماوات السبع والأرضون السبع وما فِیھما فِی کفۃِ الرحمنِ إلا کخردلۃ فِی یدِ أحدِکم .))❸۔

''قیامت کے دن ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ایسے ہوں گی جیسے تم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ باسند روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ما السماوات السبع فِی الکرسِی إلا کدراھِم سبعۃ أُلقِیت فِی ترس .))

''اللہ تعالیٰ کی کرسی کے ساتھ سات آسمانوں کو یوں نسبت ہے جیسے سات درہم کسی ڈھال میں رکھے ہوں''۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((ما الکرسِی فِی العرشِ إلا کحلقۃ مِن حدِید أُلقِیت بین ظھری فلاۃ مِن الأرضِ .))❹

''اللہ تعالیٰ کی کرسی اس کے عرش کے مقابلہ میں یوں ہے جیسے لوہے کا چھلا کسی وسیع و عریض میدان میں رکھا ہو''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

---

❶ (البخاری ٤٨١١؛ ٧٤١٤) ❷ (صحیح مسلم، صفات المنافقین و احکامھم، ح:2788)

❸ (تفسیر ابن جریر للطبری: 32 /24)

❹ (تفسیر ابن جریر للطبری، ح: 4522و الاسما و الصفات للبیھقی، ح:510)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’’دنیاوی آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سوسال کی مسافت ہے اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ہے۔ اسی طرح ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان، کرسی اور پانی کے درمیان بھی پانچ پانچ سوسال کی مسافت ہے۔ پانی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ یاد رکھو! تمہارا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں‘‘ ❶۔

اس روایت کو ابن مہدی، حماد بن سلمہ سے، وہ عاصم سے، وہ زر سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اسے مسعودی، عاصم سے، وہ ابووائل سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی کئی اسناد ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(هل تدرون كم بين السماءِ والأرضِ؟ قلنا الله ورسوله أعلم . قال: بينهما مسِيرة خمسِمائةِ سنة ، ومِن كلِ سماءٍ إلى سماءٍ مسِيرة خمسِمائةِ سنة ، وكِثف كلِ سماءٍ مسِيرة خمسِمائةِ سنة ، وبين السمآءِ السابِعةِ والعرش بحر بين أسفلِهِ وأعلاه ما بين السماءِ والأرضِ ، والله تبارك وتعالى فوق ذلِك وليس يخفى عليهِ شيءٌ مِن أعمالِ بنِي آدم .))❷۔

’’کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سوسال کی مسافت کے برابر ہے۔ ساتویں آسمان اور عرش الٰہی کے درمیان ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر والے حصوں کے درمیان بھی اپنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے (یعنی پانچ سوسال کی مسافت) اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ اور بنی آدم کے اعمال میں سے کوئی عمل اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں‘‘ ❸۔

---

❶ [(اخرجه الدارمي في الرد على الجهمية ، ح: 26و ابن خزيمة في كتاب التوحيد ، ح: 594، و الطبراني في المعجم الكبير ، ح:8987)]

❷ (سنن ابی داود، السنن، باب في الجهمية ، ح: 4723و مسند احمد:206 /1، 207)

❸ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے اور دیگر صفات کا جس نے سب سے پہلے انکار کیا وہ جعد بن درہم تھا۔ اس بدعقیدہ شخص کو خالد بن عبداللہ القسری نے قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ جعد بن درہم کے عقیدۂ بد کو جہم بن صفوان نے پروان چڑھایا جس کو فرقہ جہمیہ کا امام کہا جاتا تھا۔ اس نے اس عقیدہ کی خوب تشہیر کی۔ اور متشابہ آیات سے استدلال کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا۔ جہم بن صفوان تابعین کے آخری دور میں ہوا ہے۔ اس کے اس بد عقیدہ کی تردید میں اس دور کے جید علماء کرام اور ائمہ نے کی۔ امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، لیث بن سعد ثور، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور ان کے بعد کے آئمہ ہدیٰ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

اس باب کے مسائل

1۔اس باب سے آیت کریمہ:﴿ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾.کی تفسیر خوب واضح ہوئی۔

2۔گزشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ یہود کے ہاں تورات میں بہت سی صحیح باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک موجود ومحفوظ تھیں۔یہود نے نہ تو ان کا انکار کیا اور نہ ان کی کوئی تاویل کی۔

3۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہودی عالم نے ان باتوں کا ذکر کیا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور قرآن مجید نے بھی اس کی تائید فرمائی۔

4۔آپ کا مسکرانا اس یہودی عالم کی ان عظیم عالمانہ باتوں کی بنا پر تھا۔

5۔حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو ہاتھوں کی تصریح ہے کہ قیامت کے دن تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں اور زمینیں اس کے دوسرے ہاتھ میں ہوں گی۔

6۔بلکہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دوسرے ہاتھ کو بائیاں کہنے کی صراحت بھی ہے۔

7۔اللہ اس وقت انتہائی جلال کے ساتھ بڑے بڑے سرکش اور متکبرین کو پکاریگا۔

8۔اور سارے آسمان اور زمینیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں یوں ہوں گی جیسے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

9۔اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں کی نسبت بہت بڑی ہے۔

---

❶ یہ احادیث اور اس مفہوم کی دوسری احادیث مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی قدرت و رفعت کے بارے میں واضح طور سے دلالت کناں ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اس کے بندوں پر اس کی معرفت کے دروازے اس کی صفات کی بنا پر ہی کھلتے ہیں۔جیسا کہ نصوصِ کتاب وسنت، سلف امت اور ائمہ کرام سے ثابت ہے۔وہ اثبات بلا تمثیل اور تنزیہ بلا تعطیل ہے۔اس کی عبادت، ربوبیت، اور الوہیت میں کوئی اس کا مثیل اور ساجھی نہیں۔یہی وہ عقیدہ ہے جو ایمان کی بنیاد ہے اور جس پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔

مذکورہ بالا صحیح احادیث پر ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ نے ربِّ کریم کی کامل اور ایسی عظمت و رفعت بیان کی ہے جو کہ اس کی ذاتِ کبریائی کو زیبا ہے۔اور بعض ان صفاتِ الٰہی کی تصدیق بھی فرمائی جن کا یہودی عالم نے ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے شایانِ شان ہیں۔اور اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ان احادیث سے اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم پر مستوی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ (نعوذ باللہ) ان اسماء وصفات سے ظاہری معنی مراد نہیں۔اور یہ بھی کہیں نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ ہیں۔اگر یہ باتیں درست اور صحیح ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کے یہ امین ترین انسان اپنی اُمت کو ضرور بتاتے کیونکہ ربِّ کریم نے آپ ﷺ پر دین اسلام کو مکمل فرمایا اور تمام نعمتوں سے نوازا اور آپ ﷺ نے پوری وضاحت سے اس دین کو لوگوں تک پہنچا دیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سب پر ایمان لائے اور ان کو تسلیم کیا وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لائے اُن سب صفات پر بھی ایمان لائے جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود اِن کے ایمان لانے کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(ترجمہ)''جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ''ہمارا اُن پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہے''۔

کتاب اللہ اِبتدا سے انتہا تک؛ سنت رسول ﷺ؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام اور تمام ائمہ کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے کہ ربِّ کریم ہر چیز سے بلند ہے اور یہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں سے اوپر عرش پر ہے۔جیسا کہ قرآن کریم کی آیات اس پر شاہد ہیں:(ترجمہ)''اُس کے ہاں جو چیز اُوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عمل صالح اس کو اُوپر چڑھاتا ہے''(الفاطر:۱۰)۔''اے عیسیٰ! اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا''۔(آل عمران:۵۵)۔''بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا''۔(النساء:۱۵۸)۔''عروج کے زینوں کا مالک ہے، ملائکہ اور رُوح اُس کے حضور چڑھ کر جاتے ہیں''۔(السجدۃ:۵)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

10۔اور کرسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کا عرش بہت ہی بڑا ہے۔

11۔نیز اللہ تعالیٰ کا عرش، کرسی اور پانی سب علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

12۔ہر دو آسمانوں کا درمیانی فاصلہ بیان ہوا۔

13۔ساتویں آسمان اور کرسی کے مابین کی مسافت بیان ہوئی ہے۔

14۔کرسی اور پانی کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔

15۔اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے۔

16۔اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔

17۔نیز زمین اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

18۔اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

19۔اور آسمانوں کے اوپر والے سمندر کی تہ اور سطح کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

اس باب کی شرح:

مصنف رحمہ اللہ نے اپنی اس عظیم کتاب کو اس اہم اور عظیم باب پر ختم اور مکمل کیا ہے۔اور اس باب میں وہ نصوص ذکر کی ہیں جو اللہ تعالیٰ عظمت اور عالیشان؛ بڑائی اور کبریائی؛ اور بزرگی اور جلال پر دلالت کرتی ہیں۔اور یہ کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عزت اور غلبہ کے سامنے سرنگوں ہیں۔اس لیے کہ یہ عظیم الشان صفات اور کامل اوصاف صرف ایک اللہ تعالیٰ کے معبودِ برحق ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔اور وہی قابل تعریف لائق حمد وثناء ہے۔اور انسان پر واجب ہوتا ہے کہ انتہائی محبت وتعظیم اور عجز وانکساری کے ساتھ اس کی بندگی بجالائے۔ بیشک معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے؛ اس کے سوا تمام معبود باطل ہیں۔یہ توحید کی حقیقت اور اس کا نچوڑ؛ اس کی روح اور اخلاص کا اصل راز ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم ہستی ہمارے دلوں کو اپنی معرفت اور محبت؛ اور اپنی طرف انابت سے بھر دے۔ بیشک وہ رحیم وکریم اور سخی مہربان ہے۔

کتاب توحید پر یہ ہماری آخری اور مختصر تعلیق ہے؛ جس میں اس کے مقاصد کو واضح کیا گیا ہے۔اس میں یقیناً توحید کے بیش قیمت مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔اور پھر اس میں ابواب کی تقسیم اور ان کی نفع بخش تفصیلات ایک ایسی چیز ہیں جن سے اس علم میں رغبت رکھنے والا انسان مستغنی نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن پر تمام علوم کی بنیادی قائم ہیں۔

اس نعمت اور توفیق پر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد وثناء ہے۔

وصلى الله على محمد و على آله و صحبه و بارك وسلم تسليما كثيراً۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرس

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	سخن دل	3
2	مقدمہ	5
3	کتاب توحید	10
4	باب: توحید کے فضائل اور گناہوں کا کفارہ	18
5	باب: جو شخص توحید خالص پر عمل پیرا ہوا، وہ بلا حساب جنت میں داخل ہوگا	24
6	باب: شرک سے خوف کا بیان	29
7	باب: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت کے بیان میں	32
8	باب: توحید اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت کی تفسیر	37
9	باب:: رفع بلا اور دفع مصائب کے لئے چھلا پہننا، دھاگا ڈالنا بھی شرک ہے	42
10	باب: دم تعویذ اور گنڈوں کے بارے میں.....	46
11	باب: درخت، پتھر وغیرہ سے تبرک کا بیان	50
12	باب: غیر اللہ کے نام پر ذبح کا بیان	54
13	باب: غیر اللہ کے نام پر ذبح کے مقامات پر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ناجائز ہے	58
14	باب: غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دینا شرک ہے	61
15	باب: غیر اللہ کی پناہ طلب کرنا شرک ہے	62
16	باب: غیر اللہ کو پکارنا یا کسی اَور سے فریاد کناں ہونا شرک ہے	64
17	باب: کیا وہ اُن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے	70
18	باب: فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی وحی کا خوف	75
19	باب: شفاعت کا بیان	80
20	باب: آپ اپنے پسندیدہ کو ہدایت نہیں دے سکتے.....	86
21	باب: بنی آدم کے کفر اور ترکِ دِین کا سبب بزرگوں کی شان میں غلو کرنا ہے	89

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

22	باب: قبروں پر مجاوری اور عبادت.....	94
23	باب: بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو؛.....	98
24	باب: نبی کریم ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت کے سلسلے	102
25	باب: اس امت کے بعض افراد بت پرستی میں مبتلا ہوں گے	105
26	باب: جادو کا بیان	110
27	باب: جادو کی چند اقسام کا بیان	113
28	باب: کاہنوں اور دیگر لوگوں کا بیان	116
29	باب: جادو سے جادو کے علاج کی ممانعت	119
30	باب: بدفالی کے بیان میں	121
31	باب: علم نجوم کے بیان میں	126
32	باب: ستاروں کے اثر سے بارش برسنے کے عقیدہ کا بیان	128
33	باب: کچھ لوگ اللہ کے علاوہ معبود بنا لیتے ہیں	132
34	باب: بیشک یہ شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے	135
35	باب: اگر تم مؤمن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے	141
36	باب: اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے	144
37	باب: تقدیر پر صبر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حصہ ہے	147
38	باب: ریاکاری ایک مذموم عمل ہے۔	150
39	باب: کسی نیک عمل سے دنیا کا طالب ہونا بھی شرک ہے	152
40	باب: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام یا حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے میں	156
41	باب: بعض ایمان کا دعوی کرنے والوں کی حقیقت	159
42	باب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں علماء اور حکمرانوں کی اطاعت	162
43	باب: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے منکر کا حکم	163
44	باب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر پھر انکار کرتے ہیں	166
45	باب: جب تم جانتے ہو تو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ	169
46	باب: اللہ تعالیٰ کی قسم پر اکتفا نہ کرنے والے کا حکم	172

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

47	باب: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں؛ کہنے کا حکم	174
48	باب: جس نے زمانے کو گالی؛ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی	177
49	باب: قاضی القضاۃ وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت	180
50	باب: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا احترام	182
51	باب: جو ایسی چیز کا مذاق اڑائے جس میں اللہ کا نام یا قرآن یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو	184
52	باب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری، تکبر کی علامت اور بہت بڑا جرم ہے	187
53	باب: اولاد ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا	191
54	باب: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا بیان	193
55	باب: السلام علی اللہ کہنے کی ممانعت	196
56	باب: یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے؛ کہنا درست نہیں	198
57	باب: کسی کو میرا بندہ اور میری بندی کہنے کی ممانعت	200
58	باب: اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے	202
59	باب: اللہ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔	203
60	باب: اگر وگر کہنے کی ممانعت	205
61	باب: آندھی کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	208
62	باب: اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق جاہلانہ بدگمانی کرنے لگے:.....	210
63	باب: منکرین تقدیر کا بیان	213
64	باب: تصویر کشی کرنے والوں کا حکم	216
65	باب: کثرت سے قسم اٹھانے کا بیان	219
66	باب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کا بیان	222
67	باب: اللہ پر قسم کھانے کا بیان	225
68	اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے سامنے بطور سفارشی پیش کرنے کی ممانعت	227
69	باب: رسول اکرم ﷺ کی توحید کی حمایت اور شرک کی راہوں کا انسداد۔	229
70	باب: اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رفعت شان کا بیان	232
71	فہرست موضوعات	237

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"